ردِ رافضیت پر حضرت نیلویؒ کی علمی تحقیقی تصنیفات کا مجموعہ

المعروف بہ

مجموعہ رسائل نیلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ التفسیر والحدیث

مفتی اعظم الشیخ المحقق حضرت مولانا مفتی محمد حسین شاہ نیلوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی ہندوستان

تلمیذ رشید مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی

محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

و تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز

امام اہلسنت [illegible]

حسین علی الوانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد ہشتم

ردِ رافضیت

- حضرت معاویہؓ پر اعتراضات کے جوابات
- تسلیۃ الطالب فی دفاع ثعلبہ بن حاطب
- مظلوم کربلا
- تیغ تن پاک ، حق چار یار
- رذیل عادتیں
- ارذیل قول
- روافض کے متعلق شرعی فیصلہ

مکتبہ اشاعۃ العلوم

دنیا میں کسی بھی جگہ علماء جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف

Play Store اور Website سے بالکل فری انسٹال / ڈاؤن لوڈ کریں۔

انسٹال / ڈاؤن لوڈ کرنے کا طریقہ

Play Store سے " مکتبۃ الاشاعت " انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں مطلوبہ کتاب ڈاؤن لوڈ کریں نیز اپنی کتاب کو Website / Play Store پر مفت شائع کرنے کے لیے بھی رابطہ کریں۔

Whataspp:03201914145

نوٹ

ویب سائٹ پر جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف مثلاً تفاسیر، فتاویٰ جات، شروح، سوانح حیات، نوٹس، درس نظامی کے کتب وغیرہ دستیاب ہیں آپ وقتاً بوقتاً Play Store اور website پر چیک کیا کریں مزید معلومات کے لیے دیے گئے واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔ وہاں آپ کو آسانی کے لئے مطلوبہ کتاب کا link دیا جائے گا اور آپ کو بہترین رہنمائی دی جائے گی جس سے آپ کو مطلوبہ کتاب آسانی سے ملے گا۔ پلے سٹور پر ترجمہ و تفسیر یا سورتوں کے نوعیت والے تصانیف دستیاب ہوں ہیں کیونکہ ایک PDF میں اس کا مطالعہ مشکل ہوتا ہے تو ہم نے آسانی کے لیے ہر ایک پارے کے لیے الگ الگ بٹن بنایا ہے تاکہ قارئین کے لیے پڑھنے میں آسانی ہو باقی تمام نوعیت کے تصانیف مندرجہ ذیل ویب سائیٹ پر دستیاب ہوں گے۔ جو Goggle پر مزکورہ ویب سائیٹ میں سرچ کرنے سے یا ہمارے مندرجہ بالا app " مکتبۃ الاشاعت " کو پلے سٹور سے انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں سرچ کرنے سے ملیں گے۔ آسانی کے لیے ویب سائیٹ پر links ملاحظہ کیجئے۔ جزاکم اللہ

اعلان بَرَأت : ہماری ویب سائٹ سے شائع شدہ کسی بھی کی کتاب کی مضامین سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں ہم اسی کتب کے مضامین کے ذمہ دار نہیں کیوں کہ کتاب کا مصنف / مؤلف اس کا جواب دہ ہوتا ہے ہم مکمل طور پر ان سے دست بردار ہیں۔ ہم نے پہلے سے اسکین شدہ کتب / مضامین کو صرف بطور معلومات شئیر کئے ہیں جو ان کے کتب یا انٹرنیٹ سے لیے گئے ہیں جن کے ضروری حوالے بھی دیے گئے ہیں ان کو صرف بطور معلومات ہی پڑھا جائے یا ڈاون لوڈ کیا جائے باقی اختلافات / تشریحات کے لیے آپ کتاب کے مصنف / مؤلف سے رابطہ کریں۔

ویب سائیٹ maktabatulishaat.com (مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام)

روزانہ کی بنیاد پر ہم ویب سائیٹ اور پلے سٹور میں مزید تصانیف شامل کر رہے ہیں اور ان میں مزید بہتری لا رہے ہیں۔ نئے شامل شدہ تصانیف کے لئے آپ وقتاً فوقتاً ویب سائیٹ اور پلے سٹور کو چیک کیا کریں مزید بہتری کے لیے اپنے قیمتی تجاویز سے ہمیں ضرور آگاہ کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
امیر المومنین
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
پر اعتراضات
اور
ان کے جوابات
مؤلفہ:
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا
علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی رحمۃ اللہ علیہ
سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

اجمالی فہرست

جلد ہشتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ و العَاقِبَۃُ لِلمُتَّقِینَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ-

اَمَّا بَعدُ-

صحابہ کرامؓ کے بارے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے بہت احسن طریق سے محاسن بیان کیے اور ان کے کارناموں کو سراہا ہے۔ ان کے حق میں

- اُولٰئِکَ ھُمُ المُؤمِنُونَ حَقًّا
- اُولٰئِکَ ھُمُ المُتَّقُونَ.
- اُولٰئِکَ ھُمُ الصَّادِقُونَ.
- وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیکُمُ الاِیمَانَ وَ زَیَّنَہٗ فِی قُلُوبِکُم وَ کَرَّہَ اِلَیکُمُ الکُفرَ وَ الفُسُوقَ وَالعِصیَانَ.
- اُولٰئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُونَ فَضلاً مِّنَ اللّٰہِ وَنِعمَۃً وَاللّٰہُ عَلِیمٌ حَکِیمٌ.
- اُولٰئِکَ ھُم خَیرُ البَرِیَّۃِ.
- کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَ تَنھَونَ عَنِ المُنکَرِ وَ تُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ.
- اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ یَّتلُونَ آیَاتِ اللّٰہِ آنَاءَ اللَّیلِ وَھُم

يَسْجُدُونَ يُؤمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ يَأمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ .

- قَوْمٌ يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهُ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ أُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ.
- رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ.
- أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰاتٌ مِنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ.
- لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ رِزْقٌ كَرِيْمٌ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَاَجْرٌ كَرِيْمٌ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ آتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ.
- وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِي لَا يُشْرِكُوْنَ بِي شَيْئًا.

◆ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ.

◆ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ.

◆ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

◆ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ.

◆ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

وغیر ذلک من الآیات

جیسے ریمارکس دیئے اور اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے بڑھ کر سچا اور کون ہے۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ اور اسکی نازل کردہ کتاب قرآن مجید میں تغیر و تبدیل کا امکان ہی نہیں بلکہ وہ اس کی

حفاظت آپ ہی کرتا ہے۔ انّا نحنُ نزّلنا الذکرَ وانا لہ لحافظون و تمت کلمة ربک صدقا وعدلا . لا مبدل لکلماتہ. لا تبدیل لکلمات اللہ یہاں تک کہ خود نبی آخرالزماں ﷺ بھی اس میں ذرا سی بھی کمی بیشی نہیں کر سکتے۔ قل ما یکون لی ان ابدلہٗ من تلقاء نفسی ان اتبع الا مایوحیٰ الیّ.

اور اس قرآن شریف کے علاوہ آسمانی کتب الہیہ بھی تحریف سے مبرا نہیں رہیں یہود ونصاریٰ کے پیروں اور مولویوں نے اپنے پیٹ کی خاطر ان میں تحریف لفظی اور معنوی کی یُحرّفُونَ الکلِمَ عن مّواضعہٖ ثُمّ یُحرّفونَہٗ من بعدِ مَاعقلوہُ وَھُم یعلمُونَ. یَشترُونَ بعھدِ اللّٰہِ وَاَیمانِھِم ثمناً قلیلاً.

انسانی کتابیں تاریخی ہوں یا دوسری کیونکر قابل اعتماد ہو سکتی ہیں کہ قرآن کا مفہوم ان مدسوس و مدخول بہ کتب کے سہارے بے دردی سے بدل دیا جائے اور مغالطہ فی المراد دے کر بیچارے کم فہم مومنین کو دھوکے میں ڈالا جائے لَبِئسَ مَا کانُو ایعملُون خاص کر کے جو کتب تاریخ کتب احادیث کے مقابلہ میں دور فتن میں لکھ کر بیچارے نومسلم بھائیوں کو جو حدیث عہد بالکفر تھے بڑی پھرتی اور چالاکی سے علیحدگی میں خفیہ طریق سے پھسلاتے رہے اور احادیث صحیحہ مستندہ کے مقابل میں انہوں نے بھی احادیث کی کتابیں لکھ ماریں

تا کہ لوگ شکوک کی وادیوں میں بھٹکتے پھریں اور زہر پر میٹھا چڑھا کر کھلانا شروع کیا اور وہ زہر کھا کر لوگ مسموم ہو گئے

مگر بمطابق مثل مشہور لکل فرعون موسی (اے لکل مبطل محق) اللہ تعالی نے محض اپنے فضل وکرم سے اپنے حق دین کی بقاء کے لیے ورثاء انبیاء کرام کو اٹھا کھڑا کیا ولو کرہ الکافرون جنہوں نے حسب فرمان خداوندی وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ دعوت الی الخیر کا بیڑا اٹھایا تو حیدوَ مَاتَبِعَهُ مِنَ الْمَعْرُوفِ کا امر جاری رکھا اور جو غیر مسلم لوگ اسلام میں داخل ہو کر اسلام میں رخنہ اندازیاں کرنے میں لگے رہے اور غیر دین کو دین اور دین کو غیر دین بتا کر لوگوں کو بدراہ کیا ان کا تعاقب ان وارثان انبیاء کرام علیہ السلام نے خوب کیا تحریری طور پر بھی اور تقریری طور پر بھی لسانی طور پر بھی۔ اور جَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ کے مطابق انہیں پاک طینت ہستیوں کی محنت مشقت سعی سے ان ملحدوں کے مکروفریب پر مطلع ہو کر عوام کو آگاہ کیا اور ان کو سمجھایا کہ ان کے فریب میں نہ آنا

دوسرے ممالک میں جن علماء حق نے اس کام کو احسن طریق سے نبھایا ملک ہند کے علماء حق بھی ان سے کسی طرح پیچھے نہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمدؒ سرہندی نے تن من دھن کی بازی لگا کر جان جوکھوں میں ڈال کر باطل مذاہب کا جو مقابلہ کیا ہے وہ کسی لکھے پڑھے سے مخفی نہیں ہے اس کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ وشاہ عبدالقادر رحمہ اللہ وشاہ رفیع الدین رحمہ اللہ و شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ بن شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ بن شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور شاہ محمد اسحٰق رحمہ اللہ بن شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی تحریراً اور تقریراً اور تدریساً لساناً وسناناً اشاعت مذہب حق اور ابطال مذاہب باطلہ میں ساری زندگی وقف کر دی۔ حتیٰ کہ بعض کو اپنے وطن مالوف کو خیر آباد کہنا پڑا اور ہجرت کر کے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ چلے گئے۔

پھر انہی کے حکم سے مصائب سہتے ہوئے ان کے تلامذہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ اور مرشدی مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ اور مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور سید محمد انور شاہ رحمہ اللہ اور مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ اور سید مرتضیٰ حسن رحمہ اللہ اور امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ شکر اللہ سعیھم نے دین حق کی صحیح ترجمانی کی۔ اور باطل کے پجاریوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان سانپوں کا سر کچلا الحمد للہ علی ذلک۔ پھر ان کے جانشین

مولانا قریشی دوست محمد صاحب و مولانا قائم الدین و شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ اور مولانا محمد طاہر پنج پیری رحمۃ اللہ اور قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ اور قاضی نور محمد رحمۃ اللہ اور مولانا عبدالعزیز سہالویؒ اور مولانا عبدالرؤف رحمۃ اللہ اور سید عطاء اللہ بخاری رحمۃ اللہ کو ہم اپنی ان آنکھوں سے دیکھتے رہے ہیں کہ ابطال باطل میں ماریں کھائیں جیلیں کاٹیں گالیاں مول لیں مگر اپنا یہ مشن نہیں چھوڑا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پیاروں کو اپنی طرف بلا لیا شکر اللہ سعیہم۔

اسلام پر دھبہ لگانے والے اور اعتراض کرنے والے اور شارع علیہ السلام اور ان کے بالواسطہ اپنے پیارے اور مخلص سرفروش اور صحبت میں رہ کر فیض حاصل کرنے والی بزرگ ہستیوں پر پھبتیاں کسنے والے اس زعم میں نہ رہیں کہ ہمارے کام میں رکاوٹ ڈالنے والے تو چل بسے، اب میدان صاف ہے اب ہم اپنی من مانی کرنے میں آزاد ہیں۔ اس لیے کہ بفضلہٖ تعالیٰ ان لوگوں کا سر توڑ جواب دینے والے اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک انشاء اللہ العزیز موجود رہیں گے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ او کما قال

آمدم برسر مطلب

روافض نے ۱۲ سو سال سے اودھم مچا رکھا ہے اور قرآن وسنت اور ان کے محافظوں پر لعن طعن کرنے میں رات دن ایک کر رکھا ہے۔ ایک موقعہ پر علماء حق کی دندان شکن تقریر سے لاجواب ہو جاتے ہیں تو شرماتے نہیں بلکہ وہی اعتراض دوسرے مقام پر بیان کریں گے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ پہلے مناظرہ والی شکست کا ان لوگوں کو کیا علم تھا۔ ڈینگ مارتے ہیں کہ ہم نے فلاں مقام پر مناظرہ کیا تھا مگر ہمارا مخالف مبہوت اور لاجواب ہو گیا اور ساتھ ہی اشتہار چھاپ دیے کہ فلاں مقام پر فلاں مولوی نے شکست کھائی ہے اور اپنے ہم خیال چوہدریوں، رئیسوں، امیروں، لینڈ لارڈوں کو چرب زبانی سے اپنے ساتھ ملا لیا اور ان سے تحریری دستخط لے لیے یا ان کی زبان سے مجلس خاص میں اعلان کرا دیا کہ میں اس مناظرہ سے پہلے غلط مسلک پر تھا اب مجھ پر حق واضح ہو گیا ہے۔ اس لیے میں پہلے مسلک سے تائب ہوتا ہوں اور اب یہ مسلک صحیح سمجھ کر اسی پر تادمِ زیست قائم رہوں گا۔

اور یہ سب کچھ اس لیے کرتے ہیں تاکہ بھولے بھالے مسلمان اس سے متاثر ہو کر اپنا پہلا مسلک چھوڑ کر ہمارے مسلک پر آ جائیں۔

قرآن مجید میں ان کے اسلاف یہود کا یہی انداز بیان فرمایا وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ الآیہ جس انداز کو ان لوگوں نے اب تک ترک نہیں کیا۔

بہر کیف ہندو، پارسی، آریہ، مجوسی، دہری، مسیحی اور یہودی اگر قرآن واسلام پر اعتراض کرتے ہیں تو معدودے چند جاہلوں کے سوا کسی پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔

سب سے زیادہ زہریلا اثر ان لوگوں کا ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں کلمہ پڑھتے ہیں اور اپنے زہد وتقویٰ کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ حربہ محض عوام کو پھسلانے کے لیے کرتے ہیں۔ اس طرح بہت لوگ ان کے دامِ تزویر میں پھنس جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے کید (مکر) سے بچائے۔

ان کے بہت سے مکر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" میں بیان فرمائے ہیں اور صحابہ کرام پر ان کے گھڑے ہوئے طعنوں کا ایسا دندان شکن جواب دیا جس کا انہوں نے آج تک جواب نہیں دیا اور نہ قیامت تک جواب دے سکتے ہیں۔ مگر ایک مشہور مثل ہے کہ "ملا آن باشد کہ چپ نہ شود" یہ لوگ مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے لیے محفلوں میں ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں مگر علماء حق ان کا دندان شکن جواب مسلسل دیتے رہتے ہیں، ماریں کھا لیتے

ہیں، گالیاں سہہ لیتے ہیں، جیلوں کی بند کوٹھریوں میں رہ لیتے ہیں، ان کے کوڑے کی مار برداشت کر لیتے ہیں جان جائے تو جائے ایمان نہ جائے۔ ایمان جان سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں کو استقامت اور ربط قلب نصیب فرمائے اور ایمان پر ہی خاتمہ کرے۔ اِنَّمَا الْعِبْرَۃُ بِالْخَوَاتِیْم۔

اعتراضات تو بہت سے ہیں۔ مگر ان میں سے ایک اعتراض کا جواب کسی نے میری طرف سے بذریعہ خط مانگا ہے جو حضرت امیر المؤمنین معاویہ بن ابی سفیانؓ کے بارے میں ہے۔ اور وہ یہ ہے

سوال نمبرا

بعض کتب اہل تشیع میں لکھا ہے کہ امیر معاویہؓ نے عائشہ زوج النبی ﷺ کو دعوت کے بہانے بلایا اور مقام دعوت میں کنواں کھود ا۔ اور اوپر کی جگہ ہموار کر کے خوب سجادی اور اوپر چار پائی بچھادی اور پھر ام المومنین کو بلا کر چار پائی پر بیٹھنے کو کہا سوام المومنینؓ نے جونہی چار پائی پر پاؤں رکھا چار پائی سمیت کنوئیں میں جا گریں اور اوپر سے پتھروں کی بوچھاڑ کی گئی اور کنوئیں کو پتھروں اور مٹی سے اٹ دیا گیا۔ کیا یہ واقعہ صحیح ہے یا یونہی من گھڑت اور دشمنوں کے ذہن نانجار کی ایجاد للفساد ہے بینوا توجروا

المستفتی محمد اقبال

الجواب بالصواب بعون الملک الوہاب

حضرت امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیانؓ صحابی بن صحابی ہیں۔ خاندان بنی امیہ کے چشم و چراغ تھے یعنی خالص عرب تھے۔ عرب میں جس قدر اوصاف حمیدہ ہوتے تھے وہ اوصاف تمام کے تمام علی الوجہ الاکمل پائے جاتے تھے۔

اور مندرجہ بالا سوال میں جس قسم کی رذیل اور کمینی حرکت کا ذکر کیا گیا ہے اس قسم کی حرکت عرب قوم کا دماغ ایجاد نہیں کرتا۔ ایسی دغا بازی خداع اور دھوکہ بازی کی تولید ایرانی اور عجمی دماغ ہی کر سکتا ہے

پھر تاریخ نے اس نازیبا حرکت کے نہ تو وجوہ واسباب اور علل بتائے اور نہ ہی اس کا کچھ پسِ منظر بتایا کہ پھر اس کا ردِ عمل کیا ہوا۔

پھر امیر المؤمنین معاویہ بن ابی سفیانؓ کے دورِ خلافت میں کوئی ایسے ناگوار حالات بھی پیدا نہیں ہوئے تھے جن کی وجہ سے ایسی رذیل حرکت حضرت معاویہؓ سے سرزد ہوتی۔

بلکہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین معاویہؓ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ ام المؤمنین! میرا برتاؤ آپ کے ساتھ کیسا ہے؟

تو حضرت ام المؤمنینؓ بولیں کہ ٹھیک ہے۔

ایک دفعہ حضرت امیر المؤمنین معاویہ بن ابی سفیانؓ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ حبیبہ حبیب رب العالمینؐ کو خط لکھا کہ ام المؤمنین! مجھ کو مختصر سی نصیحت کیجیے۔ تو حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہؓ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

"السلام علیکم اما بعد میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص انسانوں کی ناراضمندی کی پرواہ نہ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کریگا اللہ تعالیٰ انسانوں کی رضامندی کے نتائج سے اس کو محفوظ رکھے گا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو ناراضمند کر کے انسانوں کی

ناراضامندی کا طلب گار ہوگا ، اللہ تعالی اس شخص کو انسانوں کے ہاتھ میں سونپ دے گا والسلام علیک"

اب فہیم آدمی ایسے واقعہ کی تردید اپنی سمجھ سے بھی کر سکتا ہے ۔کم از کم اتنا تو کہہ سکتا ہے کہ عقل نہیں مانتی کہ صحابی رسول ﷺ کے دور میں اس قسم کا واقعہ ہوا ہو۔اور صحابہ کرام یہ واقعہ دیکھ کر خاموش بیٹھے رہے ہوں۔

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی (دور حاضر کے مورخ) نے اپنی کتاب "سیرہ عائشہ صدیقہؓ" کے ص ۱۵۳ میں بعنوانِ "وفات" حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی وفات حسرت آیات کا اصل واقعہ طبقات محمد بن سعد کی جز ءنساء صفحہ ۵۱ کے حوالے سے اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

"امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آخری حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا اخیر زمانہ ہے،اس وقت ان کی عمر سڑسٹھ برس کی تھی۔

۵۸ھ میں رمضان کے مہینہ میں بیمار پڑیں، چند روز تک علیل رہیں،کوئی خیریت پوچھتا،فرماتیں،اچھی ہوں، جو لوگ عیادت کو آتے، بشارت دیتے،فرماتیں"اے کاش! میں پتھر ہوتی ،اے کاش! میں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی"

حضرت ابن عباس نے اجازت چاہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کو تامل ہوا کہ وہ آ کر تعریف نہ کرنے لگیں، بھانجوں نے سفارش کی، تو اجازت دے دی۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا" آپ رضی اللہ عنہا کا نام ازل سے ام المؤمنین تھا۔ آپ آنحضرت ﷺ کی سب سے محبوب بیوی تھیں، رفقاء سے ملنے میں اب آپ کو اتنا ہی وقفہ باقی ہے کہ روح بدن سے پرواز کر جائے۔ خدا نے آپ ہی کے ذریعہ تیمم کی اجازت فرمائی۔ آپ کی شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں جو اب ہر محراب و مسجد میں شب و روز پڑھی جاتی ہیں۔"

فرمایا: ابن عباس! مجھے اپنی تعریف سے معاف رکھو، مجھے یہ پسند تھا کہ میں معدوم محض ہوتی۔

ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔

۵۸ھ تھا اور رمضان کی ۱۷ تاریخ مطابق ۱۳ جون ۶۷۸ء تھی کہ نماز وتر کے بعد شب کے وقت وفات پائی، ماتم کا شور سن کر انصار اپنے گھروں سے نکل آئے، جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔

ذرا آگے چل کر لکھا

حضرت ابو ہریرہؓ ان دنوں مدینہ کے قائم مقام حاکم تھے، انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی، قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ، عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن عتیق، عروۃ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ

بھتیجوں اور بھانجوں نے قبر میں اتارا اور حسبِ وصیت جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

سید صاحب نے حاشیہ میں لکھا:

تمام واقعات حاکم کی مستدرک سے ماخوذ ہیں۔ حاکم نے ان میں سے اکثر روایتوں کی نسبت لکھا ہے کہ علی شرط الصحیحین ہیں۔ یعنی روایت کی جن جن شرطوں کو ملحوظ رکھ کر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے روایت کی ہے وہی وہی شرطیں ان روایات میں بھی پائی جاتی ہیں۔

ان مستند اور صحیح روایات سے اصل واقعہ صحیح صحیح حق حق کھل کر سامنے آ گیا آپ کی مرض الوفاۃ کا سنہ اور وفاۃ کی تاریخ، مع، ماہ، سال، مقامِ وفاۃ اور نمازِ جنازہ مع تعیینِ امام، اور مقامِ دفن، اور قبر میں اتارنے والے بھتیجوں، اور بھانجوں کے نام، اور تعداد سب محقق طریق سے ثابت ہو گئے۔ بخلاف اس واقعہ کے جو سوال میں درج ہے کہ اس میں کوئی ذکر نہیں کہ اس قسم کے حالات کب کہاں اور کیونکر پیدا ہوئے اور دعوت کس جگہ کی گئی اور ایسے ناگزیر حالات میں حضرت عائشہؓ جیسی، فہیمہ، زکیہ، عقیلہ، مجتہدہ، مدبرہ نے امیر معاویہؓ کی دغابازی دھوکہ دہی کی اطلاع پا کر اس کی دعوت کیوں کر قبول کر لی جب کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی معصوم زبان سے یہ فرمان بھی سن رکھا ہو کہ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ

پھر ام المومنین کے ساتھ اس قدر ذلیل حرکت ہونے کے بعد بھی تمام اسلامی مملکت کے مسلمانوں کا خاموش بیٹھے رہنا خاص کر بھتیجوں بھانجوں کی خاموشی بہت ہی تعجب انگیز ہے۔

ابو عبداللہ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ حضرت امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیانؓ کئی کئی لاکھ کی رقم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ و دیگر امہات المومنین کو بطور عطیہ کے پیش فرمایا کرتے تھے۔ اور اگر ان پر کبھی قرض ہو جاتا تو وہ بھی حضرت امیر المومنین معاویہ ؓ خود ہی ادا کر دیتے تھے۔

ایک دفعہ ایک لاکھ کی مالیت کا گلوبند امیر المومنین معاویہ ؓ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کو ارسال کیا جسے ام المومنین نے بخوشی قبول فرمایا۔ حوالے کے لیے دیکھو حافظ ابن کثیرؒ کی کتاب البدایہ والنہایہ۔

سوال نمبر۲

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا" تمہارے جسم سے مجھے بدبو آتی ہے۔ تمہاری اولاد، ہماری اولاد کے ساتھ ظلم کرے گی۔

الجواب بالصواب بعون الملک الوہاب

ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب الموضوعات الکبیر ص ۱۰۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی میں لکھا ہے۔

ومن ذلك الأحاديث في ذَمِّ معاوية وَ ذَمِّ عَمْرِو بنَ العَاص و ذَمِّ بَنِي أُمَيَّةَ و مدح المنصور والسفاح۔ و كَذَا ذَمِّ يَزِيدُ وَالوَلِيدِ مَرْوَانَ بن الحكم الى آخر ماقال یعنی اسی موضوع اور من گھڑت باتوں کے قبیل سے وہ حدیثیں بھی ہیں جو حضرت امیر المؤمنین معاویہؓ اور عمرو بن العاص جو خلیفہ عباسی منصور اور سفاح کی مدح سرائی میں وضع کی گئی ہیں اور تمام وہ حدیثیں بھی موضوع اور من گھڑت ہیں جو یزید بن معاویہ اور ولید اور مروان بن الحکم کے بارے گھڑی گئی ہیں۔

اور سوال میں جو مذمت نقل کی گئی ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے جو کسی عدو اللہ نے دشمنی میں یہ بات گھڑی ہے جس کا تصور ہی کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔

سوال نمبر۳

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ ؓ جب پیشاب پر بیٹھے تو عضو تناسل (عضو مخصوص) کو کاٹ ڈالا۔ حکیم کے پاس علاج کے لیے گئے تو حکیم نے کہا کہ اس کا علاج شادی ہے۔ آپ کے جسم اطہر پر دانے نکل آئے۔ آپ نے مجبور ہو کر شادی کی۔

الجواب بالصواب بعون الملک الوہاب

یہ بھی بے سند واقعہ کسی عابد المذاکیر و الفروج کا گھڑا ہوا ہے۔ کسی حدیث و آثار کی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں اور اسماء الرجال کی کتب کا دامن بھی اس خبیث قصے سے پاک ہے۔

فائدہ   بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ معاویہ کے معنے کیا ہیں؟ کوئی علم ادب کا مبتدی طالب علم اپنی کم علمی کے سبب غلط معنے بیان کر دے تو بغلیں بجاتے ہیں اور خوب ہنستے ہیں اور تالیاں بجاتے اور لوٹ پوٹ ہوتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ معاویہ باب مفاعلہ سے اسم فاعل ہے جس کے اخیر میں ۃ مبالغہ کی بڑھائی گئی ہے۔ جیسے علامۃ کے آخیر میں ۃ مبالغہ کی بڑھائی گئی ہے۔ مادہ اس کا عوی ہے (ع وی لَفیف مَقرون) اس کے معنے جب مجرد کے باب میں استعمال ہوتا ہے (عَوی یعوی

عبا) تو اس کے معنے ہیں "بھونکنا" جیسے ایک شاعر نے انشاد کیا۔

جزی ربہ عنی عدی بن حاتم

جزاءَ الکلاب العاوِیات وَقد فعل

یعنی عدی بن حاتم کو (والعیاذ باللہ) اس کا رب میری طرف سے اس طرح سزا دے جس طرح بھونکنے والے کتوں کو سزا دی جاتی ہے۔ اور اس کے رب نے اس کے ساتھ ایسا ہی کر بھی دیا۔

لیکن جب یہ مادہ (ع.و.ی) باب مفاعلہ میں استعمال کیا جاتا ہے تو پھر اس کے معنے بھونکنے کے نہیں رہتے کیونکہ اصول ہے کہ زیادۃُ اللفظ تفید زیادۃ المعنے یعنی لفظ سے بڑھنے سے معنے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ تو اسی طرح یہاں باب مفاعلہ کے الف بڑھنے سے معنے بھی بڑھ گئے۔ یعنی جب مجرد تھا تو لازم تھا اب جب ثلاثی مزید باب مفاعلہ میں استعمال ہوا تو متعدی ہو گیا۔ یہ معنے بھونکانا (یعنی کتوں کو بھونکانا) اہل لغت نے بھی یہی معنے لکھے ہیں چنانچہ المنجد ص ۵۳۹ میں ع وی مادہ کے تحت لکھا ہے عاوی معاواۃُ الکلاب: صایحھا یعنی اس نے کتوں کو بھونکایا۔ اب اس باب سے اور کئی الفاظ ایسے لغت عرب میں مستعمل ہیں۔

جیسے عاجز (ثلاثی مجرد سے اسم فاعل) کے معنے ہیں ہارنے والا اور معاجز (ثلاثی مزید باب مفاعلہ سے اسم فاعل) کے معنے ہیں دوسرے

علمبردار مقرر کیا گیا۔

- وفاتِ یزید بن ابی سفیان کے بعد حضرت عمرؓ نے آپؓ کو شام کا گورنر مقرر کیا
- آپؓ عہدِ عثمانی میں شام اور اردن کے گورنر بنائے گئے۔
- آپؓ کے حق میں رسول اللہ کی دعا تھی۔ اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً
- یکم محرم ۱۹ ہجری کو آپؓ امیر بنائے گئے۔
- حضرت حسنؓ بن علیؓ نے بھی خلافت ان کے سپرد کر دی تو آپؓ باجماعِ امت امیر المومنین ہو گئے۔
- آپؓ ۲۱ ربیع الاول ۴۱ھ سے ۲۲ رجب ۶۰ھ (۱۹ برس ۵ ماہ ایک دن) ۶۴ لاکھ ۵۵ ہزار مربع میل پر خلیفہ رہے۔
- آپؓ کے دورِ خلافت میں کابل، قندھار، خضدار، قزدان، طخارستان، غزنی، زرنج، کوہستان، سندھ کے قریب دجوار کے علاقے اور روم کے زیرِ تسلط علاقے، جزیرہ ارواد، جزیرہ قبرص، قسطنطنیہ، روڈس (سسلی) صیداء، افریقہ جلیل، و بیروت پر حکومت رہی۔

تسلیۃ الطالب

فی دفاع

ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ

از قلم

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا

علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی مدظلہ العالی

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

تسلیۃ الطالب فی دفاع ثعلبۃ بن حاطب

سوال: قرآن مجید کی آیات مبارکہ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ ... (۹: ۷۵-۸۸) کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے مفسرین تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیاتِ مبارکہ ایک منافق ثعلبۃ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، جس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے حق میں دولت مند ہوجانے کی دُعا فرمادیجیے' آپؐ نے فرمایا کہ: ثعلبہ! تھوڑی چیز جس پر تُو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے' اُس بہت چیز سے اچھی ہے جس کے حقوق ادا نہ کرسکے۔ اُس نے پھر وہی درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! کیا تجھے پسند نہیں کہ میرے نقشِ قدم پر چلے؟ آپؐ کے انکار پر اس کا اصرار بڑھتا رہا۔ اس نے وعدہ کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو مال دے گا تو میں پُوری طرح حقوق ادا کروں گا۔ آخر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی۔ اس کی بکریوں میں اس قدر برکت ہُوئی کہ مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں رہنے کی ضرورت پڑی اور اتنا پھیلاوا ہُوا کہ ان میں مشغول ہوکر رفتہ رفتہ جمعہ و جماعات بھی ترک کرنے لگا۔ کچھ دنوں بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے محصل پہنچے تو کہنے لگا کہ زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن معلوم ہوتی ہے۔ دو ایک دفعہ ٹلا کر آخر زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کردیا۔ اس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: وَیْحَ ثعلبہ کہ ثعلبہ پر سخت افسوس ہے۔ اور یہ آیات نازل ہُوئیں، جب اس کے بعض اقارب نے اس کی خبر پہنچائی تو بادلِ ناخواستہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہُوا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع فرمادیا ہے۔ یہ سُن کر اس نے بہت ہائے واویلا کی۔ کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زکوٰۃ قبول نہ فرمانا اس کے لیے بڑی عار کی بات تھی۔ بدنامی کے تصور سے سر پر خاک ڈالتا تھا مگر دل میں نفاق چھپا ہُوا تھا۔ الخ

○ اس کے باوجود بعض کتبِ تفسیر میں لکھا ہے کہ ثعلبۃ بن حاطب بدر اور اُحد میں حاضر تھے۔ جبکہ بدری صحابہؓ کے بارے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معصوم زبانِ مبارک سے جنت کی بشارت دی ہے۔ جیساکہ مسند احمد میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لن یدخل النار رجل شهد بدرا والحدیبیة (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۲)

کہ بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہونے والا آدمی کبھی دوزخ میں نہ جائے گا۔

○ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ثعلبہ مذکور بدر میں حاضر ہوئے یا نہیں؟ اور اگر یہ بدری صحابہؓ میں شامل ہیں تو محولہ بالا قرآنی آیات کے شانِ نزول میں زکوٰۃ سے انکار کرنے والا منافق بھی یہی بدری صحابی کس طرح ہوسکتا ہے؟

(مولانا حافظ ولی سید ' دارالقرآن لاشاعۃ التوحید والسنۃ' کالوخان صوابی)

جواب: سیدنا ثعلبۃ بن حاطب بن عمرو بن عبید بن امیۃ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف انصاری اوسی رضی اللہ عنہ بدر اور اُحد میں حاضر موجود تھے جیساکہ:

① علامہ محمد بن سعد نے الطبقات الکبرٰی ج ۳ ص ۴۶۰ میں' ② علامہ ابن حبان نے الثقات ج ۳ ص ۳۶ میں' ③ علامہ ابوالقاسم طبرانی نے معجم کبیر ج ۲ ص ۸۷ و ۸۸ میں' ④ علامہ ابن عبدالبر نے الاستیعاب ج ۱ ص ۲۰۰ بر ہامش اصابہ میں' ⑤ علامہ ابن حزم نے جمھرۃ انساب العرب ص ۳۳۴ میں' ⑥ علامہ واقدی نے مغازی الواقدی ج ۱ ص ۱۵۹ میں' ⑦ علامہ ابن الاثیر نے اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۸۳ و ۲۸۵ میں' ⑧ علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۱۹ میں' ⑨ علامہ ذہبی نے تجرید اسماء الصحابہ ج ۱ ص ۶۶ میں' اور ⑩ علامہ ابن سید الناس نے عیون الاثر ج ۱ ص ۲۷۵ میں تحریر فرمایا ہے۔ اسی طرح ⑪ ابن مندہ ⑫ ابونعیم ⑬ محمد بن اسحٰق' اور ⑭ موسیٰ بن عقبہ نے بھی سیدنا ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا شمار بدری صحابہؓ میں کیا ہے۔

○ اور دُوسری طرف اکثر مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ آیات مبارکہ ثعلبۃ بن حاطب کے حق میں ہی نازل ہوئی ہیں۔ مثلاً: ① تفسیر جلالین ② تفسیر جامع البیان برجلالین

③ تفسیر بیضاوی ④ تفسیر مدارک ⑤ تفسیر خازن ⑥ تفسیر بغوی ⑦ تفسیر طبری ○ تفسیر ابن کثیر ○ تفسیر ابوالسعود ○ تفسیر رازی ○ تفسیر تیسیر الرحمٰن' ○ تفسیر کشاف' اور ○ تفسیر واحدی وغیرہم۔ اسی طرح اُردو مترجمین میں سے ○ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی ○ مرزا حیرت دہلوی ○ ڈپٹی نذیر احمد ○ علامہ شبیر احمد عثمانی ○ مفتی محمد شفیع دیوبندی ○ عبدالماجد دریا بادی ○ احمد رضا خان بریلوی ○ امیر علی ملیح آبادی ○ وحیدالزمان وغیرہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ یہ آیات مبارکہ ثعلبۃ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئیں۔

○ لیکن بعض مفسرین نے اس قول سے اتفاق نہیں کیا۔ بلکہ انھوں نے اس کے اور کئی اسباب بیان کیے ہیں۔ مثلاً:

○ بعض نے کہا ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب بعض وہ منافق ہیں جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرکے اس کی خلاف ورزی کرتے تھے' جیسا کہ احکام القرآن للکیا ہراسی ج ۴ ص ۱۰۰ میں ہے۔

○ بعض نے کہا کہ اس آیت کے نزول کا سبب ثعلبۃ بن ابی حاطب ہے جو کہ بدری نہیں' بلکہ "وہ ان منافقین میں سے تھا' جنھوں نے مسجد ضرار بنائی تھی' جیسا کہ صاحب المغازی محمد بن اسحاق کے حوالے سے حضرت حافظ ابن حجر نے الاصابہ ج ۱ ص ۱۹۸ میں تحریر فرمایا ہے۔

○ بعض نے کہا کہ ان آیات کے نزول کا سبب حاطب بن ابی بلتعہ ہے۔ جیسا کہ کیا ہراسی نے احکام القرآن ج ۴ ص ۱۰۰ میں دیگر اقوال کے ساتھ ساتھ ایک یہ قول بھی نقل کیا ہے۔ نیز حضرت امام رازی نے بھی یہ قول نقل کیا ہے۔

○ بعض نے کہا کہ ان آیات کے نزول کا سبب متعب بن قشیر ہے۔ جیسا کہ زاد المسیر لابن الجوزی ج ۳ ص ۴۷۲، و تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۰۹ میں ہے۔

○ بعض نے کہا کہ ان آیات کے نزول کا سبب نبتل بن الحارث ہے۔ جیسا کہ زاد المسیر و قرطبی میں منقول ہے۔

○ بعض نے کہا کہ ان آیات کے نزول کا سبب جد بن قیس ہے۔ (قرطبی)

- بعض نے کہا کہ کوئی (نامعلوم) انصاری اس آیت کے نزول کا سبب ہے، جس نے عہد کرکے ایفا نہ کیا تھا۔ (قرطبی ج ۸ ص ۲۰۹)
- تاہم اکثریت کا کہنا یہی ہے کہ ان آیات کے نزول کا سبب ثعلبۃ بن حاطب ہیں۔ مگر اس اکثری قول کی تصحیح کسی نے نہیں کی۔ بلکہ بڑے بڑے محققین نے اس کی تردید کی ہے۔ مثلاً:
- حضرت علامہ حافظ ابن حجر نے تحریر فرمایا کہ حضرت ثعلبۃ بن حاطب کے بارے میں جو یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۱۹۸)
- نیز تخریج احادیث الکشاف میں ثعلبۃ بن حاطب کے متعلق اس روایت کے متعلق آپ نے فرمایا: ضعیف جدًا کہ یہ پرلے درجے کی ضعیف روایت ہے۔
- نیز فتح الباری میں آپ نے فرمایا: ضعیف لا یحتج بہ کہ ثعلبۃ بن حاطب کے بارے میں یہ روایت اس قدر ضعیف ہے کہ اس کو دلیل نہ بنایا جائے۔
- حضرت علامہ ذہبی نے فرمایا کہ ثعلبۃ بن حاطب کے بارے میں یہ قصہ منکر ہے' یعنی ثقہ راویوں کے خلاف ہے۔ (تجرید اسماء الصحابہ ج ۱ ص ۶۶)
- حضرت علامہ بیہقی نے فرمایا کہ سیدنا ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ قصہ باطل ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۸۹)
- حضرت علامہ ابن عبد البر نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ سیدنا ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ مانع زکوۃ تھے' اور یہ آیات ان کے بارے میں اتری ہیں' تو اس کا یہ قول درست نہیں۔ (الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۱۲۲ و ۱۲۳)
- حضرت علامہ سیوطی نے لباب النزول میں تحریر فرمایا ہے کہ جس روایت میں یہ آیا ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیاتِ مبارکہ سیدنا ثعلبۃ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی ہیں' اس کی سند ضعیف ہے۔
- نیز آپ نے فرمایا کہ اس آیت کے نزول کا سبب سیدنا ثعلبۃ بن حاطب نہیں' وہ کوئی اور ہی ہے۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۶۱)

- حضرت علامہ مناوی نے جامع صغیر کی شرح میں اس روایت کو باطل اور بے بنیاد قرار دیا ہے۔
- حضرت علامہ قرطبی نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ آیت ثعلبۃ بن حاطب کے بارے میں اتری ہے اور یہ کہ وہ نعوذ باللہ مانع زکوٰۃ تھے، تو اس شخص کا یہ قول صحیح نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۱۰)
- حضرت علامہ ابن حزم ظاہری نے بھی یہی فرمایا ہے کہ حضرت ثعلبۃ بن حاطب کی وجہ سے اس آیتِ مبارکہ کے نازل ہونے سے متعلق حدیث باطل ہے۔ جیسا کہ ج ۱۱ ص ۲۰۷ و ۲۰۸ میں ہے۔

اس حدیث کی سند

تفسیر طبری اور تفسیر ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۷ میں کئی سندوں کے ساتھ اس آیت کا شانِ نزول بیان کیا گیا ہے۔ اور ان میں سے ایک سند اس طرح ہے:
حدثنی محمد بن سعد قال حدثنی ابی قال حدثنی عمی قال حدثنی ابی عن ابن عباس۔ اس سند میں محمد بن سعد نے بتلایا ہے کہ یہ بات مجھے میرے والد صاحب نے بتلائی تھی۔ جبکہ ان کے والد کا نام سعد بن محمد بن الحسن بن عطیۃ بن سعد بن جنادۃ ابوجعفر عوفی ہے۔ اور یہ روایت ان کی خاندانی روایت ہے۔

- یعنی محمد بن سعد نے اپنے والد سے، اور انھوں نے اپنے چچا یعنی حسین بن الحسن بن عطیہ ابوعبداللہ عوفی سے، اور انھوں نے اپنے والد یعنی حسن بن عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی جدلی کوفی سے یہ روایت سُنی۔ اور خیر سے یہ سب چاچے باپے اہلِ علم کے نزدیک مجروح ہیں۔ مثلاً:

- محمد بن سعد کے والد سعد بن محمد بن الحسن بن عطیہ ابوعبداللہ عوفی کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ یہ فرقہ جہمی کا مُبتدع ہے۔ اور یہ شخص اس قابل ہی نہیں کہ اس کی روایت کردہ حدیث کو لکھا جائے۔ (لسان المیزان ص ۱۸/۳)
- پھر سعد بن محمد کے اُستاذ کا نام حسین بن الحسن بن عطیہ ابوعبداللہ عوفی ہے، اور یہ

سعد بن محمد کے چچا بھی ہیں۔ ان کے متعلق بھی محقق علما، کچھ اچھی رائے نہیں رکھتے۔ مثلاً:

- حضرت امام یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے کہ اس سے روایت کردہ حدیث لکھی جائے۔
- حضرت امام ابن حبان اور ابن عدی نے فرمایا کہ یہ شخص ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جس کا متابع اور کوئی نہ ہو۔
- نیز آپ فرماتے ہیں کہ یہ شخص حدیثوں کو اُلٹ پلٹ کر کے بیان کرتا تھا۔
- نیز آپ فرماتے ہیں کہ یہ شخص بارہا مرسل حدیثوں کو مرفوع کر دیا کرتا، اور موقوف کو مسند بیان کر جاتا تھا۔ اس لیے اس کی بیان کردہ حدیث کو دلیل میں پیش کرنا جائز نہیں۔
- حضرت امام ابن معین نے یہ بھی فرمایا کہ ابو عبداللہ عوفی جس طرح قضا میں ضعیف ہے اسی طرح حدیث میں بھی ضعیف ہے۔
- اسی طرح حضرت امام نسائی، اور ابو حاتم رازی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔
حضرت امام جوزجانی نے فرمایا کہ ابو عبداللہ عوفی واہی الحدیث ہے۔
- ان اکابر نقاد محدثین کے علاوہ خود محمد بن سعد نے بھی اپنے دادا استاذ اور اپنے باپ کے چچا ابو عبداللہ عوفی کو ضعیف فی الحدیث کہا ہے۔
- پھر ابو عبداللہ عوفی کے استاذ کا نام حسن بن عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی جدلی کوفی ہے، جو کہ ابو عبداللہ عوفی کے والد بھی ہیں۔ اکثر نقاد محدثین کرام نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ دیکھیے: التاریخ الکبیر للبخاری ج ۲ ص ۳۰۱ و الجرح والتعدیل و المجروحین ج ۱ ص ۲۳۴ و ۲۸۲ و میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۰۳ و سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۳۹۶ و تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۹۴ و تقریب التہذیب ج ۱ ص ۱۶۸۔
- نیز امام ابن حبان نے فرمایا کہ اس کا ترک کرنا واجب ہے۔
- نیز امام ابو حاتم رازی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔
- پھر حسن بن عطیہ کے استاذ اور والد کا نام ابوالحسن عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی ہے۔ گو کہ یہ صدوق تھا، مگر کثرت سے غلطیاں کرنے کا عادی تھا۔ اس کے

ساتھ ساتھ مدلس اور شیعہ بھی تھا۔

- حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ابوالحسن عوفی ضعیف الحدیث ہے۔
- اسی طرح حضرت ہشیم، ثوری اور ابن معین بھی اس کی روایت کی ہُوئی حدیث کو ضعیف کہتے تھے۔
- اسی طرح حضرت امام نسائی نے بھی ابوالحسن عوفی کو ضعیف قرار دیا ہے۔
- حضرت امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ الحسن عوفی معتمد علیہ آدمی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ شخص قصداً تدلیس سے کام لیتا تھا، اس لیے اس کی بیان کردہ حدیث کو دلیل میں پیش کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کی حدیث کو لکھنا بھی جائز نہیں۔
- یاد رہے کہ "ایک تو کڑوا کریلا دُوسرے نیم چڑھا" کے مصداق ابوالحسن عوفی کوفی ضعیف اور مدلس ہونے کے ساتھ ساتھ کوفہ کے رہنے والے شیعوں میں سے تھا۔

تفصیل کے لیے دیکھیے: کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۳ ص ۳۵۹ و المجروحین ج ۲ ص ۱۷۹ و الکامل ج ۵ ص ۲۰۰۷ و میزان الاعتدال ج ۳ ص ۷۹، و سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۳۲۵ و تہذیب التہذیب ج ۔ ص ۲۲۴ و تقریب التہذیب ص ۲۹۵۔

اب چونکہ ابوالحسن عوفی سمیت زیرِ بحث روایت کے چاروں راوی ضعیف ہیں، اس لیے دُنیا بھر کے تمام مفسرین بھی اگر اس روایت کو نقل کر ڈالیں تب بھی قابلِ استدلال نہیں ہو سکتی۔

اس روایت کی دُوسری سند

مذکور بالا سند کے علاوہ یہ روایت ایک دُوسری سند سے بھی مروی ہے۔ فنوہذا:
حدثنی المثنی قال حدثنا ہشام بن عمار قال حدثنا محمد بن شعیب قال حدثنا معان بن رفاعۃ السلمی عن ابی عبد الملک علی بن یزید الالہانی انہ اخبرہ عن ابی امامۃ الباہلی عن ثعلبۃ بن حاطب الانصاری۔ اس سند میں طبری کا استاذ مثنیٰ ہے۔

- علامہ عذاب محمود الحسن نے تحریر فرمایا ہے کہ ان کا نام مثنیٰ بن ابراہیم آملی ہے،

جس سے تفسیر اور تاریخ میں علامہ طبری بکثرت روایت کرتا ہے۔

- نیز علامہ غلاب نے تحریر فرمایا ہے کہ میں اس کے حالات معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اور بظاہر ایسا لگتا ہے کہ مثنیٰ بن ابراہیم آملی شہر آمل کے علماء میں سے کوئی عالم ہو گزرے ہیں۔ (ثعلبۃ بن حاطب الصحابی المفتری علیہ)
- لیکن یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ یہ شخص، شیعہ تھا یا سُنی۔ اسی طرح یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ واقعی مثنیٰ بن ابراہیم آملی نے یہ روایت حضرت امام ہشام بن عمار سے سُنی بھی تھی، یا اپنے پاس سے گھڑ کر یا کسی اور گپی سے سُن کر بڑے مُحدِّث امام ہشام کی طرف جھوٹ موٹ منسوب کر دی تھی۔ کیونکہ جب تک اس بات کا یقین نہ ہو کہ فلاں راوی ضعیف یا کذّاب تھا' اس وقت تک یہ تو ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ محض اس راوی کی وجہ سے یہ روایت ضعیف یا موضوع ہے، کیونکہ ہمیں تو اس کا حال ہی معلوم نہیں۔
- بہرحال مثنیٰ بن ابراہیم نے کہا ہے کہ مجھے اور میرے دیگر ساتھیوں کو بھی حضرت امام ہشام نے یہ روایت سنائی تھی۔
- یاد رہے کہ جب امام ہشام بن عمار نے یہ روایت مثنیٰ بن ابراہیم آملی وغیرہ کے سامنے بیان کی تھی تو نہ جانے کس انداز میں کی ہو۔ اس لیے ممکن ہے کہ انھوں نے شکوٰی کے طور پر یہ روایت بیان کی ہو کہ ایک نامعلوم عہد شکن اور منکر زکوٰۃ انصاری (مدنی) منافق کے اس واقعے کو اغیار نے کس ڈھٹائی کے ساتھ ایک جلیل القدر اور مبشر بالجنۃ بدری صحابی سیدنا ثعلبۃ بن حاطبؓ کی طرف منسوب کر کے لوگوں میں مشہور کر رکھا ہے' جیسا کہ ہمیں حضرت امام محمد بن شعیب نے بتلاتے ہُوتے فرمایا تھا کہ ہمیں یہ بات معان بن رفاعہ نے سُنائی تھی۔ الخ
- اس روایت میں مثنیٰ بن ابراہیم آملی نے اپنے استاذ کا نام ہشام بن عمار بتلایا ہے' جبکہ حضرت ہشام بن عمار ابوالولید سلمی کا شمار بڑے محدثین میں ہوتا ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۵۳ھ اور وفات ۲۴۵ھ میں ہوئی۔ محدثین کے نزدیک آپ

صدوق تو ضرور ہیں لیکن جب بڑی عمر کے ہوگئے تو اُن کی قوتِ حافظہ میں تغیر واقع ہوگیا تھا، حتیٰ کہ ان کو تلقین کی جاتی تھی۔ (تقریب التہذیب ص ۳۸۱)

- پھر ان کے استاذ حضرت امام محمد بن شعیب بن شابور اموی سولاھم دمشقی نزیل بیروت ہیں اور صحیح الکتاب ہیں۔ ابن مبارک اور دحیم نے ان کی توثیق کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۱۶ و تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۲۲ و تقریب التہذیب ص ۳۲۳)
- پھر ان کے اُستاذ کا نام معان بن رفاعہ سلمی ہے۔ ان کے متعلق محدثین کی رائے میں اختلاف ہے۔ مثلاً:
- حضرت علی بن مدینی اور دحیم نے تو معان بن رفاعہ کو ثقہ کہا ہے۔
- حضرت امام احمد بن حنبل، محمد بن عوف اور ابوداؤد نے لاباس بہ کہا ہے۔ مگر باقی علماء کا بیان ان کے ضعف کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً:
- حضرت محدث دوری نے یحییٰ بن معین کے حوالے سے فرمایا کہ معان بن رفاعہ سلمی ضعیف ہے۔
- حضرت محدث یعقوب بن سنان نے معان بن رفاعہ کو لین الحدیث کہا ہے۔
- حضرت محدث ابن عدی فرماتے ہیں اس کی بیان کردہ اکثر روایات میں اس کا متابع کوئی دوسرا راوی نہیں ہوتا۔
- حضرت محدث ابن حبان فرماتے ہیں کہ معان بن رفاعہ سلمی منکر الحدیث ہے،
- نیز آپ نے فرمایا کہ یہ اکثر اوقات مرسل حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اور مجہول لوگوں سے بھی روایت بیان کرتا رہتا ہے، جبکہ اس کی بیان کردہ حدیث ثقہ راویوں کی بیان کردہ حدیث کے ساتھ مشابہت بھی نہیں رکھتی۔
- حضرت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ لین الحدیث اور کثیر الارسال ہے۔
- حضرت علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ صاحب حدیث، متقن اور پختہ راوی نہیں۔
- حضرت امام عقیلی نے معان بن رفاعہ کا ذکر ضعفاء میں کیا ہے۔
- حضرت محدث ابوحاتم رازی نے فرمایا ہے کہ معان بن رفاعہ سلمی کی بیان کردہ

حدیث لکھ تو لیں مگر اس حدیث کو دلیل میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح

- حضرت محدث جوزجانی نے بھی یہی فرمایا کہ یہ حجت نہیں ہے۔
- پھر اس کے استاذ کا نام ابو عبدالملک علی بن یزید بن ابی زیاد الہانی شامی دمشقی ہے۔ اس کا شمار ضعیف راویوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ:
- حضرت امام بخاری نے ایک جگہ تو اسے ضعیف کہا ہے جبکہ دُوسرے مقام پر منکر الحدیث تک فرمایا ہے۔
- حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم نے علی بن یزید کے بارے میں کلام کیا اور اسے ضعیف کہا ہے۔
- نیز آپ نے ایک جگہ فرمایا کہ علی بن یزید ذاہبُ الحدیث ہے۔
- حضرت امام نسائی نے فرمایا کہ علی بن یزید متروک الحدیث ہے۔ اسی طرح
- حضرت امام دارقطنی نے بھی اسے متروک قرار دیا ہے۔
- حضرت علامہ ابن حجر نے تقریب التہذیب ص ۲۷۵ میں فرمایا ہے کہ علی بن یزید ضعیف ہے۔
- حضرت علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۲ میں اسے متروک کہا ہے۔
- بہرحال یہ روایت جیسا کہ پہلی سند کی رو سے ضعیف ہے اسی طرح دُوسری سند کے لحاظ سے بھی یہ روایت ضعیف اور ناقابلِ استدلال ہے۔

اس روایت کی تیسری سند

مذکورہ بالا دونوں سندوں کے علاوہ یہ روایت ایک اور سند سے بھی آئی ہے فہوہذا: حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمۃ عن ابن اسحاق عن عمرو بن عبید عن الحسن۔ قرآن مجید کی آیتِ مُبارکہ "وَمِنْهُمْ مَنْ عٰهَدَ اللّٰهَ...... (۹: ۷۵)" کی شانِ نزول سے متعلق روایت کی اس تیسری سند میں محمد بن حمید رازی کا نام بھی آتا ہے جو کہ محقق محدثین کے نزدیک غیر ثقہ، کثیر المناکیر اور بد مذہب تھا۔ بلکہ حضرت امام نسائی، صالح بن محمد، ابونعیم، ابن عدی، ابن خراش، ابن وارہ، اسحاق الکوسج، ابوزرعہ،

اور فضلک رازی کے نزدیک تو محمد بن حمید رازی سرے سے کذاب اور جھوٹا ہے۔
اس لیے اس کی بیان کردہ روایت کو دلیل میں پیش کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

- پھر اس کے استاذ کا نام سلمۃ بن الفضل الابرش ابو عبداللہ الازرق الانصاری مولے الانصار ہیں ہے۔ جو شہر رَیّ کا ایک ظالم قاضی تھا۔
- حضرت امام نسائی اور اسحاق بن راھویہ کے نزدیک سلمۃ الابرش حدیث میں ضعیف ہے۔
- حضرت امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ غیر ثقہ ہے۔
- حضرت امام دوری فرماتے ہیں کہ اس میں تشیّع یعنی شیعہ پن تھا۔
- حضرت امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ اس کی بیان کردہ حدیث کو دلیل میں پیش نہیں کرنا چاہیے۔
- پھر اس کے اُستاذ کا نام محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار قرشی مطلبی مولاہم المدنی ہے اس کے متعلق علماء کی آراء مختلف ہیں۔ تاہم اکثر علماء کے نزدیک ضعیف ہے مثلاً:
- حضرت امام احمد بن حنبل، ابو حاتم، یحییٰ بن معین وغیرہ محمد بن اسحاق کو ضعیف کہتے ہیں۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک محمد بن اسحاق کو سرے سے کذاب ہی کہتے ہیں۔ مثلاً:
- حضرت محدث ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید قطان، سلیمان تیمی، اعمش، وھیب بن خالد اور حضرت امام مالک نے محمد بن اسحاق کو کذاب کہتے ہیں۔ بلکہ:
- حضرت امام مالک نے تو محمد بن اسحاق کو دجّال تک کہا ہے۔
- محمد بن اسحاق اور اس کے شاگرد سلمۃ الابرش اور اس کے شاگرد محمد بن حمید رازی یعنی اس روایت کی تیسری سند کے ان تینوں راویوں کے متعلق محدثین کرام کی آراء "اطیبُ الکلام فی نکاح یُوسف علیہ السلام" میں بیان کر دی گئی ہیں۔
- پھر اس روایت میں محمد بن اسحاق کے استاذ کا نام عمرو بن عبید بن باب ابو عثمان بصری ہے جو کہ تارکِ دُنیا اور عبادت گزار ہونے کے باوجود معتزلی اور قدری یعنی شرائط ایمان میں سے وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی کا منکر تھا۔ محقق محدثین اس کے متعلق بھی اچھی رائے نہیں رکھتے۔ مثلاً:

[illegible]

- حضرت امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ ابوعثمان بصری ضعیف الحدیث ہے۔
- حضرت امام نسائی فرماتے ہیں کہ ابوعثمان بصری متروک الحدیث ہے۔
- حضرت محدث ایوب سختیانی اور یونس نے فرمایا کہ یہ شخص جھوٹ بولتا ہے۔
- حضرت محدث حسین فرماتے ہیں کہ عمرو بن عبید بن باب ابوعثمان بصری
- حضرت امام حسن بصری پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اور اس نے زیر بحث روایت کو بھی حضرت حسن بصری کی طرف ہی منسوب کیا ہے۔ البتہ:
- حضرت امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ ابوعثمان بصری قصداً تو جھوٹ نہ بولتا تھا تاہم وہم کا شکار ہو کر جھوٹ بول جاتا تھا۔
- حضرت علامہ ابن عجرتے فرمایا کہ عمرو بن عبید بن باب لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا تھا۔
- محقق محدثین کرام کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت سرے سے من گھڑت اور موضوع ہے۔ خصوصاً اس تیسری سند سے مروی روایت میں تو ایک اور خباثت بھی ہے کہ "یک نہ شد دو شد" کے بمصداق اس روایت میں سیدنا ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ ایک اور جلیل القدر صحابی رسول سیدنا معتب بن قشیر رضی اللہ عنہ کو بھی انکارِ زکوۃ جیسے جرم عظیم کا مرتکب اور منافق ثابت کیا گیا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک) حالانکہ:
- جس طرح سیدنا ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ جنت کے بشارت یافتہ بدری صحابی ہیں، اسی طرح سیدنا معتب بن قشیر رضی اللہ عنہ بھی مُبشّر بالجنۃ بدری صحابی ہیں۔ جیسا کہ الاصابہ ج ۳ ص ۴۴۳ و اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۹۴ و ۳۹۵ و استیعاب میں ہے۔
- نیز اس روایت کے ایک نامور راوی محمد بن اسحاق نے خود اس حقیقت کا بھی اقرار کیا ہے کہ سیدنا معتب بن قشیر رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرامؓ میں سے ہیں۔ جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ دیکھیے: الاصابہ ج ۳ ص ۴۴۳ و استیعاب و اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۹۴ و ۳۹۵۔

- یاد رہے کہ زاد المسیر اور تفسیر قرطبی میں بھی سند کے بغیر زیر بحث یہی روایت منقول ہے، لیکن اس میں نہ تو سیدنا ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا نام ہے اور نہ ہی سیدنا معتب بن قشیر رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے۔ بلکہ ان کی جگہ دیگر دو صحابۂ کرام سیدنا نبتل بن الحارث اور سیدنا جد بن قیس رضی اللہ عنہما کے نام موجود ہیں۔ لیکن یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ دونوں ہستیاں بھی مبشر بالجنۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فہرست میں شامل ہے۔ کیونکہ تمام صحابۂ کرام مبشر بالجنۃ ہیں۔ دیکھیے: ۵۷: ۱۰)
- اس میں شک نہیں کہ بعض علماء نے نبتل بن الحارث کا شمار منافقین میں کیا ہے لیکن ابوعبید القاسم بن سلام نے اپنی کتاب النسب میں ان کے بھائی حضرت ابوسفیان کے ساتھ ان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوعبید القاسم کو نبتل بن الحارث کی توبہ کا علم ہو گیا تھا۔ اور ان کا مخلص مومن ہونا ثابت ہو گیا تھا۔ لہٰذا یہ بدری صحابی جنت کے بشارت یافتگان کی فہرست میں شمار کیا جائے گا۔ دیکھیے: الاصابہ ج ۵ ص ۳۹
- اسی طرح جد بن قیس بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمۃ الانصاری سلمی ابوعبداللہ جو کہ براء بن معرور کے چچا زاد بھائی ہیں، اور ان سے سیدنا جابر بن عبداللہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما روایت لیتے ہیں مگر ان کے متعلق بھی بعض لوگ نفاق کی بدگمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آیت وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي (۹: ۴۹) ان کے حق میں ہی نازل ہوئی۔
- اور یہ بات ابونعیم اور ابن مردویہ نے بسند ضحاک حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کی ہے، حالانکہ ضحاک نے براہ راست سیدنا ابن عباس سے کچھ بھی نہیں پڑھا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ضحاک کی سیدنا ابن عباس سے ملاقات تک نہیں ہو سکی تھی۔ البتہ ضحاک سچا تو ہے مگر عام طور پر وہم کا شکار ہوتا رہتا تھا۔ اور یہ روایت بھی یقیناً اسی وہم کا نتیجہ ہے۔
- اسی طرح اس سلسلہ میں ابن مردویہ نے ایک روایت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کی ہے، لیکن اس کی سند بھی ضعیف ہے۔

- اسی طرح اس سلسلہ میں ایک روایت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے مگر اس کی سند میں بھی مبہم راوی ہیں۔ جیسا کہ اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۷۴ میں ہے۔
- اسی طرح علامہ ابوعمرو ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب تمام لوگوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی تو اس وقت ایک شخص نے بیعت نہیں کی تھی اور وہ اپنی اونٹنی کی اوٹ میں چھپا رہا اور وہ شخص جد بن قیس تھا۔ لیکن یہ بات بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ:
- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا: لیدخلن الجنۃ من بایع تحت الشجرۃ الا صاحب الجمل الاحمر (ترمذی کتاب المناقب) کہ واللہ! جن جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی ہے وہ سب کے سب ضرور جنت میں جائیں گے سوائے لال اونٹ والے کے۔
- نیز ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلکم مغفورلہ الا صاحب الجمل الاحمر (مسلم صفات المنافقین) کہ لال اونٹ والے کے علاوہ تم سب کے سب بخشے ہوئے ہو۔
- ان دونوں حدیثوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان میں شامل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے لال اونٹ والے ایک منافق کو اس بشارت سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اہل جنت میں سے نہیں ہے۔ لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا نام نہیں بتلایا۔ اس لیے مناسب تو یہی تھا کہ ہم بھی اس کا نام معلوم کرنے کی کوشش نہ کرتے۔ تاہم چونکہ بعض لوگوں نے بعض ضعیف روایات کی وجہ سے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ بدر و احد اور حدیبیہ جیسے عظیم جنگی معرکوں میں شمولیت کرنے والے مخلص مومنین کو منافقین کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا مصداق قرار دیا ہے، اس لیے

یہ بتلانا بھی ضروری ہے کہ جس طرح بعض اسلام دشمن شرپسندوں نے بدری صحابی سیّدنا ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ پر ضعیف بلکہ موضوع روایات کا سہارا لے کر منافقت کا جھوٹا الزام عائد کیا ہے۔ بالکل اسی طرح سیّدنا جد بن قیسؓ وغیرہ پر بھی منافقت کا بے بنیاد اور جھوٹا الزام لگایا ہے۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ وہ لال اُونٹنی والا ایک اعرابی یعنی دیہاتی شخص تھا، جبکہ سیّدنا جد بن قیسؓ اعرابی نہیں بلکہ اہلِ مدینہ کے سرداروں میں سے ایک نامور اور مشہور و معروف سردار تھے؛ لہٰذا محقق اور پختہ بات یہی ہے کہ بیعتِ رضوان کے موقع پر اپنی لال اُونٹنی کے پیچھے چھُپ کر بیعت سے بچنے والا منافق کوئی اور نامعلوم شخص تھا۔

○ بہرحال جن روایات میں سیّدنا ثعلبۃ بن حاطب اور بعض دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق منافقت کی نسبت کی گئی ہے وہ اوّل تو موضوع اور من گھڑت ہیں، یا کم از کم ضعیف اور ناقابلِ استدلال تو ضرور ہیں۔

○ تاہم جن مفسّرین نے موضوع یا ضعیف ہونے کے باوجود اس قسم کی روایات سے استدلال کرتے ہُوئے جنت کے بشارت یافتہ بدری صحابی سیّدنا ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ یا اسی قسم کے بعض دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو منافق سمجھا ہے تو وہ اُن کا تسامح سمجھا جائے گا۔ ورنہ اُن موضوع اور ضعیف روایات کو بھی درست اور قابلِ استدلال سمجھنا ہوگا جن میں آتا ہے کہ چند مخلص مؤمنین کے علاوہ باقی تمام صحابۂ کرام مُنافق تھے۔ نعوذ باللہ۔

○ اسی طرح ان تمام روایات کو بھی قابلِ استدلال سمجھنا پڑے گا جن میں آتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تین یا چار ہستیوں کے علاوہ باقی تمام صحابۂ کرامؓ نعوذ باللہ مُرتد ہوگئے تھے۔

○ یاد رہے کہ جس طرح بخل سے کام لیتے ہُوئے صدقاتِ واجبہ یعنی زکوٰۃ وغیرہ سے انکار کرنے والے عہد شکن منافقین کا نام قرآن مجید میں نہیں آیا، اسی طرح اس سلسلے میں حسن سند کے ساتھ جو حدیث ملتی ہے اُس میں بھی کسی کا نام نہیں آیا۔ چنانچہ؛

بسندِ حسن مروی روایت

تفسیرِ طبری میں ہی بسندِ حسن "ایک وہ روایت بھی منقول ہے جس میں نہ تو کسی منافق کا نام آتا ہے اور نہ ہی اس بات کی طرف کوئی اشارہ ملتا ہے کہ اس منافق نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں فراخئ رزق اور مال دار ہونے کی دُعا کے لیے عرض کیا تھا۔ بلکہ اس روایت میں صرف اس قدر آتا ہے:

○ قوله وَمِنْهُم مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ (الاٰية، ذكرلنا ان رجلا من الانصار اتى على مجلس من الانصار فقال لئن اٰتاه الله مالاً ليؤدين الى كل ذى حق حقه فاتاه الله مالاً فصنع فيه ما تسمعون' قال فَلَمَّا اٰتٰهُم مِّنْ فَضْلِهٖ.... کہ فرمانِ باری تعالیٰ وَمِنْهُم مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ ...کے شانِ نزول سے متعلق ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک انصاری شخص انصاریوں کی مجلس میں آکر کہنے لگا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال و دولت عطا فرمادے تو میں ہر حق والے کو اس کا حق ادا کردوں گا، تو جب اللہ تعالیٰ نے اسے بہت سا مال عطا فرمادیا تو اس نے وہی کیا جو تم سُنتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، فَلَمَّا اٰتٰهُم مِّنْ فَضْلِهٖ کہ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انھیں محض اپنے فضل وکرم سے مال و دولت عطا فرمادیا تو بخل سے کام لیتے ہوئے مُنہ موڑ کر چلتے بنے" کی مصداق بخل سے کام لیتے ہوئے مُنہ موڑ کر چلتا بنا۔

○ اس حدیث کی سند مفسر ابن جریر طبری نے اس طرح بیان کی ہے: حدثنا بشر قال حدثنا يزيد قال حدثنا سعيد عن قتادة (تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۲۱۳)

○ اس کے پہلے راوی کا نام بشر بن معاذ عقدی ابوسہل بصری الضریر ہے، جو کہ نابینا تھے۔ یہ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ حضرت محدث ابوحاتم فرماتے ہیں کہ یہ صالح الحدیث اور صدوق تھے۔ حضرت علامہ ابن حجر نے بھی اسی طرح فرمایا کہ یہ صدوق ہیں۔ (دیکھیے: الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۳۶۸ و تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۵۸ و تقریب التہذیب ص ۵۲ و سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۳۶۲)

○ پھر ان کے اُستاذ کا نام یزید بن زریع ابو معاویہ تیمی بصری ہے۔ یہ حافظ الحدیث، صحاح ستہ کے راوی اور ثقہ ثبت تھے۔ (دیکھیے: تہذیب التہذیب ج۱۱ ص ۳۲۵، وتقریب التہذیب ص ۳۹۷ وسیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۲۹۶)

○ پھر ان کے استاذ حضرت مُحدِّث سعید بن ابی عروبہ مہران یشکری مولاہم البصری ہیں، جو کہ حافظ الحدیث اور صاحب تصانیف ہیں۔ یہ بھی صحاح ستہ کے ایک مشہور راوی ہیں۔ البتہ اکثر اوقات تدلیس سے کام چلا لیتے تھے، مگر جو روایت قتادہ سے نقل کرتے ہیں تو دُوسروں سے زیادہ پختہ تھے۔ البتہ عمر کے آخری حصہ میں ان کے دماغ میں اختلاط واقع ہو گیا تھا۔ (دیکھیے: تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۶۳ و تقریب التہذیب ص ۱۴۷ اور سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۴۱۳)

○ پھر ان کے اُستاذ حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی ہیں۔ اور یہ بھی صحاح ستہ کے ایک مشہور راوی ہیں۔ اور محقق محدثین کے نزدیک آپ ثقہ ثبت ہیں۔ (دیکھیے: سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۲۶۹)

○ سند کے لحاظ سے یہ حدیث "حسن" ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اس میں کسی مُنافق کا کوئی نام نہیں آیا، صرف انصاری کا لفظ ہے، جس کا اطلاق مخلص یا منافق کا اِمتیاز کیے بغیر مدینہ منورہ کے باشندوں پر ہوتا ہے۔

○ نیز یہ روایت جس میں کسی منافق کا نام نہیں ہے "محولہ بالا آیات مبارکہ (۹: ۷۵-۸۰) کے سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی منطبق ہے۔ کیونکہ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ ... (۹: ۴۹) سے منافقین کی اقسام و اصناف کا ذکر شروع ہوتا ہے، اور یہ سلسلہ آیت ۱۲۲ تک جاتا ہے۔ یعنی مُنافقین کی پہلی قسم آیت ۴۹ تا ۵۷، دُوسری قسم آیت ۵۸ تا ۶۰، تیسری قسم آیت ۶۱ تا ۶۶، چوتھی قسم آیت ۶۷ تا ۷۳، پانچویں قسم آیت ۷۴، چھٹی قسم آیت ۷۵ تا ۸۰، ساتویں قسم آیت ۸۱ تا ۸۵، آٹھویں قسم آیت ۸۶ تا ۸۹، نویں قسم آیت ۹۰ تا ۹۶، دسویں قسم آیت ۹۷ تا ۱۰۶، گیارھویں قسم

آیت ۱۰۷ تا ۱۱۰۔ اور اس کے بعد آیت ۱۱۱ سے ۱۲۲ تک مخلص مومنین کے لیے ترغیبِ جہاد کے سلسلے میں بشارتوں وغیرہ کا بیان ہے۔ اس لیے سیاق وسباق کو سامنے رکھتے ہوئے یہی کہنا چاہیے کہ یہ آیات (۹: ۷۵ تا ۸۰) بھی ماقبل اور مابعد والی آیتوں کی طرح کسی منافق کے بارے میں ہی ہیں، خواہ وہ جو کوئی بھی ہو۔ اس کا نام معلوم کرنا کوئی ضروری نہیں، کیونکہ فہمِ آیت تعیینِ منافق کی ہرگز محتاج نہیں، اس لیے موضوع یا ضعیف روایت کے سہارے خواہ مخواہ ایک مبشر بالجنۃ بدری صحابی سیدنا ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ کو اس کا مصداق قرار دینا صحیح نہیں۔

مُفسّرین کے تسامح کی وجہ

اس تمام بحث کے بعد اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر کثیر تعداد میں مفسرین نے یہ بات کیونکر لکھ دی کہ اس آیت کا مصداق سیدنا ثعلبۃ بن حاطب ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

- محدثین کا دستور ہے کہ انھیں جہاں سے جس طرح بھی کوئی روایت ملتی ہے تو وہ اسے جوں کا توں نقل کر دیتے ہیں، اور اس پر تبصرہ و تنقید کرنے کی بجائے اس روایت کی سند بیان کر دیتے ہیں، جس میں سب راویوں کے نام ہوتے ہیں، اور ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس روایت میں فلاں فلاں راوی ہیں۔
- اب اگر کسی کو اس کے قابلِ استدلال ہونے یا نہ ہونے میں کچھ شبہ ہو تو وہ اسماء الرجال کی کتب میں اس روایت کے راویوں کا حال دیکھ کر اس بات کا فیصلہ خود ہی کرلے کہ یہ روایت قابلِ استدلال ہے یا نہیں۔
- لیکن بعد میں آنے والے ناقلین نے اختصار سے کام لیتے ہوئے سندوں کو حذف کر دیا، اور ان کے بعد والوں نے اس بلاسند روایت کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنی کتابوں میں نقل کر دیا، اور اصل کتاب کی طرف مراجعت نہ کی۔ اور اس قسم کی روایات بے شمار ہیں، جن کی سند کو دیکھے بغیر لوگوں نے اسے اپنے ایمان کا حصہ بنا لیا ہے۔ حالانکہ ان کا یہ طریقہ اصولِ حدیث کے خلاف ہے۔

- یاد رہے کہ بعض صاحب تصنیف جید علماء نے بھی وسیع مطالعہ کے باوجود بطور تسامح سیدنا ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا نام منافقین میں لکھ دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم انہیں معذور سمجھتے ہوئے ان کے حق میں دعائے مغفرت ہی کرتے ہیں۔ کیونکہ:
- یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ تمام کتب کے مطالعہ کا ہر عالم کو موقع نہیں ملتا نیز ذخیرۂ کتب کے حصول اور مطالعہ کی جو سہولت اِس دَور میں موجود ہے، پہلے وقتوں میں ایسا نہیں تھا، اور بعض کتب بعض بڑے بڑے جید محدثین اور علماء کے کتب خانوں میں نہیں تھیں اور نہ ہی انھیں ان کے مطالعہ کا موقع ملا۔ مثلاً:
- امام المحدثین حافظ جلیل ابوبکر احمد بن الحسن بن علی البیہقی کے پاس سنن نسائی، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور مسند احمد جیسی اہم کتابیں نہیں تھیں۔ دیکھیے: حاشیہ الرفع والتکمیل ص ۱۳۵ و بستان المحدثین ص ۱۳۳ والحاوی فی سیرۃ الطحاوی ص ۲۵۔
- اسی طرح اہلِ ظواہر کے امام علامہ ابن حزم ظاہری کے پاس سنن ابن ماجہ اور جامع ترمذی نہیں تھی۔ (حاشیہ الرفع والتکمیل ص ۱۳۴)
- علامہ تقی الدین ابن دقیق العید کے پاس کتابُ العبر نہ تھی۔ (نخبۃ الفکر ص ۱۳۰)
- امام الشہیر ملا علی القاری کے پاس مشکل الآثار للطحاوی نہ تھی۔ (مرقاۃ ج ۸ ص ۶۴)
- امام نووی کے پاس الترغیب والترہیب نہیں تھی۔ (لواقع الانوار القدسیہ علی لطائف المنن ص ۱۲۵ و ۱۲۶)
- امام شوکانی کے پاس صحیح ابن خزیمہ نہ تھی۔ (اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۶۷)
- اسی طرح امام الہند شاہ ولی اللہ کے پاس شیعہ کی اکثر بڑی بڑی کتابیں مثلاً کافی کلینی وغیرہ نہیں تھیں۔ (ایرانی انقلاب ص ۶۴)
- علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری کے پاس مختصر طحاوی نہ تھی۔
- مولانا اشرف علی تھانوی کے پاس مصنف عبدالرزاق نہ تھی۔
- اسی طرح علامہ سید محمد سلیمان ندوی کے پاس بھی مصنف عبدالرزاق نہ تھی۔
- مولانا خلیل احمد کے پاس جامع الفصولین، ظہیریہ اور نہر الفائق نہ تھیں۔ (فتاوے

مظاہر العلوم ص ۱۱۵ و ۳۲۷)

- علامہ شبلی نعمانی کے پاس البدایہ والنہایہ اور مستدرک حاکم نہ تھی۔
- اسی طرح اور بہت سے علماء کے پاس بھی بعض اہم قابل مطالعہ کتب نہ تھیں۔
- یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے سیدنا ثعلبۃ بن حاطبؓ کا نام منافقین میں لکھ دیا۔ اور جن علماء کو یہ معلوم ہُوا کہ ثعلبۃ بن حاطب تو ایک بدری صحابی کا نام تھا، تو ان علماء میں دو گروہ ہو گئے۔ چنانچہ:
- ایک گروہ نے تو یہ سمجھا کہ ثعلبۃ بن حاطب نام کے دو شخص ہُوئے ہیں جن میں سے ایک تو بدری صحابہؓ کرام میں سے تھا، اور دُوسرا وہ منافق تھا جس نے عہد شکنی کی۔
- اور دُوسرے گروہ نے یہ سمجھا کہ ثعلبۃ بن حاطب تو یقیناً بدری صحابی ہیں لیکن جو مُنافق تھا اس کا نام ثعلبۃ بن ابی حاطب تھا۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری اور مجاہد کا قول ہے۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۹۵)
- حالانکہ یہ دونوں توجیہیں صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ کتب سیر میں ثعلبۃ بن حاطب یا ثعلبۃ بن ابی حاطب نام کا کوئی مُنافق نہیں ملتا۔
- نیز حضرت مفسر ابوعبداللہ محمد انصاری قرطبی نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ آیات ثعلبۃ بن حاطب کے متعلق نازل ہوئیں۔ (قرطبی ص ۲۱۰/۸)
- نیز حضرت علامہ ذہبی نے تجرید اسماء الصحابہ ج ۱ ص ۶۶ میں، علامہ ابن حجر نے الاصابہ ج ۱ ص ۱۹۸، تخریج احادیث الکشاف اور فتح الباری میں، محدث بیہقی نے دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۸۹ میں، محدث ابن عبدالبر نے الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۱۲۲ و ۱۲۳ میں، علامہ جلال الدین سیوطی نے لباب النزول اور الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۲۶۱ میں، علامہ مناوی نے شرح جامع صغیر میں اور علامہ ابن حزم نے المحلی ج ۱۱ ص ۲۰۷ و ۲۰۸ میں اس روایت کو ضعیف، موضوع اور روایت باطلہ قرار دیا ہے جس میں سیدنا ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ ان آیات (۹: ۷۵-۷۹) کا مصداق قرار دے کر منافق بتلایا گیا ہے۔

- سیدنا ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق بے سروپا روایت ایسے غلط واقعات میں سے ہے جنہیں صدیوں تک درست سمجھا جاتا ہے' اور اس قسم کے بے سرو پا واقعات سے تاریخ عالم بھری پڑی ہے۔ مثلاً :
- کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جس درخت کا پھل سہواً کھا لیا تھا وہ گندم کا درخت تھا۔ حالانکہ گندم درختوں پر کبھی نہیں ہوتی۔
- اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو وہ گل و گلزار ہوگئی اور ایک لمحہ میں ہی اس آگ سے پھل دار اور پھول دار پودوں کا ایک باغ بن گیا۔
- اسی طرح بابل شہر کے دو بگڑے ہوئے شہزادوں ہاروت اور ماروت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ فرشتے تھے اور لوگوں کو جادو کی تعلیم دیا کرتے تھے۔
- اسی طرح حضرت خضر کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اب بھی زندہ موجود ہیں ، اور پانیوں پر ان کی حکومت ہے۔ اور یہ کہ کبھی کبھی کسی اللہ والے کو ان کی زیارت بھی ہوتی رہتی ہے۔
- اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام کے متعلق بھی مشہور ہے کہ وہ زندہ ہیں ، اور کہا جاتا ہے کہ جس طرح حضرت خضر کی پانی پر حکومت ہے' اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام کی خشکی پر حکومت ہے۔ اور ان دونوں کی ہر سال باہم ملاقات بھی ہوتی ہے اور یہ دونوں ہر سال حج بھی کرتے ہیں۔
- چاند میں بیٹھ کر چرخا کاتنے والی بڑھیا کی پہچان رکھنے والوں میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ عزیز مصر کی بدچلن اور فاحشہ بیوی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے نکاح کر لیا تھا، اور اس سلسلے میں لاتعداد نثری و شعری داستانیں مشہور ہیں۔
- اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں مشہور ہے کہ وفات کے بعد انھیں اللہ تعالیٰ نے زندہ کر کے آسمانوں پر اٹھا لیا۔
- اسی طرح اور بھی لاتعداد بے سرو پا' جھوٹے اور غلط واقعات نہ صرف عوام بلکہ بعض خواص اور تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی صدیوں سے مشہور چلے آرہے ہیں۔

○ چند روز قبل روزنامہ "جنگ" لاہور میں ایک ایسی ہی خبر شائع ہوئی ہے جسے سطور ذیل میں نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ چنانچہ اخبار لکھتا ہے کہ:

"کیسے ایک غلط بات مشہور ہوتی ہے اور صدیوں تک اسے درست سمجھا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال: "مذہب افیون ہے" کا قول ہے، جسے ایک مشہور اشتراکی فلسفی "کارل مارکس" سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اور سمجھا جاتا ہے کہ یہ بات اس نے کہی تھی، جبکہ حقیقۃً مارکس نے یہ بات نہیں کہی۔ سچ بات یہ ہے کہ یہ قول جرمن فلسفی "دولباخ" کا ہے۔ جس نے یہ بات اپنی کتاب "عیسائیت کا کچا چٹھا" (Chrstianity Exposed) میں لکھی تھی، جو مارکس کی پیدائش سے بھی پہلے شائع ہوئی تھی۔ مارکس نے اپنی تحریر میں محض اس کا حوالہ دیا تھا۔ اور قطعاً یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ یہ قول اس کا ہے۔ لیکن یہ بات اس سے ایسی منسوب ہوئی کہ نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دُنیا میں اسے مارکس ہی کا قول سمجھا جاتا ہے اور اس بنا پر اسے مذہب کا دشمن بھی قرار دیا جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مارکس پوری دنیا میں جانا جاتا ہے، جبکہ دولباخ کے نام سے شاید گنتی کے چند لوگ آشنا ہوں گے۔" (روزنامہ جنگ لاہور یکم شوال ۱۴۱۷ھ / ۹ فروری ۱۹۹۷ء)

○ اسی طرح ایک جنتی بالجنۃ بدری صحابی سیدنا ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی اگر صدیوں سے یہ بات مشہور چلی آرہی ہے کہ انھوں نے نعوذ باللہ زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا تھا تو یہ کوئی عجوبہ نہیں۔

○ بہرحال اب تو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ وہ واقعہ جو بعض ضعیف روایات میں سیدنا ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے، جس کا کچھ اعتبار نہیں۔ کیونکہ یہ بات تو تمام محدثین کے یہاں مُسلّم ہے کہ سیدنا ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ عنہ ان صحابۂ کرامؓ میں سے ہیں جنھیں میدانِ بدر میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اسلام کی نصرت کے لیے لڑنے کا سب سے پہلے موقع ملا اور انھیں جنت کی بشارت دی گئی۔ رضی اللہ عنہم۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں اصل حقیقت
شہداء
و
مظلوم کربلا
امامنا فی الدین
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
نیز شیعہ کے متفرق سوالات اور ان کے جوابات
مؤلفہ:
شیخ الحدیث والتفسیر حضرۃ مولانا
علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی
سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

بعض لوگوں نے خدا معلوم کس عداوت کی بنا پر مجھ پر ہر کوچہ ہر بازار میں یہ الزام لگایا ہے کہ حضرت سیدنا امامنا فی الدین امام حسینؓ بن علیؓ رضی اللہ عنہما کے بارے میں نے گستاخی کی ہے اور یہ کہتا ہے کہ آج کا جنرل ضیاء الحق معاذ اللہ سیدنا حسینؓ سے بہتر ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۔ میں جنرل ضیاء الحق تو کجا پوری امت کو بھی سیدنا حسینؓ سے کم تر سمجھتا ہوں' میرا ہر گز یہ عقیدہ نہیں بلکہ میں ایسے عقیدہ کو کفر اور اس عقیدہ والوں کو کافر سمجھتا ہوں۔

حضرت امامنا فی الدین امام حسین رضی اللہ عنہ کی منقبت اور عظمت میں مظلوم کربلا کا مکمل مطالعہ کیا جائے۔

مظلوم کربلا صفحہ ۱۰۰ میری عبارت پر اعتراض کیا گیا حالانکہ اس صفحے کو مکمل پڑھ لیں میں نے اسے تاریخ کی غلطی بتایا ہے کہ تاریخ والے جھوٹ بولتے ہیں جو وہ کہتے ہیں کہ ۸ ذی الحجہ جو حج کا عین موقعہ تھا روم و فارس وغیرہ کے لوگ تو دور دراز سے مکہ مدینہ جا رہے ہیں اور نواسئہ رسول اللہ حج چھوڑ کر مکہ سے کوفہ جا رہے ہیں۔ یہ بیان غلط ہے ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضرت امام حسینؓ کے بارے یہ نظریہ کیونکر قائم کیا جا سکتا ہے؟ کہ برکت اور قبولیت دعا کا وقت اور جگہ چھوڑ کر وہاں جائیں جہاں اُن کے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید کر دیئے گئے تھے۔

یہ سب تاریخی غلطیاں ہیں ہم قرآن و سنت کے متبع ہیں تاریخ کوئی حجت نہیں۔

جیسا کہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ اپنی مشہور کتاب میں شہید کربلا کے صفحہ نمبر ۱۰ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تاریخ کی مستند روایات بھی تاریخ ہی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مستند تاریخ کا بھی وہ درجہ نہیں جو مستند و معتبر احادیث کا کہ ان پر احکام عقائد و حلال و حرام کی بنیاد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری جیسے نقاد حدیث کی تاریخ کبیر و صغیر کا وہ درجہ نہیں جو صحیح بخاری کا ہے۔

محمد حسین
(مہر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

وھم السادۃ القادۃ الذین اشترو العقبیٰ بالدنیا و اقاموا الصلوۃ واتوا الذکوۃ والذین اذا ذکر اللہ و جلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون الذین یقیمون الصلوۃ و مما رزقنا ھم ینفقون اولئک ھم المؤمنون حقا الذین لایدعون مع اللہ الھًا اخر و لا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق و لا یزنون الذین لایشھدون الزور و اذا امرو باللغو مرو اکراماً وقال تعالیٰ فی شانھم والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنا ھم من عملھم من شیئ امابعد

محترم قارئین کرام!

اسلام دین فطرت ہے جس کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام پر رکھی گئی اور محمد رسول اللہ ﷺ پر اسے پورا کیا گیا۔ اب اسلام میں نہ تو کسی طرح کی کمی ہوسکتی ہے اور نہ ہی کسی قسم کی زیادتی اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو تسلیم کیا جاسکتا ہے جو قرآن کریم کے اسلامی تصورات کے خلاف کوئی دوسری راہ پیش کرے۔ اسلام میں نہ تو کوئی شخص بڑا ہے اور نہ ہی چھوٹا۔ جب کوئی شخص اسلام پر ایمان لے آتا ہے تو اس پر فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ قرآن کریم کے احکام پر عمل کرے جو رب کائنات نے نسلِ انسانی کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لئے صادر فرمائے ہیں۔

جو کوئی شخص خواہ وہ دنیاوی لحاظ سے بلند تر حیثیت کا مالک ہو یا وہ کسی نبی یا ولی اور کسی بہت بڑے بزرگ کا باپ یا بیٹا یا سُسر یا داماد یا نواسہ ہو۔ اگر قرآن کریم کے

اصولوں کے خلاف عمل کر رہا ہوگا یا محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم اور عمل سے ہٹ کر کوئی دوسری راہ تجویز کر کے اس کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہا ہوگا۔ اس شخص نے خود ساختہ راہ پر اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نام کا لیبل بھی کیوں نہ لگا رکھا ہو۔ ایسا ہر شخص ہر حالت میں دین اسلام سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ یوم آخرت اور رسول اللہ ﷺ پر اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن کریم پر ایمان رکھنے والے لوگ ایسے شخص کو کسی صورت بھی مسلمان سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ مسلمان صرف وہی لوگ کہلانے کا حق رکھتے ہیں جو قرآن مجید پر پورا پورا ایمان رکھتے ہوں اور جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو خود سمجھا، لوگوں کو سمجھایا، اور اس پر عمل کیا، لوگوں سے اس پر عمل کرایا، اپنی زندگی میں ہر مسئلہ پر اس کے مطابق حدود اللہ جاری کرنے کا حکم جاری فرمایا، دوسروں کو بھی اسی کے مطابق فتوے دیئے اور حدود اللہ جاری کیں، اور ان کے مطابق عمل کرتے ہوں،

اگر انبیاء علیہم السلام کی تاریخ کا ایک سرسری جائزہ لیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ساڑھے نو سو سال کی پیہم دعوت حق اور تبلیغ کا ان کی قوم پر رتی برابر اثر نہ ہوا تو سخت ملول ہو کر اور پریشان خاطر اپنے پروردگار سے ان کی ہلاکتوں کی تمنا کرتے ہوئے فرمایا: اے پروردگار! تو کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر باقی نہ چھوڑ اگر تو ان کو یوں ہی چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور ان کی نسل بھی انہیں کی طرح نافرمان ہوگی (سورۃ نوح)

حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا انہوں نے قوم کو دھمکاتے ہوئے فرمایا: میں تمہارے اور بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں (الشعراء)

قوم نے نہایت بیزاری سے کہا "اے ہود! ہم سے تیری روز روز کی نصیحتیں نہیں سنی جاتیں

ہم ایسے ناصح مشفق سے باز آئے اگر تو واقعی اپنے قول میں سچا ہے تو وہ عذاب جلد لا تاکہ ہمارا تیرا قصہ پاک ہو (الاعراف) اور بالآخر خدا تعالیٰ نے اس قوم کو بھی تباہ کر دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے بھی ان کے چند نصائح کو در خور اعتناء نہ سمجھا بلکہ تعجب سے کہا " کیا ہماری موجودگی میں اس پر (خدا کی) نصیحت اترتی ہے" سرکشی میں اس حد تک گزر گئی کہ ناقۃ اللہ کو ہلاک کر ڈالا۔ ناچار حضرت صالحؑ کو ان کیلئے بربادیاں مانگنی پڑیں اور وہ قوم برباد ہو گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی سالہا سال کی جدوجہد کے باوجود کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کر سکے بلکہ ان کی قوم نے یہاں تک کہہ دیا "اس ابراہیم کو جلا ڈالو اور اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو اگر تم کرنا چاہتے ہو" (الصافات) قوم کو ہدایت دینے

حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم نے جیسا برتاؤ کیا وہ اس حد تک ناگفتہ بہ تھا کہ وہ قوم آپ کے مہمانوں تک کے ساتھ بداخلاقی پر تل گئی اور کسی طرح ان کو حیا، مروت اور انسانیت کا پاس نہ تھا چنانچہ آپ نے نہایت رنجیدہ خاطر ہو کر فرمایا " کاش میرے پاس تم سے مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی یا پناہ ملتی کسی زبردست قوت کے ساتھ "

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرعون سے نجات دلائی، انھیں من و سلویٰ عطا فرمایا لیکن انہوں نے باقلا، ککڑی، لہسن، مسور اور پیاز طلب کیا۔ آپ کی تبلیغ و ہدایت کے باجود آپ کی غیر موجودگی میں بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ پھر جب آپ نے انھیں فتح و غلبہ کی طرف رغبت دلائی تو صاف کہہ دیا کہ "اے موسیٰ! تم اور تمہارا خدا جاؤ اور لڑو ہم یہیں بیٹھے رہیں گے" (مائدہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ساری زندگی میں صرف بارہ ہم خیال حواری پیدا

کئے ان میں سے بارہویں یہود القریوتی نے انھیں پکڑوانے کی سازش کی۔

ان سب انبیاء علیہم السلام میں امام الانبیاء، افضل الرسل حضور سرورِ کائنات ﷺ، کامران و بامراد رسول تھے جنہوں نے صبر و تحمل سے کام لیا اور اللہ جل شانہ نے امام الانبیاء، سرورِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کو جزیرہ نمائے عرب کے اسی لاکھ ستائیس ہزار دو سو ننانوے مربع میل پر دین اسلام کا غلبہ دیا اور وہاں پر خدا اور اس کے رسول کا حکم نافذ کیا۔

آپ ﷺ نے اپنے بعد دوستوں، ساتھیوں اور پیروؤں کی ایک الیٰ عظیم الشان، مستقل مزاج اور مضبوط جماعت چھوڑی کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کے رحلت فرمانے تک جنوبی عراق اور شام کے سرحدی علاقوں کا مزید ۷۵،۵۹۳ مربع میل رقبہ مسلمانوں کی حکومت میں شامل ہو چکا تھا اور اسلام کا پرچم روئے زمین کے ۱،۵۲،۸۸۳ مربع میل پر لہراتا تھا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ حکومت میں اللہ کے سپاہیوں نے شمالی عراق، بقیہ شام، اردن، ایران، لبنان اور مصر کے وسیع و عریض علاقوں کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالا اور مزید ۱۲،۳۰،۲۵۶ مربع میل رقبہ فتح کر لیا۔

قیصر و کسریٰ کی مستحکم اور عظیم الشان حکومتیں صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دی گئیں اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت تک مسلمان ۲۲،۲۵،۲۸۸ مربع میل رقبہ پر قابض تھے۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ حکومت میں طرابلس الغرب، تیونس، مراکش، الجزائر، قبرص، طبرستان، خراسان، تخارستان، کرمان اور سجستان اہل ایمان کے قبضے میں آئے۔ اسلامی فوجوں نے کوہ ہندوکش تک یلغاریں کر کے مزید ۲۱،۲۵،۵۹۳ میل

مربع میل علاقہ فتح کر ڈالا اور خدا اور اس کے رسول کا حکم ۴۴،۶۵،۸۸۶ مربع میل پر نافذ ہو گیا۔

اس کے بعد بنو اُمیہ کے جذبۂ ایمان اور خارا شگاف تلواروں نے اسلام کے ڈانڈے استنبول سے سندھ اور ملتان تک ملا دیئے۔

اس والہانہ خدا پرستی، بے نظیر قربانیوں اور محیّر العقول فتوحات پر رب العزت نے تمام اہل ایمان پر بار بار اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا ان سے حور و غلمان کے وعدے کیئے گئے ان کو جنت کی بشارتیں دیں

چونکہ اسلام کی ان طوفانی یلغاروں اور عالمگیر فتوحات سے یہودیت، مجوسیت اور زرتشتیت کی بنیادیں ہل گئی تھیں اور ان میں اتنی سکت ہی نہ رہی تھی کہ وہ بزور شمشیر مسلمانوں سے اپنی ہزیمت کا انتقام لے سکیں اس لئے انہوں نے منافقانہ اور عیارانہ راہیں اختیار کیں بظاہر مسلمان ہو کر اہل ایمان میں شامل ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں میں بدگمانی اور منافرت پھیلائی۔ استحقاق خلافت کا فتنہ کھڑا کیا حُب علیؓ وحُب اہل بیت کی آڑ میں لاکھوں مسلمانوں کے گلے مسلمانوں ہی سے کٹوائے۔

خلفائے ثلٰثہ اور بنو اُمیہ پر لعن طعن کا آغاز کیا۔ چونکہ وہ اسلام کی صحیح صورت ہی بگاڑ دینا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے خدا پرستوں میں شخصیت پرستی کی وبا پھیلائی۔ حضرت علیؓ کے ایسے الٰہیاتی اوصاف بیان کیئے کہ وہ خدا کے ہم نشیں نظر آنے لگے۔ ان سے ایسی فوق الادراک صلاحیتیں اور قوتیں منسوب کیں کہ فسانۂ عجائب اور طلسم ہوش ربا ماند پڑ گئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں

قرآن کی رو سے آپ کے دوست ساتھی اور جماعت یعنی صحابہ کرام ہی معیار حق اور معیار ایمان ہیں چونکہ یہود و نصارا اور منافق لوگ صحابہ کرام کو عقل کے کورے سمجھتے تھے کہ پیغمبر علیہ السلام جو کہیں وہ بغیر سوچے سمجھے اور صرف ان کی بات سن کر ہی اس کو معمول بنا لیتے ہیں موقعہ محل نہیں دیکھتے اور نہ عقل سے سوچتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی خباثتوں میں سے ایک خباثت یہ بیان فرماتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ یعنی یہ منافق اتنے خبیث ہیں کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایسے ایمان لاؤ جیسے یہ لوگ یعنی صحابہ کرامؓ ایمان لائے ہیں تو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان احمقوں کی طرح ایمان لائیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لوگو! سنو حقیقت یہ ہے کہ یہ صحابہ کرامؓ کو احمق کہنے والے خود ہی احمق ہیں لیکن ان کو خود اپنی حماقت کا علم ہی نہیں

اس آیت سے صاف ظاہر ہوا کہ صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں جس کا ایمان صحابہؓ کے ایمان کے معیار پر صحیح اترا تو وہ ایمان والا ہے ورنہ نہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ صالحین کو برا کہنا اہل باطل کا قدیم طریقہ ہے خصوصاً صحابہ کرامؓ پر طعن جیسے کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت عمرؓ کے بیٹے ابو بکر نے زنا کیا ثبوت ملنے پر اس کو کوڑے لگانے شروع کیے اسی اثنا میں مر گیا جب کہ ابھی کوڑے پورے سو نہ لگے تھے۔ تو عمر نے کہا کہ اس کے بے جان جسم پر کوڑے مارو تاکہ سو پورے ہو جائیں حالانکہ یہ واقع من گھڑت ہے۔

اور وہ جیسے اپنے آپ کو مومن کہتے تھے دل میں بھی ان کا ایمان کامل تھا شوائب

نفاق سے پاک تھا اللہ تعالیٰ جو علام الغیوب ہے اس کو ان کا ایمان مقبول اور پسندیدہ ہے۔

یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ تم ہمارے مذہب پر آجاؤ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جواب سمجھایا کہ تم ان کو یوں جواب دو قولو امنا باللہ .... ہم تو اللہ پر ایمان اور ان کتابوں آسمانی صحیفوں پر بھی جو اللہ نے ہماری طرف اور ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب اور اولادِ یعقوب پر اتاری ہیں اور ان سب پر بھی جو موسیٰ جیسے اور دوسرے نبیوں پر رب کی طرف سے ملی ہیں۔ ہم ان نبیوں میں سے کسی ایک میں بھی کسی طرح بھی فرق نہیں سمجھتے اور ہم صرف ایک اللہ ہی کے فرمان بردار ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ یعنی اب تمہارے اس وضاحتی بیان کے بعد اگر انہی چیزوں پر ایمان لائیں جن پر تم ایمان لائے ہو تب تو راہِ راست پر آ گئے۔ اور اگر اس عقیدہ سے سرمو انحراف کریں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ محض تمہاری ضد میں ہیں۔ تو یہاں بھی صحابہ کرامؓ کو معیارِ حق بتایا۔

نیز فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ یعنی ان مومنوں کو اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہے۔

نیز فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ ....
یعنی حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے صحبت یافتہ اور ہمراہی ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تو ان کی ایذاؤں سے بچنے کے لئے بڑے سخت ہیں۔ مگر آپس میں بڑے رحم دل اور مہربان ہیں۔ تو ان کو کبھی رکوع میں دیکھتا ہیں اور کبھی سجدے میں وہ اللہ کے فضل اور رضامندی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ الَّذِيْنَ

يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔

یعنی سچے کامل مسلمان وہی ہیں کہ جب بھی ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان کو اللہ کے احکام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں تو احکام کی آیات ان کے ایمان کو قوی تر کر دیتی ہیں اور وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ جتنے پر نہ اسلحہ پر اور وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہمارے دیے میں سے ہماری راہ میں خرچ بھی کرتے رہتے ہیں۔ بس ایسے ہی لوگ پکے ایمان دار ہیں جن کے لئے بڑے بڑے درجات ہیں ان کے رب کے ہاں اور عفو اور بخشش ہے اور باعزت روزی۔

ترمذی ص ۲۲۲ باب فضل من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحبہ میں ہے کہ

رسول اللہؐ نے فرمایا لا تمس النار مسلما رانی اورای من رانی

یعنی کہ جس مسلمان نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس کو آگ مس نہ کرے گی۔

اس حدیث کی رو سے اس میں حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت معاویہؓ اور حضرت ابوسفیانؓ بھی آ گئے جنہوں نے اسلام کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی زیارت کی اور یزید بھی آ گئے۔ جنہوں نے حضرت علیؓ اور حسنینؓ اور اپنے باپ دادا اور چچا اور پھوپھی یعنی ام المؤمنین حضرت رملہ اُم حبیبہؓ کو دیکھا اور اس خوشخبری میں امام اعظم امام ابوحنیفہؒ بھی آ گئے جنہوں نے حضرت انس بن مالکؓ کی زیارت کی اور حضرت عبداللہ بن عوفؓ اور واثلہ بن اسقعؓ سے تو امام ابوحنیفہؒ نے احادیث نبویہ کے سبق بھی پڑھے ہیں۔

خَيْرُ الْقُرُوْنِ

اسلامی معاشرے کی تشکیل کے بعد حضور اکرم ﷺ نے والہانہ انداز میں ارشاد فرمایا

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ (کتاب بخاری و مسلم)

یعنی بہتر دور میرا ہے جس میں میں رہتا ہوں پھر دوسرا بہتر وہ اس کے ساتھ والا اور پھر تیسرا دور جو اس کے ساتھ والا ہے

ا۔ اُمت کا سب سے اچھا زمانہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ حضورؐ کے بعد صحابہ کرامؓ کا مبارک دور خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی کے عہد ۹۶ھ تک رہا۔

ب۔ پھر تابعین کا زمانہ ہے جو ۹۶ھ سے ۱۵۰ھ تک ہے۔

ج۔ پھر تبع تابعین کا زمانہ ہے جو کہ ۱۵۰ھ سے ۲۲۰ھ تک ہے۔

ان تینوں ادوار میں

1. مسلمانوں کی ملی وحدت قائم رہی۔
2. وہ قرآنی احکام پر بذریعہ سنت متواتر کاربند رہے اور زندگی کے جملہ اُمور میں وہ قرآن کے سوا کسی اور کتاب کے تابع نہیں رہے۔ اِن کا متفقہ قول یہی تھا۔ حَسْبُنَا كِتَابَ اللّٰه .

۳ ان میں کوئی سیاسی یا اصلاحی تحریک کبھی نہ اُٹھی۔ تمام اُمور اکابر ملت کے مشورے سے طے ہوتے تھے۔

۴ اُنہوں نے ملّت کو ایک جھنڈے تلے جمع کر کے حکومت کو مستحکم بنیادوں پر کھڑا رکھا۔

۵ انہوں نے اسلام کی عسکری قوت میں اضافہ کیا۔

۶ انہوں نے نظامِ ربوبیت اور نظامِ عدل کو مضبوط کیا۔

۷ انہوں نے اپنے اپنے وقت کے اُولی الامر کی قیادت میں کشور کشائی اور اشاعت دین میں حصہ لیا۔

۸ مومنین کی جماعت میں وحدت، فکر اور جوش عمل کی وجہ سے اسلام کی شوکت و عظمت کا سکّہ، ایشیاء، شمالی افریقہ اور جنوبی یورپ تک بیٹھ گیا۔

۹ ہر شہر اور قریہ میں مساجد تعمیر ہوئیں جہاں اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور ہر صبح قرآن خوانی کے زمزموں سے فضائیں گونجتی تھیں۔

۱۰ قرآن کے عملی نظام کے ماتحت صدیوں تک اسلامی معاشرے میں

ا نہ علمی حیثیت سے کسی خاندان کی اجارہ داری تھی۔

ب نہ روحانی سربلندی کیلئے کسی خاندان یا کسی شخص سے وابستگی لازم تھی۔

ج نہ من گھڑت، فرضی اور جعلی تواریخ، روایات اور قصائد نے ابھی بار پایا تھا۔

د نہ مذہبی پیشوائیت ابھی نمو کر پائی تھی۔

ر نہ ملت ابھی شخصیت پرستی سے آشنا ہوئی تھی۔

س نہ مغالات فی البشر کا رواج تھا۔

(ج) نہ مقبروں اور روضوں کی تعمیر کا کسی کو خیال تھا اور نہ قبر پرستی کی مشرکانہ رُسوم ابھی جاری ہوئی تھیں۔

(د) نہ اصولِ اسلام سے ہٹ کر تفرقہ بازی کے متعلق کسی نے سوچا تھا۔

(ہ) نہ گروہ سازی کی کسی میں جرأت تھی۔ بلکہ جمہور صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کے دور میں بزرگانِ دین کو دین اسلام کا مقتداء سمجھا جاتا تھا۔ اوران کے اجماع کو دینی حجت تسلیم کیا جاتا تھا۔ کیونکہ جماعت مومنین صرف قرآنی احکام کی متابعت اور قوانین کی مطابقت میں صراطِ مستقیم پر گامزن تھی ان میں کوئی فرقہ نہ تھا۔ بلکہ رشد و ہدایت کا دور دورہ تھا۔ اور کسی شخص کے واجب التعظیم ہونے کا صرف ایک ہی قرآنی معیار تھا۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

(ا) راسخ العلم ہونا۔ احکامِ الٰہی کی نافرمانی سے بچنا اور آئین خداوندی کی حدود کی نگہداشت کرنا اور

(ب) معاشرتی زندگی میں ہر انسان کا درجہ اس کی اہلیت، صلاحیت حسن کارکردگی اور تجربہ کی بناء پر متعین ہوتا تھا۔ نہ کسی نسلی تفاخر پر۔

وَلِكُلٍّ دَرَجَٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا (سورۃ احقاف ۱۹ : ۲)

درجات

(۱)

حضرت حسینؓ اور یزید دونوں مظلومیت میں یکساں ہیں۔ حضرت حسینؓ تو اس لئے کہ وہ اپنی شرافت اور سادگی کی وجہ سے کوفی سبائیوں کی فریب کاریوں اور اسلام دشمن منصوبے کا شکار ہو کر بے بسی اور بے کسی کے عالم میں شہید ہوئے۔

اور یزید اس لئے کہ اس کو بعد میں آنے والے سبائی منافقین نے خاندان بنی اُمیہ سے اپنے بڑوں کی ناکامیوں کا بدلہ لینے اور مسلمانوں کو باہمی الجھا کر کمزور کرنے اور اسلام کو نیست و نابود کرنے کی خاطر اپنی مکاریوں اور منافقانہ سازشوں کا ذمہ دار ٹھہرا کر بدنام کیا۔

رفتہ رفتہ اس زیرِ زمینی زہریلے پراپگنڈے نے ایک مستقل شکل اختیار کر لی اور عراق و عجم کے عوام کو غیر شعوری طور پر بڑا متاثر کیا نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ صدیوں بعد سبائیوں کے اس سوچے سمجھے منصوبے کا وہ لوگ بھی شکار ہو گئے۔ جو اپنے آپ کو صحابہ کرامؓ کی قدسی جماعت کا شیدائی سمجھتے تھے۔ اور اس امر کی طرف مطلق توجہ نہ کی کہ ایسا ہو بھی سکتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ امیر یزید کو برسرِ اقتدار لانے والے وہی بزرگ صحابہ کرامؓ ہی تو تھے۔ جنہوں نے خلفاء راشدین کو چنا تھا۔ اب اگر حسین بن علیؓ صحابہؓ کے متفقہ فیصلے کے خلاف یزید کی اطاعت نہ کرتے تو گردن زدنی قرار پاتے ہیں اور اگر صحابہ کرام کا متفقہ فیصلہ غلط قرار دیا جائے۔ تو انکا اپنا کوئی مقام نہیں رہ جاتا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مشن کی ناکامی تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

اگر صورت حال یہی ہے تو پھر نہ اسلام باقی ہے اور نہ ہم مسلمان ہیں اور اگر حقیقت یہ نہیں تو پھر ہم ان باتوں کو بالکل غلط گمراہ کن اور ناممکن الواقع قرار دیتے ہیں۔ اور عوام کو روایتی عقیدت اور شخصیت پرستی کی بجائے نصِ قرآنی اور دلیل و برہان سے واقعات کو پرکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ تا کہ غور و فکر کرنے والے اصحابِ دانش صحیح نتائج اخذ کر سکیں۔

کربلا کے مقام پر حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے یعنی کوفہ کے شیعانِ علی بھی یزید سے نہیں بلکہ ابن زیاد اور خاص کر ان کوفی لوگوں سے خونِ حسینؓ کا بدلہ لینا چاہتے تھے جنہوں نے حضرت حسینؓ کو شہید کیا تھا۔

لیکن عبداللہ بن سبا، یہودی کی جماعت کے بعض عجمی چیروؤں نے اپنے بڑوں کی لف مٹانے اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی خاطر الٹا امیر المومنین یزید کو مطعون اور بدنام کرنا شروع کر دیا۔

(تاریخ اسلام جلد دوم اکبر شاہ نجیب آبادی و تاریخ اسلام صادق حسین)

پھر دنیا جہان کی جھوٹی اور موضوع روایات محض اسے بدنام کرنے کے لئے گھڑی گئیں۔ اور نا کردہ گناہ بھی اس غریب کے سر تھوپے گئے۔ حالانکہ یہ ایک خوش اخلاق نیک اطوار۔ مجاہد حکمران اور مومنین کرام و صحابہ عظام کا متفقہ امیر تھا۔ وہ مملکت اسلامیہ کا خود مختار۔ صاحب سیف ناقابل شکست فاتح اور طاقت ور حاکم تھا اور اپنے احکام کے اجراء کی پوری قوت رکھتا تھا۔ اس نے مشرق و مغرب میں کفار پر جہاد کئے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مطابق شرعی حدود قائم کیں۔ مساجد تعمیر کرائیں۔ قرآن کی اشاعت کی اور سمرقند سے مراکش تک اسلام کا ڈنکہ بجایا۔

مسلمانوں کی تاریخ میں کئی بادشاہ اور حاکم ایسے بھی گزرے ہیں جن کی برائیوں کے مقابلے میں یزید کی طرف منسوب برائیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ لیکن ان سب کے اعمال سے درگزر کر کے کسی خاص مقصد کے تحت صرف یزید کو تقریباً چودہ سو سال سے خواہ مخواہ بدنام کیا جا رہا ہے اور اُمت مسلمہ کے ایک طبقے کو اس قضیہ نامرضیہ میں اُلجھا کر اسے جادہ مستقیم سے بالکل ہٹا دیا گیا۔

یزید کا قصور صرف اتنا ہے کہ اس کی خلافت میں حسین بن علیؓ بے وفا اور غدار عبداللہ بن سبا یہودی اور کوفیوں کی سازشوں کا شکار ہو گئے اور اپنی تین شرطیں پیش

کرنے کے باوجود ان ظالموں کے ہاتھوں بے دردی سے شہید ہو گئے۔

۴

یزید کی جہاد قسطنطنیہ پر لشکر کشی۔ ۳ سالہ امارات حج۔ ملکی فتوحات اور دیگر قابل قدر اسلامی کارنامے ایسے ہیں جو کہ اس المیے کے باوجود نا قابل فراموش ہیں۔ کیونکہ ہر انسان کی قدر و منزلت اس کی ملی و ملکی خدمات کی بنا پر ہوتی ہیں۔ نہ کہ حسب و نسب کے لحاظ سے

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (سورۃ احقاف ۱۹ : ۲)

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے آخری خطبہ میں خاص طور پر اس بات پر زور دیا تھا کہ:

آج سے ہم نے تمام امتیازات مٹا دیئے۔ گورے کو کالے پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت نہیں۔

انسانوں کے معظم و مکرم ہونے کا صرف ایک ہی معیار قرآن کے الفاظ میں یوں فرمایا کہ

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ (سورۃ فتح ۴۸)

اور پھر اپنے اپنے اعمال کی ذمہ داری اور جواب دہی سے آگاہ کرتے ہوئے اپنے عزیز ترین رشتہ داروں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ

اے چچا عباس! پھوپھی صفیہ اور بیٹی فاطمہ!

تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ رسول خدا کے چچا یا پھوپھی یا بیٹی ہونے کی وجہ سے قیامت کو تمہارے اعمال کی پرسش نہیں ہوگی۔ یہ تو ضرور ہو کر رہے گی اور اپنے اپنے

اعمال کے نتائج تمہیں خود بھگتنے پڑیں گے۔ وہاں تو میں بھی بے بس اور عاجز کھڑا ہونگا اور تمہاری کوئی شفاعت نہ کر سکوں گا۔

۵

حسینؓ اور یزید کے درمیان کوئی دینی جھگڑا نہ تھا اور نہ ہی ان دو چچازاد بھائیوں میں سیاسی اختلاف تھا۔ وہ باہم شیر و شکر تھے۔ لیکن مسلمان کی بدبختی سے عجمی مجوسیوں نے دو صدی بعد کسی سیاسی مصلحت سے خود ایک مسئلہ گھڑا اور اسے مذہبی رنگ دے کر مستقل پروپیگنڈہ کے ذریعے عقیدہ میں شامل کر دیا اور ایک جدی امویوں اور عباسیوں میں مناقشت کا ایک شاخسانہ کھڑا کر دیا۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جو چیز ایک دفعہ اعتقاد میں شامل ہو جائے اور انسان اسے اپنے خود ساختہ مذہب کا جزو بنالے (خواہ کتنی ہی غلط کیوں نہ ہو) اس کے خلاف کوئی آواز سننے اور برداشت کرنے کی اس میں تاب نہیں ہوتی۔ خواہ وہ آواز کتنی ہی حقیقت پرمبنی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا کسی غلط عقیدے کے خلاف آواز اٹھانا بڑا ہی مشکل کام ہے۔

عربی مسلمانوں نے اس (عجم ساختہ) سیاسی نزاع کو نہ کبھی اعتقادی مسئلہ بنایا اور نہ ہی عجم کے غیر اسلامی تاثرات کو قبول کیا۔ لیکن شعوری طور پر سب سے پہلے عجمیوں نے اور پھر ان کے ذریعہ سے ہندوستان کے مسلمانوں نے بھی اس مسئلے کو تقلیداً مسلمات بلکہ معتقدات میں شامل کر لیا اور دیکھا دیکھی ایک فریق کو اچھا اور دوسرے کو بُرا کہنا شروع کر دیا۔

بُرا

اگر یہ کوئی واقعی دینی مسئلہ ہوتا تو کسے مجال تھی کہ اس کے ماننے میں اختلاف کرتا؟ تفریق بین المسلمین کے جرم عظیم کا مرتکب ہوتا؟

ظاہر ہے کہ یہ ایک مشاورتی نظام کا سیاسی مسئلہ تھا جس میں اختلاف رائے کا حق بھی موجود تھا۔ لیکن جب اکابر ملت اور جمہور عوام کا ایک بات پر متفقہ فیصلہ ہو جائے تو پھر اختلافات وہیں ختم ہو جاتے ہیں اور سب کا فرض یہ ہو جاتا ہے کہ وہ اس فیصلے کا احترام کرتے ہوئے اسے کامیاب بنانے کیلئے بھرپور کوشش کریں تا کہ ان کے خوشگوار نتائج سے سب کو یکساں بہرہ یاب ہونے کا موقع ملے۔

لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص پھر اسی اپنے ذاتی اختلاف پر بضد قائم رہے اور مخالفت کرے تو وہ بقول امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ گردن زدنی اور واجب القتل ہے

کوفہ (ایران اور عراق کی سرحد پر) ایک فوجی چھاؤنی تھی اس میں مختلف علاقوں کے عجمی و عراقی خانہ بدوش اور بدو لوگ آباد ہو گئے تھے۔ جن میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو اُجڈ نسلوں اور اکھڑ قبیلوں سے تھے وہ تہذیب و تمدن اور علم و عرفان سے نا آشنا اور دینا وی اصولوں اور معاشرتی اقدار سے قطعاً بے بہرہ تھے انہیں دراصل نہ حسینؓ سے کوئی ہمدردی تھی۔ نہ یزید سے کوئی لگاؤ تھا۔

وہ صرف اسلام کے دشمن اور عرب حکومت کے مخالف تھے اور منافقانہ طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں شامل ہو گئے تھے۔ انہوں نے صدقِ دل سے اسلام کو قبول ہی نہ کیا تھا۔ بلکہ وہ تو عربوں اور اسلام کے خلاف ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اپنا

انتقام لینے کی خاطر بظاہر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ کوفی منافقین حضرت حسینؓ اور یزید دونوں کے دشمن تھے انہوں نے سیاسی لحاظ سے اپنے آپ کو کمزور پا کر عربوں میں باہمی نفاق ڈالنے کا منصوبہ بنایا آپس میں لڑوا کر ایک دوسرے کو دشمن بنا دیا اور یوں ان کو بیرونی فتوحات اور تعمیری کارناموں سے روک دیا۔

عجمی مفسدین اور کوفی منافقین اپنے منصوبے میں بخوبی کامیاب ہو گئے اور جب ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ ان ظالموں نے حسینؓ کو دھوکے سے اغوا کر کے شہید کیا عمال یزید کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا اور خود محبان حسینؓ بن بیٹھے۔ خونِ حسینؓ کے دعویدار بننے کی صورت میں انہیں جماعت مومنین اور یزید کو برملا سب وشتم کرنے اور اہل اسلام کے خلاف دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ اس کے لئے انہوں نے شہادتِ حسینؓ کو بڑے غلو اور مبالغہ آمیز لہجے میں ضرورت سے زیادہ اہمیت دے کر مشرقی ممالک میں جا بجا بیان کرنا شروع کیا

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے جسے
بڑھا دیا ہے فقط زیب داستان کیلئے

فسانۂ کربلا کو عجمی منافقین نے ڈرامائی انداز میں مسلمانوں کی تاریخ بنا کر پیش کیا ہے اسے حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں یہ سراسر ایک من گھڑت افسانہ ہے جسے بعد میں آنے والے عجمی تاریخ نویسوں نے چار سو سال بعد اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کی زبانی سن سنا کر کسی

خاص مقصد کی تکمیل کے لئے گھڑا تھا۔ اس میں حقیقت کم اور کذاب وافترا مزیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ آئندہ نسلوں کے لئے قومی سطح پر یہ ایک نزاعی مسئلہ کی شکل اختیار کر گیا اور اختلاف رائے سے بڑھ کر مخالفت میں تبدیل ہو گیا اور تقریباً چودہ سو سال سے مسلمانوں کی باہمی رنجش انتشار اور خون خرابے کا موجب بنا ہوا ہے۔ جو خون حسینؓ کی طرح ایک بہت بڑا المیہ ہے۔

سبائیوں کی سازش

امیر المومنین حضرت معاویہؓ کی وفات ۲۱ رجب ۶۰ھ کی خبر سنتے ہی کوفہ (عراق) کی سبائی جماعت ایک نئے منصوبے کے تحت حرکت میں آ گئی۔ اور قصاص عثمان کی پاداش میں خلافت معاویہ میں جو سبائی مارے گئے تھے یزید بن معاویہؓ سے ان کا بدلہ چکانے کا وقت آ گیا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہیں حسین بن علیؓ کو آلہ کار بنانے کی سوجھی۔

چنانچہ ۶۰ھ میں حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں تقریباً چالیس سبائی نمائندوں کا ایک وفد حضرت حسینؓ سے خلوت میں ملا اپنے حسن ارادت و عقیدت کا اظہار کر کے بڑے خلوص و محبت سے پیش آیا۔ اور کئی کوفی اکابر مثلاً شعیب بن ربی۔ حجاج بن حجر۔ قیس بن اشعث۔ سلیمان وزید بن حرث وغیرہ کے خطوط بھی خفیہ طور پر دیئے جن میں حسن ارادت کے ساتھ ان کی زیارت کی خواہش کے جذبہ سے انہیں کوفہ آنے کی دعوت دی گئی تھی کہ:۔

حضرت علی کے بعد ہم آپ کے دیدار کو ترس رہے ہیں ایک دفعہ ضرور تشریف لا کر ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ شیعان علی آپ کے ساتھ بھی ویسے ہی حسن عقیدت اور جان نثاری کا جذبات رکھتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی کے ساتھ رکھتے تھے۔

وفد کے ارکان نے آپ کو اہل مکہ و مدینہ کے مقابلے میں اہل کوفہ کی حضرت علیؓ اور ان کی فاطمی اولاد سے بے پناہ محبت و فاشعاری اور دیرینہ خدمات گن گن کر بتائیں اور کہا کہ کوفہ حضرت علی کا مسکن و دار الخلافت تھا۔ آپ کو کوفہ سے ایک گونہ محبت ضرور ہو گی کیونکہ ان کا مدفن بھی یہی شہر ہے۔ اور ان کی قبر کی زیارت کرنا آپ جیسی نیک اولاد کا اولین فرض ہے۔ اگر

آپ اب ہمارے قافلے کے ساتھ ہی چلیں تو ہر قسم کی سہولتیں مہیا ہیں اور ہم اسی عزت احترام کے ساتھ آپ کو واپس چھوڑ جائیں گے۔ حضرت حسینؓ اتنے بھولے بھی نہ تھے کہ ان کے کہنے میں آ کر خود ہی چل پڑتے مگر سبائی پارٹی موقع دیکھ کر آئی تھی کہ تمام لوگوں کی توجہ حج پر مرکوز ہے اس لئے انہوں نے حضرت حسینؓ کو زبردستی عورتوں بچوں سمیت اغواء کر لیا۔ اور ۸ ذی الحجہ کو اونٹوں پر بمع مال و متاع رات گئے روانہ ہوئے۔

۹ محرم ۶۱ھ کو جب یہ قافلہ کوفہ کے قریب پہنچا تو کوفی وفد کے ارکان نے اپنے مہمان کو وہیں ٹھہرایا اور خود کوفہ جا کر سبائی جماعت کے اکابر کو حسین کی آمد کا اطلاع دی۔ باہمی مشورے کے بعد سبائی جماعت (جن میں عجمیوں کی اکثریت تھی) حسینؓ کے پاس آئی اور خاطر و مدارات کے علاوہ یزید کے خلاف زبان طعن و دشنام دراز کرنی شروع کر دی۔ اس کو ظالم، غاصب اور بدکردار قرار دے کر اس کی حکومت کا تختہ الٹنے کا منصوبہ پیش کیا حضرت علیؓ کا صحیح جا نشین تسلیم کر کے آپ کو طلب خلافت پر اکسایا اور اپنی پوری مالی و جانی امداد کا یقین دلایا۔ لیکن حضرت حسینؓ تو انکے اکسانے کے سبب ان سبائیوں کے کہے میں آنے والے نہ تھے۔

حضرت حسینؓ تو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے کہ یزید کی بیعت عامہ کے ذریعے خواص و عوام نے اپنا امیر و امام تسلیم کر لیا ہے۔ اور معہ صحابہ کرام اس کے دست و بازو بن چکے ہیں۔

آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اب اگر کسی قسم کی کوئی مخالفت یا بغاوت اس کے خلاف کی جائے گی تو وہ شرعی لحاظ سے ناجائز ہوگی۔

خانہ جنگی کی بنا پر بدامنی کا سبب ہوگی اور خدا کی رحمتوں سے محرومی کا سبب بنے گی۔ (سورۂ نساء ۴: ۱۲)

پھر بھلا آپ اس بغاوت میں کیونکر شریک ہو سکتے تھے؟

آپ نے جب سبائی منافقین کی باتیں خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کی سنی اور ان کی بدنیتی کے آثار دیکھے تو آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ آپ نے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق یزید کے خلاف اقدام خروج کو اپنے ایمان کے خلاف سمجھا اور ان کے منصوبے میں شامل ہونے سے صاف انکار کر دیا۔

سبائیوں نے آپؓ کو مفید مطلب نہ پا کر آگے جانے سے روک دیا۔ آخر آپ نے مدینہ چلے جانے یا یزید کے پاس دمشق جانے کا ارادہ ظاہر کیا تا کہ حکم کے مطابق جہاد میں شریک ہو کر شرقی ولایات میں غیر مسلموں کے مقابلے میں لڑ کر شہادت حاصل کی جائے۔ یہ دیکھ کر کہ شکار ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ اور اب یہ یزید سے مل کر ہم پر مصیبتوں کے پہاڑ ڈھائے گا۔ اُن ظالموں نے۔

ا گھیرا ڈال کر حضرت حسینؓ کو مع ان کے ساتھیوں کے وہیں شہید کر دیا

ب ان کے خیموں کو آگ لگا دی

ج اپنے نوشتہ خطوط ان سے چھین کر جلا دیئے۔

عمال حکومت کو قتل حسینؓ کا ذمہ دار ٹھرانے کیلئے ضروری تھا کہ کوفہ کے سبائی فتنہ پردازوں کی جماعت خود خون حسینؓ کی دعویدار بنے گویا قائم عرب حکومت کے خلاف آواز بلند کرنے اور عراق و عجم میں فتنہ و فاسد اور انتشار پھیلا کر اس کا سیاسی اقتدار ختم کرنے کیلئے انہوں نے خون حسینؓ کا ایک معقول بہانہ تراشا اور اسے اپنے سیاسی مقاصد کی تشہیر میں خوب استعمال کیا چنانچہ

1 عبید اللہ مختار ثقفی اسی نعرے سے جمعیت بہم پہنچا کر کوفہ شہر پر قبضہ کر لیا اور خون حسینؓ

کے حقیقی دعویداروں (علی بن حسین، عبداللہ بن عباس، محمد بن حنفیہ، عبداللہ بن جعفر وغیرہ تمام طالبی حضرات کو بدستور بوریہ نشین رہنے دیا گیا، پھر خود نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

۲ اہل عجم بھی اس سیاسی انتشار سے فائدہ اٹھانے اور عربوں کی حکومت کا تختہ الٹ کر دوبارہ اپنی حکومت قائم کرنے کا خواب دیکھنے لگے

لیکن نہ تو مختار ثقفی کی حکومت چلی اور نہ عجمیوں کی حکومت قائم ہوئی۔ اگر کچھ چلتا رہا تو صرف سبائی پراپیگنڈا چلتا رہا۔ اس منافقانہ پراپگنڈے نے اموی حکومت کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی طرح ڈال دی اور آل عباس کی عباسی تحریک کو ابومسلم خراسانی نے مشرقی ولایات میں پروان چڑھایا۔ اور خلافتِ اموی کی تباہی کا موجب اور بنوعباس کو برسر اقتدار لانے کا ذمہ دار بنا۔

اما منافی الدین حضرت حسینؓ بن علیؓ

آپ ۷ شعبان ۶ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے

جب رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی تو آپ کی عمر ۵ سال کی تھی۔ اس کے ۶ ماہ بعد شفقت مادری سے بھی محروم ہو گئے۔

۱ خلافت راشدہ میں آپ کو صحابہ کرامؓ کی صحبت میں دینی علوم حاصل کرنے کے مواقع میسر تھے۔ جب آپ جوان ہو گئے تو حضرت عمر فاروقؓ نے حسنین کا بھی صحابہ کرامؓ کے برابر بیت المال سے پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر کے ان کو خوش حال کیا اور فکر معاش سے آزاد رکھا۔ کیونکہ آپ ام کلثوم بنت علیؓ کے خاوند تھے۔

۲ جب حضرت معاویہؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے حضرت حسنؓ کو ایران کے علاقہ اہواز کی ۱۱ لاکھ درہم سالانہ آمدنی کے علاوہ کوفہ کے خزانہ سے ۲ کروڑ درہم بھی لینے کی اجازت دیدی۔ اور حضرت حسینؓ کے لئے ۵ لاکھ درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا جو آپ تا حیات وصول کرتے رہے۔ حضرت حسنؓ ۵۰ھ میں وفات پا گئے۔

۳ ۵۶ھ میں جب امیر المومنین حضرت معاویہؓ یزید کی ولایت عہد کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ اور امہات المومنین سے مشورہ کیلئے مدینہ گئے تو کچھ رد و قد کے بعد سب نے بیعت کر لی اس بیعت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن جعفر طیار اور حضرت حسینؓ سب شامل تھے۔ جو آخر دم تک اس بیعت پر قائم رہے۔ گویا حضرت حسینؓ نے بھی ملت کے اس متفقہ فیصلے کو بسر و چشم قبول کیا۔

ورنہ وہ جماعت مومنین سے الگ ہو کر اپنے ہم خیالوں کی ایک الگ جماعت

قائم کرتے انہیں حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرتے اپنے عزیز و اقارب کو خلیفہ کی اطاعت سے روکتے اور خلیفہ سے پانچ لاکھ درہم سالانہ وظیفہ لینے سے انکار کر دیتے مگر آپ کی عملی زندگی سے اس قسم کا کوئی فعل ثابت نہیں۔

۴ حضرت حسینؓ بڑے دلیر، بہادر، جوشیلے اور نڈر انسان تھے۔ اگر یزید اور ان کے درمیان ذاتی یا سیاسی سطح پر کوئی رنجش ہوتی۔ تو اس کا اظہار کرتے (یا) یزید کے کردار میں انہیں کوئی دینی یا اخلاقی کمزوریاں نظر آئیں تو بلا خوف وخطر اصحاب رسولؐ کے سامنے برملا اس کا اظہار کرتے۔

یا پھر اپنے مدمقابل کی خامیوں اور کمزوریوں سے ملت اسلامیہ کو علی الاعلان آگاہ کرتے اور اس طرح اپنے کسی اقدام کا جواز پیدا کرتے۔ کہ چونکہ:-

ا یزید میں فلاں فلاں ذاتی عیب ہے۔

ب وہ عقل وفکر کی کمی کے باعث خلافت کے نااہل ہے۔

ج وہ عسکری اور انتظامی امور کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

د خواص وعوام اس کے ساتھ تعاون نہیں کرتے نہ اس کے حکم پر کٹ مرنے کو تیار ہیں۔

ہ اس نے جبر وتشدد، ظلم، یا خیانت وغیرہ کا ارتکاب کیا ہے

و اس نے شرعی اُمور کی خلاف ورزی کی ہے۔

اس لئے ہم اس کی بیعت اطاعت سے منحرف ہیں۔ اس کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں اس سے بہتر صلاحیتوں کے مالک کسی اور انسان کو کھڑا کرتے ہیں۔......... لیکن آپ نے امیر موصوف کے ذاتی اوصاف یا اسلامی مملکت

کے انتظامی اُمور کے خلاف کسی قسم کا بہتان باندھنا یا الزام تراشی کرنا اپنے ایمان کے خلاف سمجھا۔ کیونکہ امیر موصوف کا انتخاب تو بیعت عامہ کے ذریعے خود صحابہ کرامؓ کے مشورے سے ہوا تھا۔ اس میں اس قسم کے عیوب اور خامیاں ہو ہی کیسے سکتی تھیں؟

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت حسینؓ بھی جمہور کے فیصلے کے بعد اپنے رائے کے اختلاف سے درگزر کر کے ۵۶ھ میں ہی یزید کی ولی عہدی پر رضامند ہو کر امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کر چکے تھے۔ اور ان سے پانچ لاکھ درہم سالانہ وظائف کے علاوہ عطایا حاصل کر کے بڑی امن و آسائش کی زندگی بسر کرتے رہے۔ اور ان کی وفات کے بعد یزید کی بیعت پر قائم رہے۔

یزید نے حضرت حسینؓ کی سابقہ مراعات کو بحال رکھا۔ بلکہ ہاشمی خانوادے کو مزید عطایا سے خوشحال کیا۔ اور ان سے ازدواجی تعلقات بھی قائم کیے۔

۵ یزید ۲۲ رجب ۶۰ھ کو منصب خلافت پر متمکن ہوئے۔ اس کے چار ماہ بعد حج کا موسم آ گیا۔ اور لاکھوں مسلمان مملکت کے اطراف و اکناف سے حدودِ حرم میں جمع ہوئے۔ حضرت حسینؓ بن علیؓ بھی اس وقت اپنے چچا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں دار العباس مکہ میں مقیم تھے۔ آپ کی ذات سے ہر مسلمان کے جذبات محبت قدر رکھنا وابستہ تھے۔ اگر انہیں یزید سے کوئی شکایت ہوتی تو بلا خوف و خطر مرکزِ اسلام مکہ معظمہ میں دنیائے اسلام کے لاکھوں مسلمانوں کے مجمع کے سامنے یزید کے نا اہلی یا بدکرداری کا ثبوت بہم پہنچا کر احکام شریعت کے مطابق اقدام خروج کا جواز پیش کرتے تاکہ خواص و عوام آپ کے دعویٰ کی صداقت پر لبیک کہتے ہوئے حکومت الٹنے میں دیر نہ کرتے ...... لیکن ابن علیؓ کا اس قسم کا کوئی اعلان کتب التواریخ میں مذکور نہیں بلکہ آپ نے:-

(ا) نہ ارباب حل وعقد سے اس بارے میں کوئی مشورہ کیا۔

(ب) نہ اپنے ہم خیالوں کی کوئی جماعت پیدا کی۔

(ج) نہ اپنے عزیز وا قارب کو اقدام خروج پر آمادہ کیا۔

(د) نہ کوئی عسکری تنظیم قائم کی۔

(ر) نہ جنگی ساز وسامان اکٹھا کیا۔

(س) نہ کسی گورنر یا کمانڈر سے ساز باز کی۔

(ص) نہ ہی مکہ ومدینہ کے رحیم وکریم صحابہ کرامؓ کی حمایت حاصل کی۔

(ط) نہ اظہار ناراضگی کے طور پر یزید کے خزانہ سے عطایا اور وظیفہ لینے سے انکار کیا۔

(ع) نہ یزید کے حامی وناصر اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں کا ہی بائیکاٹ کیا۔

ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قائم حکومت کے خلاف آپ کا کوئی عزم نہ تھا۔اس لئے حکومت نے بھی:۔

(ا) آپ کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا۔

(ب) آپ کی نگرانی کے لئے کوئی پولیس مقرر نہ کی۔

(ج) آپ اور آپ کے متعلقین کا وظیفہ بند نہ کیا۔

(د) آپ اور آپ کے لواحقین میں سے کسی کو قید وبند میں نہ ڈالا۔

(ر) آپ کی جائیداد واملاک ضبط نہ کیں۔

(س) آپ اور آپ کے ساتھیوں کو گرفتاری کا وارنٹ جاری نہ کیا۔

(ص) آپ کے خروج کی نہ کوئی اطلاع دمشق میں پہنچی اور نہ حکومت نے آپ کے قتل کا کوئی حکم دیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ سارا قصہ سبائی منافقین نے اپنی سازش کو چھپانے اور عوام کی توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کیلئے گھڑا ہے۔

حضرت حسینؓ کو مرکز اسلام مکہ و مدینہ اور اپنے خیر خواہوں اور بزرگوں کی رفاقت کو چھوڑ کر فریب کار اسلام دشمن سبائیوں کی پناہ میں کوفہ جانیکی ضرورت ہی کیا تھی؟ کیونکہ یزید کے انتخاب کا اختیار تو مرکز اسلام مدینہ کو ارباب حل و عقد کو حاصل تھا نہ کوفہ کے سبائی مفسدین کو۔

حضرت حسینؓ سبطِ رسولؐ تھے اور صحابہ کرامؓ کی قدسی جماعت کی صحبت سے ۵۰ سال تک فیض یاب ہوئے تھے۔

(ا) وہ قرآن کے حامل اور اسوۂ رسولؐ کے پیروکار۔ ارشاد نبویؐ کے مطیع اور اسلام کے فدائی تھے۔

(ب) وہ قرآن مجید کے منشاء اور اسوۂ رسولؐ کے خلاف نہ کچھ کہہ سکتے تھے اور نہ کر سکتے تھے کیونکہ قرآن کا یہ حکم ہے کہ:-
کونوا مع الصادقین یہ ہمیشہ ان کے پیش نظر تھا۔ اور و لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا سے وہ کبھی غافل نہ ہو سکتے تھے۔

(ج) وہ ملی وحدت کو پارہ پارہ ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکتے تھے۔ نہ امت میں تفرقہ کے مؤید تھے۔ اور نہ مرکز اسلام کو کمزور کرنا چاہتے تھے۔

(د) وہ اسلام کے دشمنوں کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے نہ ان کا آلہ کار بن کر قوم کو تباہ کرانا پسند کرتے تھے۔

(ر) وہ شرعی حجت پر نہ اعتراض کر سکتے تھے نہ قومی نقصان کو برداشت کرنے والے تھے

س وہ متفقہ طور پر قائم شدہ حکومت کے خلاف کوئی ایسا اقدام نہیں کر سکتے تھے۔ جس سے اہل اسلام میں انتشار پیدا ہو۔ مملکت کا امن تباہ ہو جائے اور ملت کا شیرازہ بکھر جائے۔

ص وہ مومنین کے آپس میں لڑنے اور ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لینا پسند نہیں کرتے تھے۔

ط ان کے سامنے اطاعت یزید اور خروج سے مخالفت کو نبوی حکم موجود تھا۔ اور قرآن کی سورۂ نساء ۴ آیات نمبر ۹۳ بھی یقیناً ان کے مدنظر تھی جس کی خلاف ورزی کی سزا ابدی جہنم اور خدا کی رحمتوں سے دوری ہے۔

(خلیفۂ ششم) امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر المؤمنین معاویہؓ بن ابی سفیان القرشی الاموی قبل اسلام میں شرافت ونجابت وسداوت میں پورے عرب میں ممتاز تھے۔ بدر، احد، خندق، حدیبیہ کے معرکوں میں حاضر نہیں ہوئے۔ لیکن ان کا دل گواہی دیتا تھا کہ اسلام مذہب حق ہے فتح مکہ کے موقع پر کھل کر مسلمان ہوئے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لگ گئے اور کتابت وحی کے مقدس کام پر آنحضرت ﷺ نے اہل مجھ کران کو مامور فرمایا جو بہت نازک امانت داری اور ذمہ داری کا کام تھا اور آپ ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی:

اللهم اجعله ها دیا مهد یا و اهد به (ترمذی)

اے اللہ! معاویہ کو ہدایت یافتہ اور ہدیت دینے والا بنا دے اور اس کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔ نیز دعا بھی کی

اللهم علم معاويه الكتاب والحساب وقه العذاب

اے اللہ! معاویہ کو حساب کتاب سکھا اور اس کو عذاب جہنم سے بچا۔ نیز دعا فرمائی

اللهم عالمه الكتاب و مكن له فى البلاد وقه العذاب

اے اللہ! معاویہ کو علم قرآن سکھا دے اور شہروں میں اس کو ٹھکانا بنا دے اور عذاب سے اسے بچا۔

آپ ﷺ نے معاویہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا۔ پھر فرمایا معاویہ! تیرے جسم کا کونسا حصہ میرے جسم کے ساتھ لگ رہا ہے؟

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا پیٹ اور سینہ۔

تو آپ نے دعا فرمائی اللھم املاہ علماً اللہ اس کو علم سے بھر دے

آپ مستجاب الدعوات تھے ان کی دعا قبول ہوئی

نبی کریم ﷺ نے ایک خوشخبری سنائی تھی کہ

اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِی یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَھُمْ ۔

میری امت کے پہلے لشکر نے جو بحری لڑائی لڑے گا اپنے اوپر جنت واجب کر لی

(بخاری ۴۱۰)

اس خوشخبری کے مصداق حضرت معاویہؓ جو ۲۷ھ میں بحری بیڑا لے کر روانہ ہوئے اور ۲۸ھ میں آپ کے ہاتھوں قسطنطنیہ قبرص بحیرہ روم فتح ہوا۔

آپ ہی کے دور میں دوسرے ممالک میں شعبۂ دعوت وارشاد اور شعبۂ جہاد دوبارہ شروع ہوا۔ کسی مفسد نے حضرت حسنؓ کے معاویہؓ سے صلح کرنے پر حضرت حسنؓ کو برا بھلا کہا آپؓ نے فرمایا مجھے برا بھلا مت کہہ کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ رات اور دن کی گردش اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ معاویہ امیر نہ ہو جائیں گے۔ بہت ممالک ہیں جہاں ایمان اسلام سے دنیا متعارف ہوئی دین اسلام پھیلا۔

ایمان والوں کی اولاد جو ایمان لائیں وہ بھی والدین کے ساتھ جنت میں جائیں گے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ والذین امنوا واتبعتهم ......اور مؤمن لوگ اور ان کی وہ اولاد جو ایمان لائی گو عمل میں ان سے کسی قدر قصور بھی ہوا ہو تاہم جنتیوں کے پاس خاطر سے ان کی اولاد کو بھی جنت میں ان کے ساتھ لے جا شامل کریں گے اور ان سابقہ مومنوں میں سے کسی کو کم نہ کریں گے۔ یعنی اولاد کو بھی آباؤ اجداد والے درجے دیں گے۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد مہاجرین و انصار مومن اور ان کی تابع اولاد ہیں۔ (قرطبی و بحر محیط)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کی اولاد کے درجے بلند کرے گا اگرچہ عمل میں ماں باپ سے کم ہوں تاکہ ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (بیضاوی) نیز فرمایا کہ یہ مومن اور ان کی اولاد جنت میں ہوں گے اور کافر اور ان کی اولاد دوزخ میں ہوں گے

حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بن علیؓ صحابی تھے اور حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان دونوں باپ بیٹا صحابی مہاجر تھے اور حضرت معاویہؓ کا بیٹا یزید تابعی تھا جو ۲۲ھ میں پیدا ہوا اور تابعین و تبع تابعین کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ تھا جس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا انه ابنة یزید لمن صالحی اهله حضرت معاویہ کا بیٹا یزید اپنے خاندان کے صالح بندوں میں سے ہے۔ (الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص ۲۰۲)

اور حضرت حسین ﷺ کے علاتی بھائی محمد بن الحنفیہؒ نے فرمایا کہ میں یزید کے

پاس مقیم رہا تو میں نے اسے پابند نماز پایا۔ علماء سے فقہی مسائل دریافت کرتا اور سنت طریقہ کے ساتھ چمٹا رہتا تھا خیر کا متلاشی تھا (تاریخ ابن کثیر جلد ۸ ص ۲۳۳)

پھر دور بھی خیر القرون کا تھا جس دور کی خیریت کی شہادت خود خاتم الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے دی ہے کہ

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

بہتر دور میرا ہے جس میں میں رہتا ہوں پھر بہتر دور اس کے ساتھ والا پھر بہتر دور ہے اس اس کے ساتھ والا ہے۔

یزید بن معاویہ ؓ

یزید ۲۲ھ میں عہد فاروقی میں دارالامارت دمشق (شام) میں پیدا ہوا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے بڑے بھائی یزید بن ابوسفیان کے نام پر آپ کا نام یزید رکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت معاویہؓ پورے صوبہ شام کے ایک طاقتور اور پروقار گورنر تھے۔ جب یزید نے آنکھ کھولی تو دولت اور حکومت کو اپنے قدموں میں دیکھا۔ آپ کی ابتدائی زندگی بڑے آرام و آرائش سے گزری علوم اور فنون سپاہ گری، جانبازی بڑے لائق اساتذہ سے سیکھے۔ گو جوانی میں یزید کو سیر و شکار کا شوق تھا۔ لیکن عوام کے ساتھ مل جل کر رہنا اور ان کو خوش رکھنا اس کا جزو ایمان تھا۔

جس سن میں یزید پیدا ہوا تھا۔ اسی سن میں عبدالملک بن مروان بھی پیدا ہوئے۔ اور یہ دونوں بچے سن رشد کو پہنچ کر علمی فضائل اور نسبی اکتسابی خوبیوں سے بہرہ ور ہونے کے علاوہ اپنے اپنے وقت میں خلافت اسلامیہ کے منصب جلیلہ پر بھی فائز ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۲۵)

مادری نسب

یزید کی والدہ ماجدہ سیدہ میسون نسباً یمنی کی مشہور شاخ بنوکلب سے تھیں۔اس قبیلہ کے اکثر لوگ۔حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔کی تبلیغی کوششوں سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔چنانچہ بنوکلب کے کئی بزرگ مثلاً قطن بن زائر، فرائلہ کلبی وائل بن حجر وغیرہ رسول اللہؐ کے صحابی تھے۔اور قریشی خاندانوں کے ساتھ ان کلبیو ں کی رشتہ داریاں بھی قائم تھیں۔مثلاً

- ا حضرت عثمان غنیؓ کی زوجہ بی بی نائلہ بنت الفرافضہ کلبیہ
- ب حضرت معاویہؓ کی زوجہ میسون بنت بجدل بن انیف کلبی
- ج حضرت علیؓ کی زوجہ محیاتہ بنت امراء القیس بن عدی
- د حسن بن علی کی زوجہ سلمیؓ بنت امراء القیس بن عدی
- ر حسین بن علی کی زوجہ (باب، ام سکینہ) القیس بن عدی
- س بی بی سکینہ بنت حسین کے شوہر مصعب کی والدہ بھی کلبیہ خاتون تھیں

اس سے ثابت ہوا کہ اکابر صحابہؓ اور قریشی بزرگ بنوکلب کی خواتین سے نکاح کرنا پسند کرتے تھے کیونکہ یہ نسوانی صفات کے اعتبار سے ایک امتیازی شان رکھتی تھیں۔

بی بی میسون بھی حسن و جمال کے ساتھ عقل و دانش میں ممتاز بڑی دیندار اور نیک خصائل خاتون تھیں۔حضرت معاویہؓ (گورنر شام) نے بنوکلب کے اس طاقتور قبیلے کے ساتھ رشتہ کرنا سیاسی اغراض کے لئے بھی بڑا مفید سمجھا کیونکہ۔بی بی میسون کے والد جلیل لبی دومۃ الجندل کے رئیس اکیدر بن عبدالملک الکندی کے ماموں تھے اہل مکہ نے اسی

اکیدر کے بھائی بشیر بن عبدالملک سے لکھنے پڑھنے کا فن حاصل کیا تھا۔

یزید کی بہن رملہ حضرت عثمانؓ کے بیٹے عمرو بن عثمان کے عقد میں آئیں اور اسی رملہ کی بہو سکینہ بنت حسین تھیں۔ جو زید بن عمرو بن عثمان کی زوجیت میں آئیں۔

(کتاب المعارف مطبوعہ مصر ص ۱۴۴)

بچپن

قریشی گھرانوں کے دستور کے مطابق یزید کا زمانہ رضاعت بھی ننھیال قبیلہ کی دایہ کے خیمے میں بسر ہوا۔ یزید کی دایہ کا کنبہ بادیہ شام کے اس علاقہ میں مقیم تھا۔ جو ایک صدی تک اموی خلفاء کے بچوں کی پرورش گاہ بنا رہا تھا۔ جو خلیفہ عبدالملک اور ولید کے محلات تعمیر کرانے کے وجہ سے البادیہ کہلاتا تھا۔ اس طرح یزید نے محنت مشقت بے تکلف زندگی میں بھاگ دوڑ شتر سواری۔ گھوڑ دوڑ شہسواری اور سید افگنی کی مہارت یہیں حاصل کی۔ گویا کہ بچپن ہی سے آپ میں آثار نجابت وعلو مرتبت پائے جاتے تھے۔

تعلیم و تربیت

یزید ایک غیر معمولی ذہانت کا طالب علم تھا۔ ثقہ مورخین نے بہ تفصیل تذکرہ لکھا ہے۔ کہ یزید نے نوعمری ہی میں لسانیات اور دینیات میں امتیازی درجہ حاصل کر لیا تھا۔ قرآن مجید حفظ تھا۔ اور قرأت بڑے اچھے قاری کی طرح کرتا تھا۔ خطبات جمعہ و عیدین میں قرآنی آیات اور سورتیں مسلسل پڑھتا جاتا تھا۔ خوش بیانی اور حاضر جوابی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

یزید کی طالب علمی کے زمانہ میں درسی کتابیں ابھی مدون نہیں ہوئی تھیں۔ قرآن و حدیث کے علاوہ ادبیات (یعنی شعر و شاعری) اور علم نساب صرف علماء کی صحبت اور خطبات سے حاصل کیے جاتے تھے۔ صحابیؓ رسول حضرت حجر بن حنظلہ الشیبانی الہذلی ساکن بصرہ یزید کے استاد تھے جو بڑے عالم تھے لیکن عالم الانساب کا ان پر غلبہ تھا (تہذیب التہذیب) جس کی وجہ سے وہ دغفل النسابہ کے نام سے مشہور تھے ان ہی کے چچیرے بھائیوں میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ ہوئے ہیں۔

حضرت دغفل النسابہ جب بصرہ سے دمشق آئے تو امیر المومنین حضرت معاویہؓ نے ان کے تبحر علمی اور قوت لسانی کے پیش نظر یزید کے پاس رہنے اور اسے اپنی علمی صحبت سے مستفیض کرنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ یزید کو عرصہ تک ان کے علمی خرمن سے خوشہ چینی کے مواقع حاصل رہے۔ دینی علوم اور ادبیات کے علاوہ مجاہد اسلام کی رومی عیسائیوں کی زبردست فوجی طاقت کے مقابلے میں، بہادرانہ تہورانہ اور مجاہدیانہ جہادی سرگرمیوں کے کارنامے آج تک تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں۔

۳۱ھ میں جب دمشق (شام) کو دارالخلافت ہونے کا امتیاز حاصل ہوا۔ تو یزید کی عمر اس وقت انیس سال کی تھی۔ حجاز اور دوسرے علاقوں سے اکثر صحابہؓ رسول امیر المومنین حضرت معاویہؓ کے پاس دمشق آئے اور مقیم ہوئے۔ یزید کو ان صحابہؓ رسول اللہؐ کی خدمتیں کرنے اور ان کے فیضانِ صحبت سے مستفیض ہونے کے بے بہا مواقع حاصل ہوئے۔

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب ہاشمی (یعنی رسول اللہ کے چچازاد بھائی) خلافت فاروقی میں مدینہ سے دمشق چلے گئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہ یزید سے اس کی صلاحیتوں کی بناء پر ان سے بہت محبت کرتے تھے یہاں تک کہ اپنی وفات سے پہلے انہوں نے یزید کو اپنا وصی اور وارث بنایا۔

(جمہرۃ الانساب ص ۶۴ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۱۳)

صحابہ کرامؓ و علماء و صلحاء کی صحبتوں کے علاوہ یزید اپنے والد محترم کی مجالس میں بالالتزام حاضر رہتے جو ایسے ذہین فطین اور اخاذ طبیعت کا نوجوان کیلئے درسگاہ کی حیثیت رکھتی تھیں۔

خطابت

۱۰ رجب ۶۰ھ میں والد محترم حضرت معاویہؓ کی اچانک وفات پر یزید کو بڑا رنج و ملال ہوا۔ چہرے سے قلبی اذیت کا صاف اظہار ہو رہا تھا۔ جب آپ امیر المومنین کی حیثیت سے جامع مسجد دمشق میں خطبہ دینے آئے۔ تو صحابہ رسول حضرت ضحاک بن قیس الفہری جو اسوقت عامل دمشق تھے ان کی یہ کیفیت دیکھ کر منبر کے پاس آ بیٹھے کہ شاید مافی الضمیر پوری طور ادا نہ کرسکیں۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۲ ص ۱۴۷)

لیکن یزید نے ان کے اس شبہ کا احساس کر کے ان سے کہا کہ: اے ضحاک! کیا آپ بنی عبدشمس کو تقریر سکھانے کے لئے یہاں بیٹھے ہیں؟

اس کے بعد مندرجہ ذیل خطبہ دیا جن میں نہ کسی کی ستائش ہے۔ نہ کسی مزعومہ حق کا ارشاد ہے:-

1. سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جس کو چاہتا ہے منع کرتا ہے جس کو چاہے ذلیل کرے جس کو چاہے سربلند کرے۔ معاویہ بن ابو سفیانؓ کو چاہا اسے دراز کیا جب اس کو قطع کرنے کا ارادہ کیا اسے قطع کر دیا۔ وہ اپنے پیشروؤں سے کم تر اور آئندہ آنے والوں سے بہتر تھے۔ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کا تذکیہ نہیں کر رہا ہوں۔ وہ تو اپنے رب کے پاس چلے گئے جو اگر ان کو معاف کرے تو یہ اس کی رحمت ہے اور اگر سزا دے تو یہ گناہ کا بدلہ ہوگا۔

ان کے بعد میں اس امر خلافت کا ولی بنایا گیا ہوں۔ میں جہل کا عذر نہیں کرتا اور طلبِ علم سے مایوس نہیں۔ آپ لوگ سنبھل کر رہیں اور یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ

جس چیز کو پسند کرتا ہے اسے بدل دیتا ہے اور جس چیز کو محبوب رکھتا ہے۔ اسے آسان کر دیتا ہے۔

۲. امیر یزید اپنے خطبات میں اکثر بیشتر قرآنی آیات اور سورتیں تلاوت کرتے اور فرماتے إِنَّ أَحْسَنَ الحديث وَأبلغ الموعظة كتاب الله یعنی بہترین بات اور عمدہ نصیحت کتاب اللہ ہے (العقد الفرید جلد ۲ ص ۳۵۸)

۳. امام احمد بن حنبل اپنی کتاب "الزہد" میں یزید کے ایک خطبے کے دوران ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ یزید موصوف نے فرمایا

تم میں سے جب کوئی کسی مرض سے بیمار پڑ جائے اور پھر شفا پا کر صحت یاب ہونے لگے تو اسے غور کرنا چاہیے کہ ان نے کونسا اچھا عمل کیا تھا کہ پھر اس پر مداومت کرے پھر یہ سوچے کہ کونسا برا عمل اس نے کیا تھا کہ اسے ترک کر دے:

۴. امام شہاب الدین متوفی ۳۲۸ھ نے اپنی کتاب العقد الفرید جلد ۲ کے ص ۳۱۵ پر خلفائے راشدین کے خطبات کے آخر میں یزید کے خطبات بھی شامل کئے ہیں۔

۵. امام غزالی کے خلیفہ اور شاگرد قاضی ابوبکر بن العربی (متوفی ۵۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام احمد حنبلؒ کے نزدیک امیر المومنین یزید کی عظیم منزلت تھی کہ ان کے خطبے سے اس قول کو لے کر اس مقام پر نقل کیا۔ جہاں صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے متقین کے خطبات اور مؤعظ اور ان کو طبقہ زہاد صحابہؓ و تابعین میں داخل کیا۔

(کتاب العواصم من القواصم صفحہ ۲۳۳)

۶. علامہ بلاذری نے ایک موقع پر یزید کا یہ حکیمانہ قول درج کیا ہے کہ

ندیم وجلیس کا تحفظ اور اس کی عزت وتوقیر کرنا خلیفہ کے کرم نعمت کے شکر کے ادا کرنے کا ذریعہ ہے۔ (انساب الاشراف جلد۴ ص۱۰ مطبوعہ یوروشلم)

یزید قریش کے خطباء میں امتیازی شان رکھتا تھا وہ اپنی برجستہ اور زوردار تقریروں کی وجہ سے (الخطیب الاشدق) کہلاتا تھا۔

حلم وکرم

یزید بڑا حلیم وکریم تھا۔ یہ اوصاف اسے اپنے والد محترم کی پاکیزہ سیرت سے وراثت میں ملے تھے۔ ایک موقع پر حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید سے فرمایا تھا کہ:

فرزند عزیز! علم وبردباری کے عمل سے نہ کبھی ذلت ہوتی ہے نہ سب کی مخالف رام ہوجاتا ہے اور معاند کی زبان گنگ ہوجاتی ہے۔ یزید نے اپنے والد کے اس ارشاد پر ہمیشہ عمل کیا اور حلم وکرم کیساتھ مخالفین اور معترضین سے درگزر فرماتا مثلاً

(۱) ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن حسان یزید کے پاس آئے امیر نے ان کے حسب توقع خاطر ومدارات نہ کی اس پر انہوں نے امیر کی ہجو میں کچھ اشعار کہے۔ امیر یزید کے اعیان میں سے مسلم بن عقبہ نے آپ کو کہا۔ آپ ان کو قتل کر دیجیے کیوں کہ امیر المومنین کے حلم نے لوگوں کو آپ پر بہت جری کر دیا ہے

امیر یزید نے فرمایا کہ! ہم نے ان کے ساتھ خشکی ہوتی تھی اور محروم رکھا تھا۔ اس لئے اس ہجو کے ہم مستحق ہوگئے۔

ان کے بعد آپ نے انہیں تیس ہزار درہم بھجوائے تو آپ کی مدح کی۔

(انسب الاشراف جلد ۶ ص ۱۱ مطبوعہ یروشلم)

(۴) مورخ ابوالحسن المدائنی ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شاعر ابن ہمام السلولی نے ایک قصیدے میں بنوامیہ کی دشمنی میں چند شعر کہے۔ امیر المومنین کے حکم پر ابن زیاد حاکم بصرہ نے ابن ہمام کو گرفتار کر کے دربار میں پیش کیا۔

ابن ہمام نے خلیفہ یزید کی خدمت میں حاضر ہو کر امیر معاویہ کی وفات پر تعزیت کی اور خلافت کی مبارک باد دی۔ پھر ان کے صاحبزادہ معاویہ ثانی کی خدمت میں جا کر ان سے امان طلب کی۔ اس کی سفارش پر ابن ہمام کو معاف کر دیا گیا۔ اس معافی کا نتیجہ تھا کہ ایک ہجو گو معاند مداح و ثنا خواں بن گیا۔

غرض کہ والد محترم حضرت معاویہؓ کی تربیت نے اس ذہین فرزند کی فطری صلاحیتوں کے سنوارنے اور خیر القرون کے بقیہ صحابہ کرام و تابعین کی مجلسوں اور صحبتوں کے ماحول کے اثرات نے امیر یزید میں وہ پاکیزگی پیدا کی کہ غیر مسلم مورخ بھی ان کے حلم و کرم۔ رحمدلی اور دیگر صفات حسنہ کے معترف ہیں۔

یتیموں اور مسکینوں کی خبر گیری

اس رحمدلی کے جذبہ کا اثر تھا کہ یزید نو عمر ہی سے یتیموں اور مسکینوں کی خدمت اور خبر گیری پر مستعد رہتا۔ چنانچہ مشہور ہے کہ بنی عدی کے یتیموں کو لا کر اپنے مکان میں رکھا۔ اور ان کی خبر گیری و خدمت اپنی ذات پر لازم کر لی۔ اپنی جیب خرچ کی رقم اس کار خیر میں صرف کرتا تھا۔ یزید نے ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ سے درخواست کی کہ بنی عدی، بنی سہم اور بنی جمح کے یتیموں کی پرورش کیلئے رقوم و وظائف معین فرمائیں۔ حضرت معاویہؓ نے یزید کے سر پر بوسہ دیکر یہ درخواست قبول کر لی۔

دینی حرارت و ملی خدمات

زمانہ شباب میں مجاہدین، شہدا اور صحابہ کرام کی عظیم جہادی سرگرمیوں کی قدر، قیمت اور فدا کارانہ دینی خدمات کی پیروی کیلئے یزید کو ان ہی جیسے تاثرات نے مجاہدانہ اقدامات کی غرض سے تیغ بکف میدانِ جہاد میں لا کھڑا کیا۔

۱ امیر المومنین حضرت معاویہؓ کا دورِ خلافت زبردست اسلامی فتوحات کا زمانہ تھا۔ اعلائے کلمۃ الحق کے ساتھ ساتھ اقوام عالم کے فرسودہ غیر صالح نظام اور عادلانہ نظام قائم کرنے کی جذبہ سے سرشار غازیانِ اسلام کا سیل رواں بڑھتا جارہا تھا۔

یہ تھا وہ ماحول جس میں امیر یزید نے شعور کی آنکھیں کھولیں امیر المومنین حضرت معاویہؓ نے رومی عیسائیوں کے خلاف ۱۶ مرتبہ غزوات اور جہاد کئے وہ قسطنطنیہ پر گرمیوں اور سردیوں میں خدا اگانہ عسکری مہمیں بھیجا کرتے تھے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۳)

امیر یزید جیسے پر جوش قریشی نوجوان کو جہادی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی تڑپ بے چین رکھتی تھی آخر کار اپنے والد سے درخواست کی کہ اس سال ۴۹ھ کی گرمیوں کی عسکری مہم میں مجھے تعینات کیا جائے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۲۷)

۲ ایرانی سلطنت کا تو عہد فاروقی (۱۵ھ) ہی میں قلع قمع ہو چکا تھا۔ اب اسلام کی مخالف ایک زبردست قوت (قسطنطنیہ کی بازنطینی رومی حکومت) باقی تھی۔ خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر نے یزید بن ابوسفیان۔ ابوعبیدہ بن الجراح۔ سیف اللہ خالد بن ولید اور دیگر امراء کو جہاد شام پر متعین کیا تھا۔ انہوں نے رومیوں کو شکست دے کر شام اور

فلسطین کو فتح کر لیا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے یزید بن ابو سفیان کی وفات پر ان کے بھائی معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کو حاکم شام مقرر کیا۔ امیر المومنین حضرت معاویہؓ نے خلافت فاروقی اور خلافت عثمانی میں رومیوں کو بری و بحری معرکوں میں شکستیں دیں۔ لیکن مدینہ قیصر قسطنطنیہ پر ابھی تک پیش قدمی نہیں کی گئی تھی۔ اس لئے غازیانِ اسلام رومی سلطنت کے صدر مقام کو فتح کرنے کا خیال رکھتے تھے۔ ۳۶ھ میں صفین میں عربوں کی خانہ جنگی کے نتائج نے حضرت معاویہؓ کی جہادی سرگرمیوں کو چند سال کے لئے ملتوی کر دیا۔ لیکن آپ نے ۴۱ھ میں خلافت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیتے ہی کئی سال کی مسلسل جدوجہد سے جہازوں کا ایک عظیم بحری بیڑا تیار کیا۔ جو سب سے پہلا اسلامی جنگی بیڑا تھا۔ اس میں ۱۷۰۰ جنگی کشتیاں مع ساز و سامان ہر وقت تیار رہتی تھیں۔

جہادِ قسطنطنیہ

۶۶۸ء بمطابق ۴۸ھ میں حضرت معاویہؓ نے جہاد قسطنطنیہ کے لئے بری، بحری حملوں کا انتظام کیا۔ اور رومی سلطنت کی سیاسی طاقت کے استیصال کے لئے مجاہدین کی دو فوجیں تیار کیں۔ سردیوں میں لڑنے والی فوج شواتی اور گرمیوں کی فوج سوائف کہلاتی تھی۔ اس جہاد کے لئے بڑے اہتمام سے تیاریاں کی گئیں۔ مختلف قبائل قریش اور انصار کے پاس قاصدوں کے ذریعے چٹھیاں بھیجیں اور خواہش کی گئی کہ وہ یزید کے ساتھ رومیوں کے خلاف جہاد میں شرکت کریں۔ چنانچہ اس وقت قیادت یزید پر کسی شخص نے بھی اختلاف نہ کیا۔

سب سے پہلے ۴۹ھ میں شامیوں کی ایک شامیہ فوج سفیان بن عوف کی سرکردگی میں جہاد قسطنطنیہ پر روانہ کی گئی یہ فوج راستہ میں ایک جگہ ولدل میں پھنس کر رہ گئی اس کے پیچھے آپ نے مہم صائفہ پر اپنے جوان سال بیٹے یزید کو سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ اس لشکر میں حجازی قبائل کے غازیوں کے علاوہ بڑے بڑے صحابۂ رسول مثلاً عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر۔ ابو ایوب انصاری۔ عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی جیسے قریشی نوجوان بھی شامل تھے۔ جو مغفرتِ موعودہ حاصل کرنے کے لئے شامل جہاد ہوئے اسلامی بحری بیڑہ جنادہ بن ابی امیہ کی کمان میں درہ دانیال پہنچا اور رومی بیڑے کو شکست دے کر شہر سائیزکس پر قبضہ کر کے اسے اپنا فوجی کیمپ بنا لیا۔ پھر باسورس کی ناکہ بندی کر کے ۴ سال تک محاصرہ جاری رکھا۔

حدیث بشارت مغفرت

صحیح بخاری (جلد ا ص ۴۱۰ ، نیز ۳۹۱، ۳۹۲، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۹، ۴۱۰، ۹۲۹، ۱۰۳۶) میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ .

میری امت میں سے پہلا لشکر جو قیصر روم کے شہر پر جا کر جہاد کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔اس کی مغفرت ہوگی اور بخاری (جلد ا ص ۱۵۸) میں ہے کہ محمود بن الربیع فرماتے ہیں کہ جس لشکر کے غزوہ کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس لشکر کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا۔ روم کے ملک میں و يزيد بن معاويه عليهم بارض روم

اس حدیث (جلد ا ص ۴۱۰) کے بارے میں شارح صحیح بخاری نے لکھا ہے کہ مدینۂ روم کا پہلا غازی یزید بن معاویہ تھا اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت تھی۔ جیسے عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن زبیر اور ابوایوب انصاری وغیرہم۔

فتح الباری میں ہے کہ المہلب نے کہا کہ اس حدیث میں حضرت معاویہؓ اور ان کے بیٹے یزید بن معاویہؓ کے منقبت ہے۔

لیکن ابن تین اور ابن منیر نے اس پر اعتراض کیا کہ ضروری نہیں کہ اس عموم میں یزید بھی داخل ہو کیونکہ اہل علم میں کسی کا اختلاف نہیں کہ یہ عام مخصوص منہ البعض ہے۔ کیونکہ غزوہ میں شریک ہونے والا اس کے بعد اگر مرتد ہو جائے وہ قطعاً اس عموم سے خارج ہوتا ہے۔تو اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اس جہاد میں شریک ہونے والا مغفورلہ ہے

بشرطیکہ مغفور لہ ہونے کی شرط اس میں موجود ہو۔

مگر یہ ان کا قول اس وقت درست ہے جب کہ یزید کا مرتد ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہو جائے جب دلیل قطعی ارتداد یزید کی نہ ملے تو خواہ مخواہ اس کو مرتد ہونے کی گالی دینا حرام ہے

نیز عموم کو خصوص میں بدلنا تغییر حکم رسول ہے۔ جس کا حق امتی کو نہیں۔ نیز یہ شرط لگانے سے صرف یزید ہی اس ارتداد کا مصداق ہے یا اور بھی کوئی ہے اگر ہے تو واضح کیا جائے کہ اس غزوہ میں شریک کتنے مرتد ہو گئے تھے۔ جب کوئی ثبوت نہیں تو صرف یزید کی وجہ سے حکم رسولؐ میں تغییر کی جا رہی ہے جب کہ عام غیر مخصوص منہ البعض میں سے بعض کو مستثنیٰ کرنا قطعی حکم کو ظنی بنانا ہے اور اصولی قاعدہ ہے کہ شرط و استثنا سے بیان تغییر ہوتا ہے۔ جیسے اصولی مسئلہ ہے۔ اگر یزید مستثنیٰ ہوتا تو نبی کریم ﷺ خود استثنا فرما دیتے اور یہ فرما دیتے کہ اس لشکر کا سپہ سالار اس بشارت سے مستثنیٰ ہوگا۔

جیسے بیعت الرضوان کے موقع پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیدخلن الجنة من بایع تحت الشجرة الا صاحب الجمل الاحمر (ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۵)

جس جس نے اس درخت کے نیچے بیعت لے لی تو وہ ضرور جنت میں جائیگا مگر یہ لال اونٹ والا نہ جائیگا اسی لیے مدینہ قیصر والی حدیث کی بابت امام سیوطیؒ نے الحاوی للفتاوی (جلد ۲ ص ۲۷۳) میں فرمایا کہ

ومن یدعی الخصوص فیه بغیر مخصص عنه صلی الله علیه وسلم فمتعسف

یعنی نبی کریم ﷺ نے جس کی تخصیص نہ کی ہو پھر اس میں تخصیص کا دعویٰ کرنے

ضعف اور بے راہ روی ہے یعنی ایسے معنے پر محمل کرنا جس پر دلالت ظاہرنہ ہو۔

پھر حضرت امامنا فی الدین حضرت حسینؓ نے اپنی زندگی میں بھی یزید کے بارے کفر یا فسق کا ذکر نہیں کیا۔ خاص کر جو تقریریں سفر کے دوران کربلا تک کیں ان میں کوئی ایسی بات نہیں جس میں یہ ذکر ہو۔ اور نہ ہی کوئی عینی شاہد ملتا ہے جس نے کہا ہو کہ فلاں جگہ میں نے فلاں وقت میں یزید کو کفر بکتے سنا یا فلاں مجلس میں میں نے یزید کو شراب پیتے ہوئے دیکھا یا غیر محرم عورت کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے دیکھا کالمیل فی المکحلہ

اس دور میں شیعہ کا پروپگنڈا بہت تھا تو فسق یزید کی خبریں بہت اڑائی جا رہی تھیں۔ تو مؤرخین نے وہ باتیں لکھ ماریں پھر اس پر تبصرے کرنے شروع کر دیے عامی آدمی سچ سمجھنے لگ گئے جیسے امامنا فی الدین حضرت حسنؓ کے بارے میں مشہور کر دیا کہ بہت طلاقیں دینے والا۔ کہ انہوں نے بہت نکاح کئے اور پھر طلاقیں بھی بہت دیتے تھے۔

سچ یہ ہے کہ وہ زمانہ خیر القرون کا تھا صحابہ کرام کی بڑی جماعت بھی موجود تھی اس دور میں ایسا فاسق فاجر اور بے دین تخت خلافت پہ بیٹھ ہی نہ سکتا تھا۔ بلکہ ایسے فاسق فاجر کا تخت خلافت پر بیٹھنا صحابہ کرامؓ کے ضعف ایمانی کی غمازی کرتا ہے (جو کہ صرف شیعہ مذہب کا ایمان ہے) کیونکہ آنحضرت ﷺ نے امۃ محمدیہ کو فرمایا

جیسے تم ہو گے تم پر امیر بھی ایسے ہی ہوں گے۔ ہاں البتہ یہ الگ بات ہے کہ فاضل کی بجائے مفضول کو کسی وجہ سے ترجیح دی جائے اور کسی کے زبانی نہیں سنا کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ فاسق تھا۔ اس حدیث کو سامنے رکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کے دور کے بعد پھر سے اچھا دور پلٹ آیا کہ امت کو خلیفہ راشد مل گیا۔ مگر ہمارا خیال یقین کی حد تک

ہے کہ اہل سنۃ والجماعت میں سے کوئی بھی ایسا نہ کہہ سکے گا۔ بس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان سولہ آنے ٹھیک ہے کہ خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم میرے دور کے لوگ یعنی صحابہ کرامؓ سب سے بہتر ہیں پھر دوسرے نمبر پر وہ لوگ ہیں جو صحابہ کے بعد والے ہیں یعنی تابعین پھر ان کے بعد وہ ہیں جو ان کے بعد متصل آئیں گے یعنی تبع تابعین۔ ان تین دوروں کے بعد ایسا دور آ جائیگا جس میں حالات بدل جائیں گے۔

حاشیہ بخاری جلد ۱ ص ۴۱۰ میں قسطلانی کے حوالے سے اور عینی نے عمدۃ القاری میں جلد ۱۴ ص ۱۹۹ اور ابن حجر نے فتح الباری جلد ۲ ص ۷۸ میں لکھا ہے کہ غزوہ قسطنطنیہ (مدینہ قیصر) میں یزید بن معاویہؓ کے ساتھ جہاد میں عبداللہؓ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ۔ ابوایوب انصاری اور دیگر کثیر جماعت صحابہ کرامؓ کی تھی۔

بخاری جلد ۲ ص ۱۰۵۳ میں حضرت عبداللہ بن عمر کا قول منقول ہے انا قد بایعنا ھذا الرجل علی بیع اللہ ورسولہ

بلاذری جلد ۴ ص ۴ اور الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص ۲۰۲ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا انہ ابنہ یزید لمن صالحی اھلہ معاویہؓ کا بیٹا یزید اس کے گھر والوں کے صالحین میں سے ہے

تاریخ ابن کثیر جلد ۸ ص ۲۳۳ میں ہے قال محمد بن الحنفیہ و قد حضرتہ واقمت عندہ فرایتہ مواظباً علی الصلوۃ متحریا للخیر یسال عن الفقہ وملازماللسنۃ

تاریخ ابن کثیر جلد ۱۲ ص ۱۷۳ میں بھی ہے۔

یہی وہ پہلا اسلامی لشکر ہے جس نے رومی دارالحکومت قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔ اسی اسلامی لشکر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے قریباً ۴۰ سال پیشتر فرمایا کہ

اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ ۔

یعنی میری امت کی پہلی فوج جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گی اس کے لئے مغفرت ہے۔ (حدیث بخاری مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

لہٰذا اس حدیث کے مطابق ان سب بری و بحری غازیوں کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ اسی حدیث مغفرت کی خاطر امیر یزید نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔

(منہاج السنہ جلد ۲ ص ۲۵۲)

حضرت ابوایوب انصاری کی وفات

اسی جہاد قسطنطنیہ کے دوران ۸۰ سالہ میزبان رسول اللہ ﷺ حضرت ابوایوب انصاری کی وفات ہوئی ۔ اس بڑھاپے میں آپ نے اتنے دور دراز مقام پر جہاد میں شرکت حدیث نبوی کی بشارت مغفرت کیوجہ سے کی تھی ۔ جب کہ آپ کا آخری وقت آ پہنچا تو آپ نے سالار لشکر امیر یزید کو وصیت کی کہ میرا جنازہ دشمن کی سرزمین میں جتنی دور لے جا سکو لے جا کر دفن کرنا ۔ مسلمانوں کو میرا اسلام پہنچانا اور یہ حدیث سنانا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنی ہے ۔ کہ جو شخص اس حالت میں فوت ہوا اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرتا تھا ۔ اللہ اسے جنت نصیب کریں گے ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ص ۵۹)

جب فوت ہوئے تو یزید نے اس محترم صحابی رسول ﷺ کی نماز جنازہ پڑھائی اور حسب وصیت شہر قسطنطنیہ کی فصیل کے پاس دفن کیا جہاں آج کل آپ کا عالیشان مزار واقع ہے ۔ عثمانی ترکوں نے مزار کے قریب ایک جامع مسجد تعمیر کرائی جو اب تک جامع ابوایوب کہلاتی ہے اسی مسجد میں خلفائے آل عثمان کی تاجپوشی کی رسم ادا کی جاتی تھی ۔

اب ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں نے جو یزید کے لشکر میں شامل تھے ۔ بشمول صحابہ کرامؓ و حضرت حسین بن علیؓ نے جنازہ کی نماز یزید کی امامت میں پڑھی اور میزبان رسول کی تدفین میں شریک رہے ۔

امیر آشکیب ارسلان اپنی کتاب " حاضر العالم الاسلامی " میں زیر عنوان محاضرات العرب القسطنطنیہ بحوالہ طبقات ابن سعد لکھتے ہیں کہ :-

ابو ایوب انصاری بیمار پڑے تو امیر لشکر یزید بن معاویہ ان کی عیادت کو آئے اور پوچھا کہ آپ کی جو خواہش ہو فرمایئے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! میری خواہش یہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میرا جنازہ دشمن کی سرزمین میں لے جانا جہاں تمہیں راہ ملے اور جب راہ نہ پاؤ تو دفن کر دینا پھر لوٹ آنا۔ جب وہ فوت ہو گئے تو امیر ان کا جنازہ لے کر سرزمین عدو میں گئے۔ جب آگے راہ نہ پائی تو ان کو شہر پناہ کے پاس دفن کر دیا اور لوٹ آئے۔ ابو ایوب انصاری نے مرتے وقت یہ بھی کہا تھا۔ کہ میرا اسلام لوگوں کو پہنچا دینا اور میں تم لوگوں سے وہ حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

پس یزید نے لوگوں سے وہ باتیں بیان کیں جو انہوں نے فرمائیں ان کی وفات اس سال ہوئی جب امیر یزید نے قسطنطنیہ پر اپنے والد ماجد حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں جہاد کیا تھا۔ یزید بن معاویہؓ ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ انکی قبر قسطنطنیہ کے قلعہ کی فصیل کے پاس ہے۔ یہ واقعہ ۵۰ھ بمطابق ۶۷۲ء کا ہے۔

مؤلف کتاب تاریخ التواریخ لکھتا ہے کہ

ابو ایوب انصاری نے جہاد قسطنطنیہ میں یزید کے لشکر میں وفات پائی اور امیر موصوف ہی نے ان کی تدفین کا انتظام کیا۔ جب قسطنطنیہ کے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہیں جو ہم دیکھ رہے ہیں؟ تو اس نے رومی عیسائیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا!

اے اہل قسطنطنیہ! یہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے ممتاز صحابی کا جنازہ ہے۔ جس کو ہم نے دفن کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر ان کی قبر کو کسی قسم کا ضرر پہنچا تو یاد رکھو کہ سرزمین اسلام میں ہر

کلیسہ اور گرجا کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دیا جائیگا اور خطۂ عرب میں پھر ناقوس کی آواز سنائی نہ دے گی۔ (جلد ۲ کتاب دوم ص ۶۶ ناسخ التواریخ)

مؤلف عقد الفرید مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۱۳۳ پر لکھتا ہے کہ:۔

جب ابوایوب انصاری کو ان کی حسب وصیت قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے دفن کر رہے تھے تو قیصر روم نے امیر یزید کے پاس پیغام بھیج کر حال معلوم کرنا چاہا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اور کیوں کر رہے ہو۔ تو امیر یزید نے جواب دیا کہ یہ ہمارے نبیؐ کے صحابیؓ کا جنازہ ہے۔ انہوں نے تمہارے ملک کے اندر لے جا کر دفن کرنے کی خواہش کی تھی اب ہم ان کی وصیت کی تعمیل کر رہے ہیں۔ اگر تم مانع ہو تو ہم دفن ضرور کریں گے۔ خواہ ہم کو اپنی جانیں اس پر دینی پڑیں "

امیر یزید کی یہ بات سن کر قیصر کے منہ سے یہ خباثت آمیز جملہ نکلا کہ:۔

" تم لوگ جب یہاں سے لوٹ جاؤ گے تو یہ نعش نکال کر کتوں کو دے دیں گے "

میزبان رسول کی نعش کی بے حرمتی کے متعلق یہ الفاظ سن کر امیر یزید میں برداشت کی تاب نہ رہی عرب غازیوں کا فوجی دستہ بجلی کی طرح رومیوں کے ہجوم کی طرف لپکا۔ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں ایسا شدید حملہ کیا کہ رومیوں کو قلعہ بند ہونا پڑا۔ قلعہ کے پھاٹک پر پہنچ کر امیر یزید نے لوہے کے گرز سے اس زور سے ضربیں لگائیں کہ پھاٹک میں کئی شگاف پڑ گئے۔ (آغانی جلد ۱۶ ص ۳۳)

رومیوں کو شکست دینے کے بعد امیر یزید نے باب قسطنطنیہ پر قیصر روم کو للکارا اور کہا کہ:۔

اگر مجھ کو یہ خبر پہنچی کہ ان (ابوایوب) کی قبر کو توڑا پھوڑا گیا یا مسخ کیا گیا ہے تو یاد

رکھو کہ میں ایک نصرانی کو بھی جو عرب کی سرزمین میں موجود ہوگا زندہ نہ چھوڑونگا اور نہ کسی گرجا کو بغیر منہدم کئے رہنے دونگا۔

قیصر روم یوغاناتس کو ان تہدید آمیز کلمات اور امیر یزید کے بے باکانہ حملے سے کچھ ایسا خوف دامنگیر ہوا کہ حضرۃ مسیحؑ کی قسم کھا کر اس نے یقین دلایا کہ قبر کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی۔ بعد میں قیصر روم نے اس قبر پر قبہ بھی بنوا دیا تھا۔

(عقد الفرید جلد ۳ ص ۱۳۳)

قلعہ قسطنطنیہ کی فصیل چونکہ بڑی مضبوط اور قدرتی طور پر محفوظ تھی اس لئے مسلمان اسے فتح کر کے قبضہ نہ کر سکے۔ رومیوں نے آتش زنی کر کے اسلامی بیڑے کی بہت سی کشتیاں جلا دیں علاوہ ازیں وہاں کی سردی کی شدت عربوں کے لئے ناقابل برداشت تھی اس لئے مجبوراً ۵۱ھ میں واپس لوٹنا پڑا

مؤرخ المسعودی اپنی تالیف تنبیہ الاشرف کے ص ۱۴۰ پر لکھتا ہے کہ

زمانہ اسلام میں ساحل سمندر سے چل کر تین امراء نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا۔ ان میں سب سے اول یزید بن معاویہؓ بن ابوسفیانؓ ۴۹ھ دوم مسلمہ بن عبدالملک بن مروان ۹۸ھ اور تیسرا ہارون الرشید بن مہدی تھا۔

مشہور یورپین مورخ ایڈورڈ گبن اپنی تالیف (تاریخ روم کا عروج وزوال کے ص ۲۸۶ پر لکھتا ہے کہ

قسطنطنیہ کے معرکہ جہاد میں امیر معاویہؓ کے فرزند یزید کی موجودگی اور اس کی شجاعت وبسالت کی مثال اس وقت اسلامی فوج کے سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کا موجب اور سبب بن گئی تھی۔

فتی العرب (یعنی عرب کا بہادر نوجوان)

امیر یزید نے متواتر ۴۹ھ تا ۵۶ھ عیسائیوں کے خلاف جہادوں اور عظیم معرکوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے جزیرہ قبرص۔ جزیرہ رہوڈز۔ جزائر بحیرہ ابیض اور بلاد ایشیائے کوچک فتح کر لئے حتی کہ خود مدینہ قیصر روم قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) پر بڑی افواج سے حملہ کرنے میں اسے آزمایا جا چکا تھا۔ لہٰذا اس کے حسن انتظام اور ذاتی شجاعت و شہادت کے پیش نظر ملت کی طرف سے اسے فتی العرب کا خطاب دیا گیا۔ امیر یزید ہی اسلام میں وہ پہلے اور آخری شخص ہیں جنہوں نے بہادر ترین عرب کا خطاب حاصل کیا۔ (پروفیسر فلپ ہٹی تاریخ عرب ص ۲۰۱) (طبقات ابن سعد طبری)

امارتِ حج

امیر المومنین حضرت معاویہؓ نے جہاد قسطنطنیہ سے واپسی پر اپنے جوان سال بیٹے یزید کو امیر حج مقرر کیا اور متواتر تین سال تک یزید نے امیر حج کے فرائض انجام دیئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۴)

اسلامی دنیا کے جو مسلمان مکہ معظمہ میں جمع ہوئے وہ امیر حج کے خطبات سے مستفیض ہوتے۔ خطبہ ماثورہ کے ساتھ وقتی ضروریات ملیہ پر ہدایات اور نصائح حاصل کرتے۔ پھر حاجی لوگ ان سے ملاقات کرتے اور امیر حج ان کی شکایات رفع کر کے ان کی حاجتیں پوری کرتے۔

ان تین سالوں ۵۱ھ تا ۵۳ھ کے دوران بہت سے صحابہؓ رسولؐ اکابرین ملک مجاہدین عظام اور مملکتِ اسلامیہ کے لاکھوں مسلمانوں نے ہر سال یزید کی امارت میں مناسک حج ادا کئے۔ ان کے خطبات سنے۔ ان کے پیچھے پانچوں وقت نمازیں ادا کیں اور ان کی معیت میں روضۂ رسول کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

دار الیزید

امیر یزید کو مدینہ کی ارض پاک سے اتنی محبت تھی کہ وہیں اپنا ایک مکان دار الیزید تعمیر کرایا اور ۵۳ھ میں آخری حج کے موقع پر مدینہ کے قریشی گھرانوں کی دو خواتین کو اپنے حبالۂ نکاح میں لائے۔ ان میں سے ایک تو ام محمد بنت عبداللہ بن جعفر طیار تھیں اور دوسری ام مسکین بنت عاصم بن عمر فاروق تھیں۔

یزید بطور ولی عہد

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یزید کی ولی عہدی کا خیال نہ حضرت معاویہؓ کے ذہن میں تھا اور نہ خود یزید اس کا خواہاں تھا بلکہ اس امر کا خیال سب سے پہلے گورنر کوفہ اور مدبر صحابی رسولؐ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے ذہن میں آیا جب کہ ۵۱ھ میں یزید جہاد قسطنطنیہ سے واپس آیا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ وہ دمشق گئے اور دوران گفتگو خلیفہ کی خدمت میں یہ تحریک پیش کی کہ

امیر المؤمنین !

اکابر صحابہؓ اعیان قریش اور عمر رسیدہ اصحاب دنیا سے رخصت ہو گئے۔
ان کی اولاد باقی ہے۔ میں نے حضرت عثمانؓ کے بعد امت میں جو اختلاف اور خون ریزی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اس کے پیش نظر میں یہ کہوں گا کہ آپ اپنے لائق فرزند یزید کو ولی عہد مقرر کر کے عام بیعت لے لیں تاکہ بعد میں فتنہ و فساد اور ہلاکت کا ظہور نہ ہو۔
آپ رائے و تدبیر اور سنت و سیاست سے آگاہی میں افضل و احسن ہیں۔
میں نہیں جانتا کہ آپ کو اس کی ولی عہدی کی بیعت لینے سے کیا چیز روک رہی ہے؟

حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں یزید کی جنگی اور انتظامی امور کی اہلیت و قابلیت سب کے نزدیک مسلم تھی۔ لیکن اس مسئلہ میں پیچیدگی اس خیال سے پیدا ہو رہی تھی کہ کہیں خلافت کو باپ سے بیٹے کی طرف منتقل کرنے کا رواج نہ ہو جائے۔ اور جو کام امت کی مصلحت کے تحت کیا جا رہا تھا وہ اصول نہ بن جائے۔

اس لئے حضرت معاویہؓ جیسے خیر خواہان ملت یہ گوارہ نہیں کر سکتے تھے کہ اس بار

میں پوری امت سے استصواب رائے نہ کریں۔ چنانچہ اس تحریک پر غور کرنے کے لئے آپ نے یہ شرط رکھی کہ تمام شہروں اور صوبوں کے نمائندے جمع ہوں اور بحث کر کے اپنا متفقہ فیصلہ دیں۔ چنانچہ یہ اجتماع ہوا جس میں ہر خیال کی نمائندگی تھی۔ ساری مملکت میں صرف بصرہ اور کوفہ ہی دو ایسے صوبے تھے جہاں باشندے باغی طبیعت کے اور فتنہ پرور تھے اور جہاں اکثر شورشیں پھیلتی رہتی تھیں۔

1 حضرت معاویہؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو کہا کہ کوفہ جا کر لوگوں کو اپنا ہم خیال بناؤ۔ چنانچہ حضرت مغیرہؓ نے کوفہ جا کر دس پندرہ سرکردہ لوگوں کا ایک وفد عراق سے دمشق بھیجا تاکہ خلیفہ سے یزید کو اپنا جانشین بنانے کی درخواست کریں۔ چنانچہ اس وفد نے حضرت معاویہؓ کو یقین دلایا کہ ہماری اور اہل کوفہ کی رائے ہے کہ یزید آپ کا جانشین ہو اس سے حضرت معاویہؓ کا عزم پختہ ہو گیا اور انہوں نے اس امر کے متعلق تمام صوبوں میں گشتی مراسلہ جاری کر دیا۔

2 اسی دوران میں بصرہ سے ایک وفد احنف بن قیس کی سرکردگی میں دمشق پہنچا۔ تو حضرت معاویہؓ نے انہیں بلا کر کے حاضرین مجلس کے روبرو یزید کی فوجی و انتظامی اہلیت اور علمی فضائل بیان کئے۔ پھر چند شامی معززین نے بھی اس کی حمایت میں تقریریں کیں۔

عراق کے علاوہ مملکت اسلامیہ کے تمام صوبوں فارس، خراسان، جزیرہ، شام، فلسطین، مصر، یمن، اردن، ہرات، آذربائیجان اور حجاز وغیرہ کے ہر ہر مقام سے لوگوں نے وفود بھیج کر بلا جبر و اکراہ یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی۔ اس طرح امت کی بھاری اکثریت کا فیصلہ یہی تھا کہ امیر یزید کو ولی عہد المسلمین بنایا جائے۔

3 اس فیصلہ کن اجتماع کے باوجود حضرت معاویہؓ پوری طرح مطمئن نہ ہوئے کیونکہ

وہ مدینہ کے بعض ممتاز صحابہ کا مشورہ لینا ضروری سمجھتے تھے۔ اگرچہ حضرت علی کے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو اپنا مستقر بنانے اور اس کے بعد دمشق کو دارالخلافت کا مرتبہ حاصل ہو جانے سے اہالیان مکہ و مدینہ کا حل وعقد ہونے کا وہ امتیازی حق جاتا رہا تھا۔ جو شیخین کے عہد میں تھا۔ لیکن باجود اس کے حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ جب تک مکہ اور مدینہ کے لوگ بھی اس فیصلے پر متفق نہ ہوں گے یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ اس لئے آپ نے مدینہ کے والی مروان بن حکم کو لکھا کہ:۔

میری عمر ڈھل چکی ہے اور ہڈیاں چور ہو چکی ہیں۔ مجھے اپنے بعد اختلاف امت کا ڈر ہے کہ کہیں میرے بعد کوئی جھگڑا اٹھ کھڑا ہو۔ اس لئے میری رائے ہے کہ لوگوں سے پوچھ لوں کہ میرے بعد جانشین کون ہو؟

امیر مروان نے اہل مدینہ کے سامنے خلیفہ کے عندیہ کا اظہار کیا۔ لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین نے درست بات کہی ہے کہ جسے چاہیں ولی عہد نامزد کر دیں اور دیر نہ کریں۔

امیر مروان نے اس امر کی اطلاع حضرت معاویہؓ کو دمشق میں بھیج دی۔

حضرت معاویہؓ نے اسے دوسرا خط لکھا جس میں بتایا کہ:۔ میں اپنے بعد یزید کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہوں۔ امیر مروان نے جب یہ اعلان مدینہ میں کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق (متوفی ۵۳ھ) نے مخالفت کی اور فرمایا کہ:۔

تمہیں اور امیر المومنین کو اُمت کی خیر خواہی منظور نہیں۔ تم خلافت کو روم کے ہرقل" کی سلطنت بنانا چاہتے ہو کہ ہرقل کے بعد دوسرا ہرقل اٹھ کھڑا ہو" حالانکہ اس سے پہلے حضرت علی کے بعد حسن خلیفہ ہوئے اور حسین خلافت کے امیدوار تھے۔ ان کے

اس خیال کی تائید عبدالرحمٰن بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی نے بھی کی (یہ دونوں آخری بزرگ خود خلافت کے دعویدار بننا چاہتے تھے)

۴ حضرت معاویہ چاہتے تھے کہ عالم اسلام کی اس متفقہ بیعت عامہ کے بعد مکہ اور مدینہ سے لوگ کسی طرح مخالفت نہ کریں اور مسئلہ آسانی سے حل ہو جائے۔ چنانچہ ۵۱ھ میں آپ خود مدینہ پہنچے اور ایک بھرے مجمع میں اہل مدینہ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

اے اہل مدینہ! میں نے جب یزید کی بیعت ولی عہدی کا ارادہ پختہ کر لیا تو کسی قریہ اور جھونپڑی کو بھی نہ چھوڑا جہاں بیعت کیلئے وفد نہ بھیجا ہو۔ چنانچہ تمامی دیار و امصار میں لوگوں نے یہ بیعت کر لی تھی۔ (الامامت والسیاست جلد ۱ ص ۱۹۸)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان

۵ اس کے بعد آپ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت یزید کے بارے میں تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ اور بتایا کہ تمام صوبوں کے لوگ جن میں صحابہ کبار صحابہ صغار اور تابعین سب شامل ہیں) متفقہ طور پر بیعت کر لی ہے۔ اس تفصیل اور اُمت کے متفقہ فیصلہ کو سن کر ام المومنین نے اظہار پسندیدگی فرماتے ہوئے مشورہ دیا کہ اب اگر کوئی شخص یہاں اختلاف کرے تو تم عجلت سے کام نہ لینا۔ اور نرمی اختیار کرنا وہ انشاءاللہ آپ سے موافقت کرے گا۔

حضرت معاویہؓ نے عرض کی ام المومنین! بہت اچھا۔ میں آپ کی فرمائش کے مطابق عمل کروں گا۔

امیر المومنین کے پیش نظر تو وہ تمام حالات تھے جو کہ حضرت علی کی ناکام سیاست کے نتیجے میں اہل حجاز کا سیاسیات ملی میں وہ مقام باقی نہ رہا تھا جو پہلے تین خلفاء راشدین کے عہد میں تھا۔ علاوہ ازیں بمقتضائے زمانہ خلافت اب لاکھوں مربع میل پر پھیلی ہوئی ایک باضابطہ ریاست تھی جس کے گوناگوں مسائل اور انتظامات کا اہل مدینہ میں سے کسی کو نہ کوئی عملی تجربہ تھا نہ واقفیت ان حالات میں اور خطرہ کے پیش نظر کہ حضرت معاویہؓ کے بعد حصول خلافت میں پھر خونریزی کی نوبت نہ آجائے جس کا تلخ تجربہ امت کو ہو چکا تھا امیر المومنین نے یزید کی ولی عہدی کے بارے میں امیر المومنین حضرت معاویہؓ کی کاروائی کو پسند فرمایا

۲ اس کے بعد امیر المومنین نے چاروں قریشی حضرات (عبداللہ بن عباسؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ ۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علیؓ) کو بلا بھیجا اور انہیں اکثریت کے فیصلے سے آگاہ کیا۔ اور فرمایا

۱ آپ لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے ساتھ میری کیا روش رہی ہے؟ آپ میری قرابت داری اور رضا جوئی کے بھی واقف ہیں۔ یزید تمہارا بھائی اور عم زاد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ خلافت اس کے نام پر ہو اور سر رشتہ کار آپ کے ہاتھ میں رہے۔" یہ تقریر یں سن کر عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ ذی النورین کے طریق انتخاب کے خلاف کوئی اور طریقہ ہمیں منظور نہیں

یہ الفاظ سن کر آپ نے جواب دیا کہ مجھے جو کچھ آپ لوگوں سے کہنا تھا کہہ چکا۔ اب جو کچھ میں نے ارادہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا خواہ تم پسند کرو یا نہ کرو۔ کیونکہ

میں یزید کی جانشینی کی بیعت باقی ولایت سے لے چکا ہوں اور آپ کے سوا دیگر سب لوگوں نے بیعت کرلی ہے۔ کیا اب میں بیعت کی تکمیل کے بعد اسے توڑ دوں؟

پھر حسین بن علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ میں یزید سے حسب ونسب کے لحاظ سے بہتر ہوں۔ اس لئے خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

اللہ کی قسم! امت محمدیہ کے انتظامی امور میں یزید تم سے بہت بہتر ہے

(الامامت والسیاست)

ازاں بعد حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس نے بطیب خاطر بیعت کرلی اور اس پر آخر دم تک مستقیم رہے۔

دراصل حضرت معاویہؓ نے یہ سفر ہی اس لئے کیا تھا کہ حج و زیارت کے موقع پر اس مسئلہ میں بھی یکسوئی حاصل کرلیں۔ چنانچہ سب لوگوں نے (جن میں امہات المومنین۔ بدری۔ رضوانی اور دیگر اصحاب رسول۔ حدیث شریف کی راوی۔ ممتاز لیڈر اور عوام شامل تھے) اس فیصلے کا خیر مقدم کیا اور امت کی فلاح و بہبود اور مصلحتوں کے تحت اس کی منظوری اسے دی۔

بعض کذابین نے

یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں یہ فضا پیدا کی گویا اس وفد میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں صرف یہ تین چار بزرگ ہی ذی وقار اور باحیثیت تھے۔ ان کے علاوہ پوری امت عوام الناس پر مشتمل تھی۔ حالانکہ اس زمانے میں سینکڑوں کی تعداد میں اور بھی بلند پایہ اور ممتاز ترین ہستیاں اور دیگر معمر اصحابِ رسول کی خاصی تعداد موجود تھی۔ جنہوں نے اس ولی عہدی کو پسند فرمایا تھا۔

اس وقت زندہ اصحابِ رسول ﷺ کی فہرست

اب ذیل میں ان اُمہات المومنین اور اصحابِ بیعت عقبہ، اصحاب بدر، اصحاب بیعت رضوان کی فہرست مع سن وفات درج ہے۔ جو یزید کی ولی عہدی بلکہ خلافت کے زمانے کے بعد تک بھی زندہ تھے اور انہوں نے یزید کی ولی عہدی پر اتفاق کیا تھا۔

۱۔ امہات المومنین ازواج رسول ﷺ

۱۔	ام المومنین حضرت حفصہؓ	متوفیہ ۵۴ھ (بزمانہ عہدی یزید)
۲۔	ام المومنین حضرت جویریہؓ	متوفیہ ۵۶ھ (بزمانہ عہدی یزید)
۳۔	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ	متوفیہ ۵۰ھ (بزمانہ عہدی یزید)
۴۔	ام المومنین سلمہؓ	متوفیہ ۵۱ھ (بزمانہ عہدی یزید)
۵۔	ام المومنین میمونہؓ	متوفیہ ۶۱ھ (بزمانہ عہدی یزید)

۲۔ بدری اصحاب رسول ﷺ

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (رسول اللہؐ کے ماموں) فاتح ایران متوفی ۵۹ھ

۲۔ حضرت سعید بن زیدؓ (بہنوئی حضرت عمر فاروقؓ) متوفی ۵۱ھ

۳۔ حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاریؓ (میزبان رسولؐ) جہاد قسطنطنیہ میں شریک متوفی ۵۰ھ

۴۔ ابواسید مالک بن ربیعہ انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۶۰ھ

۵۔ ابوبردہ ہانی الحارثی رضی اللہ عنہ متوفی ۵۳ھ

۶۔ ابوعبداللہ انصافی السلمی رضی اللہ عنہ متوفی ۶۱ھ

۷۔ ابولبابہ انصاقی رضی اللہ عنہ متوفی ۵۰ھ

۸۔ ابوطلحہ بن معاذ بن زرارہ انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۵۰ھ

۹۔ ارقم بن الارقم بن عبدالمناف بن اسد مخزومی رضی اللہ عنہ متوفی ۵۵ھ

۱۰۔ جابر بن عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۶۵ھ

۱۱۔ حارثہ بن النعمان بن نفیع انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۵۲ھ

۱۲۔ ربیعہ بن کعب بن مالک ابوفراس اسلمی رضی اللہ عنہ متوفی ۶۳ھ

۱۳۔ زید بن سہل ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۵۲ھ

۱۴۔ سائب بن خلاء ابوسہلہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ متوفی ۷۱ھ

۱۵۔ شداد بن اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۶۴ھ

۱۶۔ عتبان بن مالک بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۵۱ھ

۱۷۔ عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ — متوفی ۶۰ھ

۱۸۔ عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ — متوفی ۵۶ھ

۱۹۔ کعب بن عمرو ابوالیسر انصاری رضی اللہ عنہ — متوفی ۵۵ھ

۲۰۔ نعیمان بن عمرو بن رفاعہ رضی اللہ عنہ — متوفی ۵۲ھ

۳۔ اصحابِ بیعت رضوان

۱۔	ابو ثعلبہ بن جرہم ؓ	متوفی ۷۵ھ
۲۔	ابو زمعہ البلوی ؓ	متوفی ۶۳ھ
۳۔	ابو الحصین الجہنی ؓ	متوفی ۶۳ھ
۴۔	ثابت بن ضحاک انصاری ؓ	متوفی ۶۳ھ
۵۔	سلمہ بن عمرو بن الاکوع بن سنان انصاری ؓ	متوفی ۷۴ھ
۶۔	ثعلبہ بن دہر البلوی ؓ	متوفی ۵۳ھ
۷۔	عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی ؓ	متوفی ۷۰ھ
۸۔	عبداللہ بن عمر فاروق ؓ	متوفی ۷۴ھ
۹۔	عبداللہ بن مغفل المزنی ؓ	متوفی ۶۱ھ
۱۰۔	عبداللہ بن یزید بن حصین انصاری ؓ	متوفی ۵۶ھ
۱۱۔	علقمہ بن خالد ابو عبداللہ ؓ	متوفی ۸۰ھ
۱۲۔	عمرو بن الاخطب انصاری ؓ	متوفی ۷۰ھ
۱۳۔	فضالہ بن عبید انصاری ؓ	متوفی ۶۹ھ
۱۴۔	مغیرہ بن شعبہ بن عامر بن مسعود ؓ	متوفی ۵۱ھ
۱۵۔	عبداللہ بن ابی اوفیٰ ؓ	متوفی ۸۷ھ
۱۶۔	عائذ بن عمرو بن ہلال المزنی ؓ	متوفی ۶۱ھ
۱۷۔	ایہان بن اوس اسلمی ؓ	متوفی

۴۔ دیگر صحابہ کرامؓ

۱۔	ابواروی الدوسی حجازیؓ	متوفی ۵۹ھ
۲۔	ابوامامہ الباہلی صدی بن عجلانؓ	متوفی ۸۶ھ
۳۔	ابوبرزۃ الاسلمی فضا بن عبداللہؓ	متوفی ۶۴ھ
۴۔	ابوبشیر انصاریؓ	متوفی ۶۵ھ
۵۔	ابوبکرہ ثقفیؓ	متوفی ۵۲ھ
۶۔	ابوجہم بن حذیفہ القرشیؓ	متوفی ۷۶ھ
۷۔	ابوحدرد اسلمی سلامہ بن عمیرؓ	متوفی ۵۹ھ
۸۔	ابوحثمہ انصاریؓ	متوفی ۵۹ھ
۹۔	ابوسعید انصاریؓ	متوفی ۷۱ھ
۱۰۔	ابوسعید بن المعلیؓ	متوفی ھ
۱۱۔	ابوسعید المقبریؓ	متوفی ۷۳ھ
۱۲۔	ابوسنان العبدیؓ	متوفی ۶۱ھ
۱۳۔	ابوشیبہ الخدریؓ	متوفی ۳۹ھ
۱۴۔	ابوعامر اشعریؓ	متوفی ۷۱ھ
۱۵۔	ابوالعالیہ الریاحیؓ	متوفی ۹۰ھ
۱۶۔	ابوعقبہ الخولانیؓ	متوفی ۱۰۰ھ
۱۷۔	ابوالعمال بن ابی عتبہؓ	متوفی ۵۰ھ

۱۸۔ ابو عیاش الزرقی ؓ — متوفی ۵۱ھ

۱۹۔ ابو الغادیہ الجہنی ؓ — متوفی ۷۹ھ

۲۰۔ ابو فراس الاسلمی ؓ — متوفی ۶۳ھ

۲۱۔ ابو قتادہ بن ربعی انصاری ؓ — متوفی ۵۳ھ

۲۲۔ ابو قیس الجہنی ؓ — متوفی ۵۹ھ

۲۳۔ ابو کاہل الاحمسی ؓ — متوفی ۷۹ھ

۲۴۔ ابو لیلیٰ النابغہ الجعدی ؓ — متوفی ۶۸ھ

۲۵۔ ابو محذورہ القرشی ؓ — متوفی ۵۹ھ

۲۶۔ ابو ہریرہ الدوسی عمرو بن عامر بن عبداللہ ؓ — متوفی ۵۹ھ

۲۷۔ ادہم بن محرز الباہلی ابو مالک ؓ — متوفی ۷۶ھ

۲۸۔ ارطاۃ بن زفر المزنی ؓ — متوفی ۷۳ھ

۲۹۔ اسامہ بن زید بن حارثہ الکلبی ؓ — متوفی ۵۹ھ

۳۰۔ اسماء بن خارجہ بن حصین ؓ — متوفی ۶۵ھ

۳۱۔ اسلم مولی عمر فاروق ؓ — متوفی ۵۸ھ

۳۲۔ الاسود بن ہلال المحاربی ؓ — متوفی ۸۳ھ

۳۳۔ الاسود بن یزید قیس ؓ — متوفی ۷۳ھ

۳۴۔ اسید بن احیحہ بن امیہ القرشی ؓ — متوفی ۵۸ھ

متوفی

۳۵۔ اسید بن ظہیر بن رافع انصاری الحارثی ؓ — متوفی ۶۳ھ

۳۶۔ امیر بن عمرو الکندی ؓ

۳۷۔ انس بن مالک الکعبی رضی اللہ عنہ — متوفی ۲۰ھ

۳۸۔ انس بن مالک انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ — متوفی ۸۶ھ

۳۹۔ اوس بن حذیفہ ثقفی رضی اللہ عنہ — متوفی ۵۹ھ

۴۰۔ اوس بن ضمعج حضری رضی اللہ عنہ — متوفی ۷۳ھ

۴۱۔ اہبان بن صیفی غفاری رضی اللہ عنہ — متوفی ۵۹ھ

۴۲۔ براء بن عازب بن الحارث انصاری رضی اللہ عنہ — متوفی ۷۲ھ

۴۳۔ بریدہ بن الحصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ — متوفی ۶۳ھ

۴۴۔ بشر بن ارطاۃ القرشی العامری رضی اللہ عنہ — متوفی ۶۶ھ

۴۵۔ بشر بن عاصم بن سفیان الثقفی رضی اللہ عنہ — متوفی ۶۷ھ

۴۶۔ بشر بن عامر بن مالک بن جعفر رضی اللہ عنہ — متوفی ۵۹ھ

۴۷۔ بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ (دیدار رسول سے مشرف ہوئے) — متوفی ۸۵ھ

۴۸۔ بشیر بن عبید بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ — یوم حرہ میں شہید ہوئے

۴۹۔ بلال بن الحارث ابو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ — متوفی ۶۰ھ

۵۰۔ ثعلبہ بن الحکم اللیثی رضی اللہ عنہ — متوفی ۷۶ھ

۵۱۔ ثوبان بن مجدہ رضی اللہ عنہ جنگی قیدی بند کرآئے آزاد ہوئے — متوفی ۵۴ھ

۵۲۔ جابر بن سمرہ بن جنادہ العامری رضی اللہ عنہ — متوفی ــــ ھ

۵۳۔ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ — متوفی ــــ ھ

۵۴۔ جابر بن عبداللہ قبطی رضی اللہ عنہ — متوفی ــــ ھ

۵۵۔ جبیر بن مطعم بن عدی القرشی رضی اللہ عنہ — متوفی ۵۹ھ

۵۶۔	جبیر بن نفیر مالک الحضرمی شامی رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۰ھ
۵۷۔	جرید بن خویلد مدنی رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۳ھ
۵۸۔	جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ	متوفی ۵۴ھ
۵۹۔	جعفر بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	متوفی ۵۱ھ
۶۰۔	جنادہ بن ابی امیۃ الازدی شامی رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۷ھ
۶۱۔	جنادہ بن امیہ بن مالک الدوسی رضی اللہ عنہ	متوفی ۷۰ھ
۶۲۔	جندب بن عبداللہ بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۹ھ
۶۳۔	زرارہ بن جزء بن عمرو الکلابی رضی اللہ عنہ	متوفی ۷۳ھ
۶۴۔	حارث بن اوس بن المعلی انصاری رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۴ھ
۶۵۔	حارث بن سوید التیمی رضی اللہ عنہ	متوفی ۷۲ھ
۶۶۔	حارث بن عمرو بن غزیہ حزنی رضی اللہ عنہ	متوفی ۷۰ھ
۶۷۔	حارث بن عوف بن اسید رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۶ھ
۶۸۔	حارث بن نفیع بن معلی انصاری رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۴ھ
۶۹۔	حارث بن بدر بن حصین التمیمی رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۵ھ
۷۰۔	حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ (شاعر رسولؐ)	متوفی ۵۴ھ
۷۱۔	حسین بن الحر رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۷ھ
۷۲۔	حسین بن نمیر السکونی الکندی رضی اللہ عنہ	متوفی ۷۲ھ
۷۳۔	الحکم بن عمرو بن مجدع غفاری رضی اللہ عنہ عامل خراسان	متوفی ۵۱ھ
۷۴۔	الحکم بن حزام بن خویلد اسدی رضی اللہ عنہ	متوفی ۵۴ھ

۷۵۔	حمزہ بن عمرو الاسلمی رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۱ھ
۷۶۔	حویطب بن عبدالعزی العامری رضی اللہ عنہ	متوفی ۵۴ھ
۷۷۔	حیدہ بن معاویہ القشیری رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۵ھ
۷۸۔	خویلد بن عمرو کعبی الخزاعی رضی اللہ عنہ (علمبردار فتح مکہ)	متوفی ۶۸ھ
۷۹۔	خرشہ بن الحراضراری رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۶ھ
۸۰۔	خنابہ بن کعب العبسی دمشقی رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۷ھ
۸۱۔	دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۸ھ
۸۲۔	رافع بن خدیج ابوعبداللہ حارثی رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۹ھ
۸۳۔	الربیع بن زیادہ الحارثی عامل خراسان رضی اللہ عنہ	متوفی ۵۳ھ
۸۴۔	رویفع بن ثابت انصاری حاکم طرابلس رضی اللہ عنہ	متوفی ۵۶ھ
۸۵۔	زمل بن عمرو العذری رضی اللہ عنہ (علمبردار صفین)	متوفی ۶۴ھ
۸۶۔	زبیر بن قیس البلوی رضی اللہ عنہ	متوفی ۷۶ھ
۸۷۔	زید بن ارقم انصاری خزرجی کوفی رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۸ھ
۸۸۔	زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ (علمبردار فتح مکہ)	متوفی ۶۸ھ
۸۹۔	سائب بن ابی وداعہ الحارث القرشی رضی اللہ عنہ	متوفی ۵۷ھ
۹۰۔	سائب بن جناب مدنی ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ	متوفی ۵۷ھ
۹۱۔	سائب بن یزید الکندی رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۰ھ
۹۲۔	سعد بن ایاس ابوعمرو الشیبانی رضی اللہ عنہ	متوفی ۹۵ھ
۹۳۔	سعد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ	متوفی ۷۹ھ

۹۴۔	سعد بن مالک بن سنان انصاری الخذری ﷺ	متوفی ۷۴ھ
۹۵۔	سعید بن العاص بن سعید ابی احیمہ بن العاص اموی ﷺ	متوفی ۵۹ھ
۹۶۔	سعید بن نمران الہمد انی جبرجانی ﷺ	متوفی ۷۰ھ
۹۷۔	سعید بن وہب الجیوانی ﷺ	متوفی ۹۸ھ
۹۸۔	سعید بن یربوع مخدومی الصرام ﷺ	متوفی ۵۴ھ
۹۹۔	سفیان بن عوف الاسلمی انصاری ﷺ	متوفی ۵۳ھ
۱۰۰۔	سفینہ مولی رسول اللہ آزاد کردہ حضرۃ ام سلمہ ﷺ	متوفی ۷۰ھ
۱۰۱۔	سلمہ بن ابی سلمہ مخذومی ﷺ	متوفی ۷۹ھ
۱۰۲۔	سمرہ بن جنادہ عمرو بن جندر ﷺ	متوفی ۸۰ھ
۱۰۳۔	سمرہ بن جندب بن ہلال الفز اری ﷺ	متوفی ۵۸ھ
۱۰۴۔	سنان بن سلمہ ﷺ	متوفی ۸۰ھ
۱۰۵۔	سندر بن ابوالاسود ﷺ	متوفی ۷۷ھ
۱۰۶۔	سنین بن واقد الظفری ﷺ	متوفی ۶۱ھ
۱۰۷۔	سہیل بن ابی حثمہ انصاری اوسی ﷺ	متوفی ۵۱ھ
۱۰۸۔	سہل بن حنیف انصاری ابوامامہ ﷺ	متوفی ۱۰۰ھ
۱۰۹۔	سہل بن سعد بن مالک الساعدی ﷺ	متوفی ۹۱ھ
۱۱۰۔	شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ الحجبی ﷺ	متوفی ۶۱ھ
۱۱۱۔	صعصعہ بن ناجیہ الدارمی ﷺ	متوفی ۵۳ھ
۱۱۲۔	صفوان بن المعطل السلمی ﷺ	متوفی ۶۴ھ

۱۱۲۔	ضحاک بن قیس الفہری رضی اللہ عنہ (عامل دمشق)	متوفی ۶۴ھ
۱۱۴۔	طارق بن شہاب البجلی احمسی رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۳ھ
۱۱۵۔	عامر بن مسعود رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۳ھ
۱۱۶۔	عامر بن واثلہ لیثی ابوالطفیل رضی اللہ عنہ	متوفی ۱۰۰ھ
۱۱۷۔	عابذ بن عمرو مزنی ابو ہریرہ بصری رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۵ھ
۱۱۸۔	عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ	متوفی ۷۱ھ
۱۱۹۔	عبداللہ بن انیس الجہنی ابو یحییٰ مدنی رضی اللہ عنہ	متوفی ۵۴ھ
۱۲۰۔	عبداللہ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ	متوفی ۹۶ھ
۱۲۱۔	عبداللہ بن ثعلبہ العذری رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۹ھ
۱۲۲۔	عبداللہ بن جزء بن انس بن عباس السلمی رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۰ھ
۱۲۳۔	عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۷ھ
۱۲۴۔	عبداللہ بن حارث بیدی مصری رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۶ھ
۱۲۵۔	عبداللہ بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۸ھ
۱۲۶۔	عبداللہ بن حازم اسلمی ابو صالح رضی اللہ عنہ (نیشا پوری)	متوفی ۷۳ھ
۱۲۷۔	عبداللہ بن حوالہ الازدی شامی رضی اللہ عنہ	متوفی ۸۰ھ
۱۲۸۔	عبداللہ بن خالد بن اسید الاموی رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۳ھ
۱۲۹۔	یسار بن بلال ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ	متوفی ۵۹ھ
۱۳۰۔	یسیر بن النصری رضی اللہ عنہ	متوفی ۵۷ھ
۱۳۱۔	عبداللہ بن زمعہ القرشی الاسدی رضی اللہ عنہ	متوفی ۶۷ھ

۱۳۲۔	عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری ﷛	متوفی ۶۳ھ
۱۳۳۔	عبداللہ بن سائب المخزومی ﷛	متوفی ۷۱ھ
۱۳۴۔	عبداللہ بن سعد بن ابی شرح القرشی محاصری ﷛	متوفی ۵۹ھ
۱۳۵۔	عبداللہ بن سعدۃ الفزاری ﷛	متوفی ۶۵ھ
۱۳۶۔	عبداللہ بن سعد انصاری ﷛	متوفی ۷۳ھ
۱۳۷۔	عبداللہ بن السعدی القرشی العامری ﷛	متوفی ۵۷ھ
۱۳۸۔	عبداللہ بن سندر الجذامی ﷛	متوفی ۶۷ھ
۱۳۹۔	عبداللہ بن شداد بن الہاد اللیثی ﷛	متوفی ۸۱ھ
۱۴۰۔	عبداللہ بن عامر کریز اسوی ﷛	متوفی ۶۰ھ
۱۴۱۔	عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی ﷛	متوفی ۶۷ھ
۱۴۲۔	عبداللہ بن مصام الاشعری ﷛	متوفی ۶۸ھ
۱۴۳۔	عبداللہ بن علقمہ ابی ادنی ﷛	متوفی ۸۷ھ
۱۴۴۔	عبداللہ بن عمرو بن العاص قریشی ﷛	متوفی ۶۹ھ
۱۴۵۔	عبداللہ بن قتم الاشعری شامی ﷛	متوفی ۶۷ھ
۱۴۶۔	عبداللہ بن قیس ابوموسیٰ الاشعری ﷛ (گورنر کوفہ)	متوفی ۵۳ھ
۱۴۷۔	عبداللہ بن کعب انصاری ابوفضالہ ﷛	متوفی ۹۰ھ
۱۴۸۔	عبداللہ بن مالک لاموری ﷛	متوفی
۱۴۹۔	عبداللہ بن معقل انصاری ﷛	متوفی ۷۰ھ
۱۵۰۔	عبداللہ بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب ہاشمی ﷛	متوفی ۶۶ھ

۱۵۱۔ عبداللہ بن یزید الدوسی ؓ — متوفی ۶۸ھ

۱۵۲۔ عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ الجعفی ؓ — متوفی ۸۷ھ

۱۵۳۔ عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی طبقۃ اللخمی ؓ — متوفی ۶۸ھ

۱۵۴۔ عبدالرحمٰن بن زید الخطاب العدوی ؓ (عامل مکہ) — متوفی ۶۶ھ

۱۵۵۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس ؓ — متوفی ۵۳ھ

۱۵۶۔ عبدالرحمٰن بن مل ابوعثمان النہدی ؓ — متوفی ۶۵ھ

۱۵۷۔ عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب ؓ — متوفی ۶۰ھ

۱۵۸۔ عبیداللہ بن العباس بن عبدالمطلب ہاشمی ؓ — متوفی ۶۳ھ

۱۵۹۔ عبیداللہ بن عدی بن الخیار بن عدی بن نوفل القرشی ؓ — متوفی ۸۴ھ

۱۶۰۔ عبید بن عمیر بن قتادہ اللیثی ابوعاصم المکی ؓ — متوفی ۷۴ھ

۱۶۱۔ عتبہ بن عبد السلمی ؓ (حمص شام) — متوفی ۸۰ھ

۱۶۲۔ عثمان بن ابی العاص الثقفی ابوعبداللہ الطائی ؓ — متوفی ۵۵ھ

۱۶۳۔ عثمان بن عبیداللہ التیمی برادر حضرت طلحہ ؓ — متوفی ۷۳ھ

۱۶۴۔ العداء ابن خالد بن ہوذۃ العامری ؓ — متوفی ۱۰۲ھ

۱۶۵۔ عدی بن حاتم الطائی ؓ — متوفی ۶۸ھ

۱۶۶۔ العرباض بن ساریہ السلمی ؓ — متوفی ۷۵ھ

۱۶۷۔ عطیہ بن بسر المازنی ؓ — متوفی ۷۵ھ

۱۶۸۔ عفان بن وہب الخولانی ابوایمن مصری ؓ — متوفی ۸۴ھ

۱۶۹۔ عقبہ بن عامر الجہنی ؓ (شامی) — متوفی ۶۳ھ

۱۷۰۔ عقبہ بن نافع الفہری ربانی ؓ (قیروان شہر) — متوفی ۶۳ھ

۱۷۱۔ عقیل بن ابی طالب ہاشمی ؓ (برادر اکبر حضرت علیؓ ابو یزید) — متوفی ۶۰ھ

۱۷۲۔ علقمہ بن جنادہ الازدی ؓ (اموی امراے البحر) — متوفی ۵۹ھ

۱۷۳۔ علقمہ بن خالد الخزاعی ؓ — متوفی ۸۷ھ

۱۷۴۔ علقمہ بن وقاص اللیثی ؓ — متوفی ۷۹ھ

۱۷۵۔ عکراش بن ذویب بن نزال بن مرہ ؓ — متوفی ۷۷ھ

۱۷۶۔ عمر بن ابی سلمہ مخزومی ؓ — متوفی ۷۶ھ

۱۷۷۔ عمر بن اخطب انصاری ابو یزید ؓ — متوفی ۶۲ھ

۱۷۸۔ عمران بن حصین الخزاعی ابو نجیہ ؓ — متوفی ۵۳ھ

۱۷۹۔ عمران بن ملحان ابورجا العطاردی ؓ — متوفی ۷۹ھ

۱۸۰۔ عمرو بن ابی اراکہ الثقفی ؓ — متوفی ۶۰ھ

۱۸۱۔ عمرو بن حریث القرشی المخزومی ابو سعید ؓ — متوفی ۸۵ھ

۱۸۲۔ عمرو بن حزم بن زید انصاری ؓ — متوفی ۶۳ھ

۱۸۳۔ عمرو بن سفیان البکائی ؓ — متوفی ۶۳ھ

۱۸۴۔ عمرو بن سفیان بن عبد شمس ابو الاعور السلمی ؓ — متوفی ۵۷ھ

۱۸۵۔ عمرو بن عوف المزنی ؓ (مدنی) — متوفی ۵۹ھ

۱۸۶۔ عمرو بن غیلان الثقفی ؓ — متوفی ۶۳ھ

۱۸۷۔ عمرو بن مرۃ بن عبس ؓ — متوفی ۷۶ھ

۱۸۸۔ عمرہ بن میمون الاردی ؓ — متوفی ۷۹ھ

۱۸۹۔	عوف بن مالک اشجعی ابوعمرو ؓ	متوفی ۷۳ھ
۱۹۰۔	قبیصہ بن ذوئب الجزامی ؓ	متوفی ۸۱ھ
۱۹۱۔	قثم بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی ؓ (عامل مدینہ)	متوفی ۵۹ھ
۱۹۲۔	قیس بن ثور السولی ؓ (دمشق)	متوفی ۶۳ھ
۱۹۳۔	قیس بن سعد بن عبادہ انصاری ؓ	متوفی ۶۰ھ
۱۹۴۔	قیس بن خرشہ القیسی ؓ (کوفہ)	متوفی ۶۱ھ
۱۹۵۔	قیس بن بابیہ الخولانی ؓ	متوفی ۵۸ھ
۱۹۶۔	کعب بن عجرۃ انصاری ابومحمد ؓ	متوفی ۵۳ھ
۱۹۷۔	کعب بن مالک السلمی ؓ (حضرت عثمان کے مرثیہ گو)	متوفی ۵۶ھ
۱۹۸۔	کعب بن مرہ السلمی ؓ (اردن)	متوفی ۵۷ھ
۱۹۹۔	اللجلاج العامری ؓ	متوفی ۶۷ھ
۲۰۰۔	مالک بن اوس النفری ؓ	متوفی ۵۲ھ
۲۰۱۔	مالک بن الحویرث اللیثی ؓ (بصری)	متوفی ۹۴ھ
۲۰۲۔	مالک بن عبداللہ بن سنان الخثعمی ؓ	متوفی ۶۵ھ
۲۰۳۔	مالک بن ہبیرہ بن خالد الکندی ؓ	متوفی ۶۳ھ
۲۰۴۔	مجمع بن حمادیہ بن عامر انصاری ؓ	متوفی ۵۹ھ
۲۰۵۔	محجان بن الادرع اسلمی ؓ (بصری)	متوفی ۵۹ھ
۲۰۶۔	کرہ بن الخطاب القرشی الجمعی ؓ	متوفی ۶۰ھ
۲۰۷۔	محمود بن الربیع انصاری الاشہلی ؓ	متوفی ۹۶ھ

۲۰۸۔	محمود بن لبید بن رافع انصاری الاشہلی ﷺ	متوفی ۹۶ھ
۲۰۹۔	مروان بن الحکم الاموی ﷺ	متوفی ۶۵ھ
۲۱۰۔	مسلم بن مخلد انصاری ﷺ (عامل افریقہ)	متوفی ۶۳ھ
۲۱۱۔	مسلم ﷺ	متوفی ۶۳ھ
۲۱۲۔	مسور بن مخرمہ بن نوفل القرشی الازہری ﷺ	متوفی ۶۴ھ
۲۱۳۔	معاویہ بن خدیج بن جفنہ بن قیتر ہ انصاری ﷺ	متوفی ۶۳ھ
۲۱۴۔	معاویہ بن الحکم السلمی کوفی ﷺ	متوفی ۱۰۰ھ
۲۱۵۔	معبد بن خالد الجہنی ابوزرعہ ﷺ	متوفی ۷۲ھ
۲۱۶۔	معبد بن سیہ بوع مخذومی ﷺ	متوفی ۶۱ھ
۲۱۷۔	معقس بن سنان اشجعی ابویزید ﷺ	متوفی ۶۳ھ
۲۱۸۔	معقل بن یسار امزنی ﷺ	متوفی ۶۳ھ
۲۱۹۔	معن بن یزید السلمی ﷺ	متوفی ۷۳ھ
۲۲۰۔	مقدام بن سعدی کرب الکندی ابوکریمہ ﷺ	متوفی ۸۷ھ
۲۲۱۔	مولہ بن کثیف بن حمل الضابی ﷺ	متوفی ۶۳ھ
۲۲۲۔	نعمان بن بشیر انصاری ﷺ (والی کوفہ)	متوفی ۶۷ھ
۲۲۳۔	نوفل بن معاویہ الایلی ﷺ	متوفی ۶۳ھ
۲۲۴۔	واثلہ بن الاسقع کنانی اللیثی ﷺ	متوفی ۸۵ھ
۲۲۵۔	الولید بن عبادہ بن الصامت ﷺ	متوفی ۸۱ھ
۲۲۶۔	ابولید بن عقبہ بن ابی میط القرشی الاموی ﷺ	متوفی ۶۳ھ

۲۲۷۔ وہب بن عبداللہ ابو جحیفہ العامری ؓ — متوفی ۷۴ھ

۲۲۸۔ بلال بن حارث مزنی ؓ (بصری) — متوفی ۶۰ھ

۲۲۹۔ یزید بن الاسود الجرشی السکونی ؓ — متوفی ۶۷ھ

۲۳۰۔ یزید بن شجرہ الرہاوی ؓ — متوفی ۵۸ھ

۲۳۱۔ یزید بن رکانہ بن عبد یزید بن ہاشمی القرشی ؓ — متوفی ۵۹ھ

ان کے علاوہ بھی متعدد صحابہ کرامؓ ایسے تھے جو یزید کے عہد تک زندہ تھے۔ لیکن ان کے سنین وفات کتب سیر اسماء الرجال میں کہیں درج نہیں۔

ان صحابہ کرام اور امہات المومنین

کے علاوہ ۸۷ اصحاب رسول تو یزید کی ولی عہدی ۵۱ھ تا ۶۰ھ کے مختلف سنین میں شہید ہوئے یا طبعی موت وفات پا گئے۔ لیکن ام المومنین حضرت میمونہؓ اور باقی ۱۹۰ صحابہ یزید کے عہد خلافت میں سلامت تھے اور بعض تو اس کے بعد بھی زندہ رہے۔

ان تمام بزرگانِ امت میں سے کسی ایک نے بھی یزید کی ولی عہدی کے فیصلے پر مطلق اختلاف نہ کیا۔ بلکہ سب کے سب اس کے حامی اور ممد ہوئے۔ اور حضرت مغیرہ کی تحریک کے مطابق امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، امام المتقین، ہادی و مہدی حضرت معاویہؓ کے جانشین کے مسئلہ کو ملت کے مشورے اور اتفاقِ رائے سے طے کرنے کے عمل کو سراہا۔

اجماع حجت شرعی

جب کہ تمام اصحاب رسولؐ یزید کی ولی عہدی کے جواز پر متفق تھے۔ تو امیر المومنین حضرت معاویہؓ اس معاملے میں متہم نہیں ہو سکتے۔ خواہ وہ یہ کاروائی اپنے بیٹے کے حق میں ہی کیوں نہ کریں۔

اس لئے کہ جب آپ کی خیر اندیشی اور نیک کوشی پر سب صحابۂ رسول کو آپ کی زندگی میں اعتماد تھا۔ تو آپ کی موت کے بعد تو بدرجۂ اولی اس پر کوئی الزام نہیں آنا چاہیے۔ آپ کا صحابہ کبار میں شامل ہونا۔ کاتب وحی ہونا۔ رسول اللہ کا معتمد خاص ہونا۔ مبلغ اسلام ہونا۔ حاکم عادل ہونا۔ امام المتقین وخلیفہ صالحین ہونا ہر قسم کی بدگمانی سے مانع ہے۔ لہذا کسی ایسے موقع پر جب کہ کسی ملی وملکی مصلحت کا تحفظ یا کسی فتنہ وفساد کا ازالہ اس میں مضمر ہو۔ تو امیر المومنین کی نیت پر کسی طرح کے سوءِ ظن کی کوئی وجہ ہی نہیں اور حضرت معاویہؓ کا لوگوں کے عمومی تعاون اور اتفاق کے ساتھ ایسا کرنا اس باب میں بجائے خود ایک حجت ہے۔

پھر آپ کے اس مبنی بر فلاحِ ملت فعل کے وقت سینکڑوں صحابۂ رسولؐ کا موجود ہونا اور اس پر ان کا تائید کرنا۔ یا سکوت اختیار کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ امر خلافت میں امیر المومنین حضرت معاویہؓ کی نیت خیر تھی۔ کیونکہ یہ صحابہؓ حق کے معاملہ میں چشم پوشی رعایت اور نرمی کے کسی طرح بھی روادار نہ تھے۔

یہ وہی صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے کوفی منافقین اور سبائی مفسدین کے ہتھے چڑھ جانے کی وجہ سے حضرت علیؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی بیعت اطاعت سے انکار کر دیا تھا۔

شرعی حجت پر اعتراض کیوں؟

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اجماع امت ایک شرعی حجت ہے اس سلسلے میں دو باتیں قابل غور ہیں۔

1. اول یہ کہ صحابہ رسول ؐ کا اجماع کبھی اور کسی صورت میں بھی غلط اور جھوٹی بات پر نہیں ہوا۔ اور نہ ہی وہ اظہار حق سے ڈرتے تھے۔
2. دوم یہ کہ جس چیز کو تمام مسلمان صحابہ رسولؐ کے مشورے سے باتفاق رائے تسلیم کر لیں اور اس پر راضی ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی اس کام کو پسند فرماتا ہے۔

بقول علامہ ابن خلدون

صحابۂ رسولؐ نے یزید کو خلیفہ نامزد کرنے میں اتفاق فرمایا اور کسی نے بھی اس فیصلے پر اعتراض نہ کیا لہٰذا خلافت یزید پر صحابہ کرامؓ کے اجماع سے شرعی حجت قائم ہے۔ اور اس پر اعتراض کرنا عقل اور دینداری کے خلاف ہے۔ ان حالات سے ثابت ہے کہ امیر یزید کا ولی عہد ہونا اور پھر خلیفہ مقرر ہونا ضروری اور لازمی امر تھا۔

اس متفقہ فیصلے کے بعد اگر کسی دوسرے کو مسند خلافت پر لایا جاتا تو قوم میں پھر ایسی خانہ جنگی برپا ہو جاتی کہ سنبھالے نہ سنبھل سکتی اور اشاعت اسلام و ملکی فتوحات کا سلسلہ رک جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین۔۔۔۔۔۔۔۔۔

راہ حق معلوم ہو جانے کے بعد جو بھی ہمارے اس رسول کی مخالفت کرے گا یعنی

اعتقاد اور عمل چھوڑ کر مسلمین کی راہ کے سوا کوئی دوسری راہ اختیار کرے گا تو ہم اس کو اسی کے اختیار کردہ راہ کے سپرد کر دیں گے اور آخرکار اس کو جہنم میں ڈالیں گے جو بری جائے بازگشت ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ

1. جب صحابہ کرام ﷺ کا اجماع حجت قائم ہوئی تو پھر ابن زبیر اور ابن علی جو سلسلہ وحی کے اختتام کے وقت ابھی کمسن بچے تھے۔ ان بزرگوں کے مقابلے میں دین حق میں حجت کیسے مانے جا سکتے ہیں؟ اور ان سینکڑوں صحابہ کرامؓ کے مسلک کو چھوڑ کر ان دو کے عمل کو دین کیوں کر سمجھا جائے؟ جب کہ وہ حسنِ اعمال۔ ملی خدمات۔ جہادی سرگرمیوں اور مالی قربانیوں کی وجہ سے بلند مرتبہ کے مالک تھے اور رسول اللہ ؐ کی تعلیم و تربیت سے دین حق کا مظہر بن چکے تھے۔

2. جب یہ سینکڑوں اصحاب رسولؐ، امہات المومنین، اور باقی تمام ایمان والوں نے یزید کی خلافت کو بطیب خاطر منظور فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ یزید نیک سیرت اور صالح ہونے کے علاوہ مومنین کی قیادت سنبھالنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں تو پھر تقریباً ۱۴۰۰ سال بعد میں آنے والے بداندیشوں کو اعتراض کا کیوں حوصلہ ہے۔

کیا یہ مفسد اور بداندیش لوگ اس دور کے ملی حالات اور واقعات کو صحابہ کرام سے بھی زیادہ جانتے ہیں؟ اور کیا صحابہ کرامؓ امر خلافت میں یزید بن معاویہ کے

مقابلے میں ابن زبیر اور حسن بن علیؓ کی اہلیت وصلاحیت کی تمیز نہیں کر سکتے تھے؟

کیا صحابہ کرامؓ کے مقابلے میں ہم بہتر جج ہیں؟

صحابہ کرام کی قدسی جماعت کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ حسنہ کر رکھا ہے۔ اور وارث جنت ہیں۔ لہٰذا ان کی مخالفت تو کفار و مشرکین ہی کر سکتے ہیں۔

③ حضرت معاویہؓ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ کاتب وحی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے حسن و عمل سے خوش ہو کر آپ کو ہادی ومہدی کا خطاب دیا تھا۔ آپ سالار مجاہدین تھے۔ امیر المومنین۔ امام المتقین اور خلیفۃ المسلمین تھے۔ انہوں نے ۵۰ سال تک اسلام کی خدمت کی مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا۔ اسلامی نظام کو دوبارہ قائم کیا اور شوکت اسلام کو ترقی دی۔ اور سب سے زیادہ فتوحات بھی آپؓ کے دور میں ہوئیں۔ جو آج تاریخ کا حصہ ہے۔

اب جو کوئی اصحاب رسولؐ پر اعتراض کرتا ہے وہ خدا رسول کو جھٹلاتا ہے۔ اور خود جہنم کا ایندھن بنتا ہے۔

④ جب یزید کی ولی عہدی کی بیعت عامہ کی تکمیل مکمل ہو چکی تو امیر المومنین حضرت معاویہؓ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی

"اے خداوند کریم! تو جانتا ہے اگر میں نے اس (یزید) کو اس لئے ولی عہد کیا ہے کہ وہ اس کا اہل ہے تو اس کی ولی عہدی کو پورا کرنا اور اگر میں نے اپنی محبت کی وجہ سے اسے ولی عہد کیا تو اسکی ولی عہدی کو پورا نہ کرنا"

غرضیکہ یزید کی ولایت اور اسکے بعد خلافت کا انتخاب کسی وقتی حادثہ کا نتیجہ یا کسی اندرونی اختلال کا ثمرہ نہ تھا۔ بلکہ اس کے زمانہ میں پوری امت کی رضا مندی اور اجلہ صحابہ کرامؓ کی تحریک وتائید سے پورے دس سال کے عرصہ (۵۰ھ تا ۶۰ھ) میں ہوا تھا اور رضا مندی صرف ملی مصلحت کے تقاضا کی بنا پر تھی یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے رفقاء اور رشتہ دار عمر بھی اس کے مستقیم رہے۔ انہوں نے اس انتخاب کو درست تسلیم کیا اور اس کے خلاف خروج نہ کیا۔ بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے اسے صحیح سمجھ کر قبول کیا تھا۔

الدعوة والتبليغ قبل القتال

نبی کریم ﷺ نے دحیہ کلبی کے ہاتھ چٹھی دے کر بھیجا جس میں قیصر روم کو دعوت دی تھی (مشکوٰۃ ص ۳۴۰) مشکوٰۃ ص ۵۶۳ سطر آخری میں ثم ادعهم الى الاسلام

نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن حذیفہ ؓ کے ہاتھ چٹھی دے کر بھیجا جس میں کسریٰ کو دعوت اسلام دی تھی (مشکوٰۃ ص ۳۴۱)

نبی کریم ﷺ نے کسریٰ قیصر نجاشی اور ہر جابر بادشاہ کی طرف چٹھیاں بھیجیں جن میں یہ وصیت اور ان کو دعوت اسلام کی دی (ص ۳۴۱)

نبی کریم ﷺ جس کسی کو لشکر پر امیر بنا کر بھیجتے تو اس کو وصیتیں کرتے جن میں یہ وصیت بھی ہوتی کہ پہلے اُن کو تین باتوں میں سے ایک کی دعوت دو یعنی پہلے تو اسلام کی دعوت دو۔ مان لیں تو ہاتھ روک لو اور کہو کہ دار مہاجرین میں آجاؤ تو جو برتاؤ ان کے ساتھ ہوگا وہی ان کے ساتھ کیا جائے گا۔ اگر انہیں ترک وطن منظور نہ ہو تو اعراب مسلمین کی طرح رہیں گے اور بغیر جہاد کے ان کو غنیمۃ و فے میں سے کچھ مال ملے گا۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے کہو جزیہ دیتے رہو اگر جزیہ دینا مان لیں تو ہاتھ روک لو اگر جزیہ دینا قبول نہ کریں تو اللہ سے مدد لے کر ان کے ساتھ لڑو۔ (ص ۳۴۱)

خالد بن ولید ؓ نے اہل فارس کو قتال سے پہلے چٹھی لکھی جس میں دعوتِ اسلام تھی اور کہا کہ اگر اسلام نہ لاؤ تو جزیہ دینا قبول کرو۔

1 **عبادۃ بن صامت ؓ**: ہم نے حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اس شرط پر کہ۔۔۔جب تک کہ تو صاف کفر نہ دیکھ لیں امیر سے امر خلافت میں اس

کے ساتھ نزاع نہ کرو۔

۲ ابن عباسؓ: جو امیر کی کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو صبر کرے۔ جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہوا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

۳ ابو ہریرۃؓ: جو طاعت امیر سے نکل کر جماعت سے الگ ہو کر مرا تو جاہلیت کی موت مرا۔

۴ عوف بن مالک اشجعیؓ:۔۔۔۔ شرار ائمہ کے ساتھ عہد شکنی کر کے ان کے ساتھ قتال مت کرو جب تک وہ نماز کے پابند رہیں۔۔۔۔ جو شخص والی (امیر) میں اللہ کی نافرمانی میں سے کچھ بات دیکھے تو اس کو ناپسند تو سمجھے مگر اس کی طاعت سے ہاتھ نہ ہٹائے۔

۵ ام سلمہؓ: امیروں کے منکر کاموں کو منکر سمجھے۔۔۔۔۔ مگر ان کے ساتھ قتال نہ کرے جب تک نماز کے پابند رہیں۔ یعنی مسلمان رہیں،

۶ ابن مسعودؓ: منکر کام کرنے والے امیروں کو اُن کے حقوق ادا کرتے رہو اور اپنے حق اللہ سے مانگو۔

۷ ابن عمرؓ: امیر کی طاعت سے جو ہاتھ کھینچے گا اگر اسی حالت میں گیا تو جاہلیت کی موت مرا (ص ۳۲۰)

۸ ابو سعیدؓ: دو خلیفوں میں سے پہلے خلیفہ کی بیعت مکمل رکھو پھر بھی دوسرا بیعت کرے تو اسکو توڑ کہ وہ باغی ہے

9 عرفجہؓ: اس امیر کے مجتمع امیر کو بکھیرنے کا جو ارادہ کرے گا تو اسے تلوار سے مار دو ہو جو بھی ہو۔

10 عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ: جن کے ہاتھ پر بیعت ہو جائے اس کے بعد جو بھی اس کے ساتھ نزاع کرنے آئے تو اس کی گردن اڑا دو۔

11 ابوذر غفاریؓ: میرے بعد امیر مال فئے میں اپنے کو ترجیح دیں گے مگر تم بجائے تلوار اٹھانے کے صبر کرنا حتیٰ کہ مجھ سے آملو (ص ۳۲۲)

ہمارے چند سوالات

سوال ۱: ہمارا پہلا سوال یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کا بیٹا یزید مسلمان تھا یا کافر۔

﴿۱﴾ اگر اصلی کافر تھا تو صحابہؓ ضرور اس کے خلاف ہوجاتے کیونکہ حضرت عبادۃ بن صامت فرماتے ہیں ہم نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ تمہیں قطعی دلیل کے ساتھ امیر کا صریح اور صاف ظاہر باہر کفر نہ دیکھیں اس سے تنازع نہ کریں بایعنا رسول الله ﷺ ۔۔۔۔علیٰ ان لاتنازع الامراء الاان تروا کفرا بواحاًعندکم من الله فیه برھان ۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۳۱۹)۔
نیز اگر کافر تھا تو اس کو حضرت حسین نے موافق احادیث نبویہ مذکورہ بالا کے دعوت اسلام کی دی تھی؟

ا اگر دی تھی تو علم تاریخ پر ایمان رکھنے والے کسی مورخ کی عبارت بتائیں جس میں صحیح سند کے ساتھ ثقہ راویوں کے حوالے سے منقول ہو کہ آپؓ نے یزید کافر ومنکر الاسلام کو دعوت اسلام دی تھی۔

ب اگر دعوت نہ دی تھی تو احادیث نبویہ کی روشنی میں بتایا جائے کہ شریعت کے کونسے اصول کے مطابق اس کو دعوتِ اسلام دینا ضروری نہ تھا؟

﴿۲﴾ اور اگر مرتد تھا۔ا۔تو حضرت حسینؓ نے اس مرتد کے اشکالات اور شکوک کو معلوم کر کے ان کا ازالہ فرمایا؟

ا اگر ازالہ فرمایا ہے تو مومنین علم التاریخ بتائیں کہ حضرت حسینؓ نے یزید کو فرمایا تھا کہ تو اپنے شکوک وشبہات پیش کر جس کا میں ازالہ کردوں؟

ب اگر مؤرخین نے یہ چیز نہیں بتائی تو اس میں کیا حکمت تھی۔

ج اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو یہ نہیں فرمایا تو احادیث نبویہ کی رو سے ہمیں یہ بتایا جائے کہ اس مرتد کے اشکالات زائل نہ کرنے کا کونسا اصول تھا۔

سوال ۲ اور اگر یزید مسلمان تھا

ا تو اس کے امیر ہونے کی بیعت صحابہ کرامؓ نے کیوں کی؟

ب کیا وہ صالح تھا یا فاسق اگر فاسق تھا تو اس کا فسق صحابہ شام پر جو یزید کے قریب رہتے تھے ظاہر تھا یا مخفی تھا؟ اگر ظاہر تھا تو صحابہ شام نے اس کے ظہور فسق کے باوجود اس کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی؟ اگر یزید سے ڈر کر بیعت کی تو یہ بات غلط ہے کیونکہ جو صحابہ کرامؓ مشرکین و دیگر کفار کے سامنے سینہ سپر ہو کر لڑتے تھے وہ ایک اور صرف ایک بندے سے کیونکر ڈرتے۔ جب کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ نافع وضار صرف اللہ تعالیٰ ہے وہی فتح وشکست کا مالک ہے۔ کیا وہ کشمیر کے حریت پسندوں سے بھی گئے گزرے تھے؟

اور اگر یزید سے بیعت کسی نہ کسی طرح کر لی تھی تو مسلمان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد تعلیم نبوی تو یہ ہے کہ جب تک امیر سے صاف صاف کفر نہ دیکھ لیں تو امر خلافت میں اس کے ساتھ نزاع نہ کرو کیونکہ جو امیر کی طاعت سے ہاتھ کھینچے گا اور وہ پھر اسی حال میں مر گیا تو جاہلیت کی موت مرا نیز فرمایا کہ امیر کے منکر کاموں کو منکر سمجھے مگر ان کے ساتھ قتال نہ کرے جب تک کہ وہ نماز کے پابند یعنی مسلمان ہیں۔

نیز جب دوسرے صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کی یہ تعلیم ہے تو کیا حضرت حسین ؓ اس تعلیم سے مستثنیٰ تھے اور ان کو نبی کریم ﷺ کا یہ حکم تھا کہ صرف تیرے لئے یہ حکم ہے کہ فاسق امیر کے خلاف جہاد کرنا تجھ پر فرض ہے۔ اگر یہ خصوصی حکم حضرت حسین ؓ کے لئے تھا تو اس کا ثبوت درکار ہے

ہر آں چیز گفتی دلیلش بیار۔

اور اگر حضرت حسین ؓ کے لئے الگ کوئی مخصوص حکم (قتال بالامیر الفاسق) نہ تھا اور دوسرے صحابہ کرام ؓ کو جو تعلیم نبوی تھی حضرت حسین ؓ بھی اس عمومی حکم میں داخل ہیں تو کیا وجہ ہے کہ حضرت حسین ؓ تعلیم نبی کریم ﷺ کے برعکس ایک مومن امیر کے خلاف علم بغاوت اٹھا کر برسر پیکار ہوئے؟

اور اگر فسق یزید مخفی تھا تو سوال ہوتا ہے کہ یزید کے قریب رہنے والے شام کے باشندے صحابہ کرام پر سے تو فسق یزید مخفی رہا اور حضرت امام حسین ؓ کو معلوم ہو گیا جو شام سے دور مدینہ اور مکہ میں رہتے تھے۔

اور اگر کشف والہام سے معلوم ہوا تو غیر نبی کا کشف والہام حجت نہیں

اور اگر کسی کے اعلام سے معلوم ہوا تو اس مُعْلِن نے اپنے قریب کے صحابہ (شام کے باشندوں) کو کیوں نہیں بتلایا

اور مکہ مدینہ کے دوسرے صحابہ کرام کو کیوں نہ بتایا صرف حضرت امام حسین ؓ کو بتانے کا کیا مطلب تھا

اگر دوسروں کو اس نے بتایا تو اس جہاد کے لئے صرف حضرت امام حسین ؓ کیوں تیار ہوئے دوسرے صحابہ کیوں تیار نہ ہوئے۔

اور یہ سوال اس صورت میں ابھرتا ہے جب کہ تاریخ کو قطعی دلیل (مثل القرآن والحدیث المتواتر) قرار دے کر اس پر ایمان لایا جائے اور اس کے منکر کو کافر بے ایمان اور واجب القتل یا کم از کم قابل تعزیر کہا جائے۔

مگر ہرچہ بادا باد۔ کم از کم میں تو اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ باوجود تعلیم نبی کریم ﷺ کے خود آپ ﷺ کا پیارا جنتی نواسہ۔ علیؓ و فاطمہؓ کا صاحبزادہ فقاہت و اجتہاد کا پتلا۔ آپ کی تعلیم کو ٹھکرائے۔ اور اپنا حکم چلائے۔ اگر تمام مؤرخین اس بات پر اجماع ہی کیوں نہ کرلیں۔ کیونکہ ان کا اجماع اسی طرح کا ہے جس طرح کا اجماع صلب عیسیٰ پر یہود و نصاریٰ کا ہے اور وہ اس کے تواتر کے مدعی ہیں جیسے شرح عقائد میں ہے۔

اور اگر اس مفروض اجماع کو تسلیم کرلیں تو حضرت حسین ؓ پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت حسین ؓ حضرت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے خلاف کرتے رہے۔ پھر کوئی یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت حسین ؓ کو خود خلیفہ بننے کا شوق تھا اور خلافت کے خواب دیکھ رہے تھے۔ جس میں وہ ناکام ہوکر رخصت ہوئے۔ جان گئی اور خلافت بھی نہ مل سکی۔ حسرت دل ہی دل میں رہی۔

میرا نظریہ یہ ہے

کہ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کا یزید کی طرف سے والی مکہ کے ہاتھ پر بیعت کا ذکر تو مؤرخین کے قلم سے نکل ہی گیا ہے۔ اسی طرح حضرت حسین ؓ نے بھی

بیعت کر لی تھی اگر چہ مؤرخین اس سے خاموش ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم یہ ہی تھی کہ مَنْ شَذَّ شُذَّ

نیز امر خلافت کوئی معمولی کام نہیں ایسے اہم امر کے لئے مجلس شوریٰ بلائی جاتی ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی علامت بتائی ہے وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ اور امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اصحاب سے مشاورت کا حکم فرمایا (وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ) اور اس دور میں مکہ شریف میں بڑے بڑے اور اولوالعزم اصحاب کرام موجود تھے جن کو امور سلطنت کی سمجھ بوجھ بخوبی تھی جیسے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ حضرت جابر ؓ جو عمر میں بھی حضرت امام حسین ؓ سے بڑے تھے ان سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ آپ ؓ نے تعلیم الٰہی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان بزرگوں سے ضرور مشورہ کیا ہوگا اگر چہ تاریخ اس سے خاموش ہے۔ مگر حقیقت اسی طرح ہے۔ پھر ان اکابر نے مشورہ یہی دیا کہ خروج مناسب نہیں کیونکہ تعلیم نبوی یہ نہ تھی یہی وجہ ہے کہ اکابر صحابہ کرام ؓ میں سے کوئی خروج کے لئے تیار نہ تھا اور نہ ہی خروج کیا۔ اور صرف حضرت امام حسین ؓ کا ان اکابر صحابہ کرام کی آراء کے علی الرغم ان کے ہوتے ہوئے اور ان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جہاد پر نکل پڑنا ان کی شان کے خلاف تھا۔ اور پھر تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ ان اکابر نے آپ کو روکا تھا۔

اور اگر آپ نے اکابر کے مشورہ کو ٹھکرانے کے باوجود جہاد عدو اللہ کے لئے جانا ہی تھا تو ایسے پر خطر حالات میں اپنے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں اور عورتوں کو ہمراہ لے جانے کی کیا وجہ تھی۔ کیا معصوم بچے جہاد کے مکلف تھے؟ یا وہ

تلوار لے کر کسی ایک کافر کو فی النار کر سکتے تھے۔ اور حضرت خود جہاد کرتے یا معصوم بچوں کو سنبھالتے کہ ان کو صدمہ نہ پہنچے۔ پھر معقول فوج بھی ہمراہ نہ تھی ساتھ بڑی حکومت سے ٹکر جبکہ فوج کے آدمی عورتیں بچے ملا کر صرف بہتر ۷۲ افراد۔ یہ بات تو ایک ادنٰی سی سمجھ بوجھ رکھنے والے کو بھی کھٹکتی ہے کہ امام الانبیاء جو اَعْقَلُ النَّاس فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ ۔ کے پیارے نواسے جن کو آپ نے گود میں لے کر تربیت کی ہو وہ ایسا اقدام کریں جو آپ کی تعلیم اور قرآن وسنت اور عقل انسانی کے بالکل خلاف ہو۔

نیز جہاد کرنا بغیر حکمِ امیر کے کہ جو چاہے اور جب چاہے چلے جاؤ جبکہ بمع معصوم بچوں اور عورتوں کے یہ کہاں کا طریقہ ہے۔ (جبکہ حدیث کی رو سے عورت کے لئے جہاد حج ہے) کیا اسلام میں یہی حکم ہے۔ جبکہ ساتھ کوئی قابل ذکر جنگ کرنے والے بھی نہ ہوں۔ اکیلے ہی جنگ کرنے نکل پڑیں اور ہتھیار بھی نہ ہوں۔

باندازِ دیگر

کہتے ہیں کہ حضرت حسین ﷜ ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے ہیں اور ۸ ذی الحجہ کو باہر کے دور دراز اسلامی علاقوں کے باشندے (روم۔ فارس۔ یمن۔ وغیرہ کے ہزاروں لوگ) سمٹ کر حرم پاک میں عبادت یعنی فریضہ حج ادا کرنے کے لئے آ کر مکہ مکرمہ سے منیٰ میں جانے کی تیاری میں لگ جائیں گے پھر میدان عرفات میں عظیم الشان اسلامی ملی اجتماع ہوگا پھر قربانی وطواف زیارت ورمی جمار جیسی عبادتیں ہوتی ہیں وہاں اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر گڑگڑاتے ہوئے فتح ونصرت کی دعا کی جاتی ہے۔

عقل تو تقاضا کرتی ہے کہ امام منافی الدین حضرت حسین ﷜ اگر اتنی بڑی سلطنت سے ٹکر لینے گئے تھے تو چار پانچ روز کی تاخیر ہو جاتی تو کیا تھا آخر شعبان تا ۸ ذی الحجہ اتنا وقفہ تو گزر ہی تھا آپ میدان عرفات میں جا کر رو رو کر دعا کرتے کہ یا اللہ اس غاصب سے ہماری جان چھڑا اور اس کافر پر ہمیں فتح عطا کر دینا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ پھر مقام مزدلفہ میں رمی جمرین کے بعد لمبی چوڑی دعا کرتے۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے نواسے کی دعا رد نہ فرماتا اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ اور پھر میدان عرفات میں کھڑے ہو کر قرآن وحدیث سے لبریز تقریر بلیغ اس عظیم الشان اجتماع میں اپنی ہاشمی فاطمی جوش وخروش کے ساتھ اپنی فصیح وبلیغ زبان سے بیان فرماتے جس سے ان مسلمانوں کے دل موہ لیتے اور تمام عوام کا دل اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت حسین ﷜ کی طرف ایسا مائل ہوتا کہ اپنا مال وجان واولاد سب کچھ آپ پر قربان کرنے کو تیار ہو جاتے وہاں آپ کو اس کافر کے ساتھ قتال کرنے کی نوبت ہی نہ آتی وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ کا سا معاملہ

ہوتا۔ اسی وقت یزید کی نفرت کی لہر تمام عالم اسلام میں پھیل جاتی۔ یزید کا تختہ کیا الٹتا اس کی بوٹی بھی کہیں نظر نہ آتی اور اس کے تمام کنبہ والوں کو کہیں پناہ ہی نہ ملتی اور ابن زیاد تو خود ہی ختم ہو گیا ہوتا۔

نیز یہ دیکھیں کہ آج پندرھویں صدی کے دور میں اگر ایک پاکستانی مکہ معظمہ پہنچا ہوا ہوتا اور کوئی اس کو جا کر پیغام پہنچاتا کہ اسمبلی ٹوٹ گئی ہے اور نئے انتخابات میں آپ کے نام کی درخواست دی جا چکی ہے آپ جلدی تشریف لائیں تو یہ پاکستانی اپنے ووٹوں کی خاطر حج چھوڑ کر نہ جاتا بلکہ کہتا کہ اللہ بھلی کرے گا میں حج تو کر لوں یہ مبارک موقعہ اپنے ہاتھ سے کیوں نکالوں۔ ان مقامات میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگوں گا مجھے اللہ تعالیٰ پر امید واثق ہے کہ مجھے کامیابی عطاء فرمائے گا۔

مگر نواسۂ رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ خلافت کا ایسا نشہ تو نہ تھا کہ ایام حج جیسے مبارک ایام چھوڑ کر تحصیل خلافت کے لئے بے چین ہو کر بجائے شام کی طرف رخ کرنے کے کوفہ کو رخ کیا پھر کوفہ سے بھی رخ موڑ کر شام کی طرف رخ کر لیا۔ اگر یہ بات مان لی جائے تو پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے تو جنرل ضیاء الحق ہی اچھا رہا کہ جب بھی اسے کوئی اہم پیش آتی تو سیدھا مکہ شریف جا پہنچتا اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں کرتا۔

مگر میرے دل میں یہ سوال بار بار ابھرتا ہے کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ہو کر نواسۂ رسول ﷺ اور شیر خدا کا بیٹا فاطمہ کا لاڈلہ عین حج کے موقعہ پر حرم شریف سے باہر جا رہے ہیں صحرانوردی کر رہے ہیں۔ جا بھی وہاں رہے ہیں جہاں ان کے والد ماجد رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں اور ان لوگوں کے ہمراہ جا رہے ہیں جو سب عجمی ہیں جن کے دلوں میں عرب دشمنی جاگزین ہے اور اپنے ساتھ نہ بہنوئی ہے نہ چچا ہے نہ کوئی صحابی رسول ﷺ۔

کیا وہ عجمی لوگ اپنے برادری کے لوگوں سے زیادہ پیارے تھے؟ صحابہ کرامؓ سے زیادہ پیارے تھے؟ جن کو سالہا سال کی صحبت نبوی حاصل تھی اور قرآن و حدیث سے خوب واقف اور عامل بالوحیین تھے۔ پھر طرہ یہ کہ کسی صحابی سے مشورہ بھی نہ لیا باوجود حافظ و عالم قرآن ہونے کے جس میں مومنین کی صفات میں سے یہ بھی ہے وَ اَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ ۔ اور جس بدمعاش (بقول شیعہ) قرآن وسنت کے پامال کرنے والے کے خلاف جہاد کرنے جا رہے ہیں اس کو آگاہ بھی نہیں کیا۔ نہ خط سے نہ پیغام سے تو اچانک اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اٹھے بھی تو جو سرا تھا فسق و فجور کا اس کی طرف نہیں بلکہ اس کے والی کی طرف جو اس کا مقرر کردہ تھا والی بھی صرف کوفہ کا۔ نہ بصرہ کے والی کی طرف رخ کیا نہ یمن کے والی کی طرف نہ کسی اور کی طرف۔

اور پھر کوفہ بھی تو تجربہ سے ثابت ہو چکا تھا کہ مفسدین کا مقام ہے وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور اس قدر وہ سرکش لوگ تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قدیمی دار الخلافۃ مدینہ شریف کو چھوڑ کر کوفہ کو دار الخلافہ بنانا پڑا کہ ان لوگوں کے سر پر جب تک نہ بیٹھیں اپنی شرارتوں سے باز نہ آئیں گے پھر بھی آپ کو شہید کیا گیا اور وہ اتنے مفسد کہ باتیں ایسی چکنی چپڑی کرتے تھے کہ غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینے اور ان کے ساتھ جہاد کرنے کی طرف توجہ کرنے سے مانع رہے اور آپس کی خانہ جنگی میں ان کی خلافت کا سارا وقت لگا دیا اور یہ باتیں حضرت اما منانی الدین حسین رضی اللہ عنہ کو معلوم بھی تھیں پھر باوجود ان تمام امور کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ کی طرف بذات خود سفر کرنے کے لئے صرف ۷۲ بندوں کو ہمراہ لے کر چلنا جن میں سے بعض شیر خوار بچے ہیں بعض عورتیں ہیں اور ان کے پاس ہتھیار بھی نہیں ہیں اور پھر بزعم روافض آپ غیب دان بھی ہیں آئندہ کے تمام حالات ایسے معلوم ہیں جیسے

ہتھیلی پر کوئی چیز رکھی ہو باوجود اسکے پھر بھی اُن کا نکلنا عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔ مسئلہ شرعی بھی ان کو معلوم تھا کہ نابالغ بچہ جہاد میں نہ جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے ۱۴ سال کے بچے (ابن عمرؓ) کو بھی جہاد کے لئے منتخب نہیں کیا (مشکوٰۃ ص ۲۹۲) ۔اورحدیث میں ہے عن عائشۃؓ استاذنتُ النبیَّ ﷺ فی الجھاد فقال جھاد کن الحج متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۲۲۱) عورتوں کا جہاد حج ہے مسئلہ شرعی معلوم ہونے کے باوجود پھر بھی شیر خوار بچوں اور عورتوں کو ساتھ کیونکر لے چلتے ہیں۔

الحاصل

ان تمام حالات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ مفروضہ ہی غلط ہے کہ حضرت امام حسین ؓ باوجود عالم فاضل ہونے کے بغیر اس کے کہ یزید یا ابن زیاد کو خطوط یا پیغام بھیجے اور اطلاع دیئے دیتے اور ان کو دعوت اسلام دینے کے بغیر اور صحابہ مکہ و مدینہ سے مشورہ لئے بغیر محض ان مفسدین کے کہنے پر جن کا افساد زمانہ قدیم سے واضح تھا اور ان کے متعدد خطوط پر اعتماد کر کے چند افراد عورتوں اور شیر خوار بچوں کو ساتھ لے کر ایک طویل اور مشکل سفر پر نکلے اور ایک بڑی حکومت کے ساتھ ٹکر لی اور پھر مزید براں یہ امر کہ اس جہاد سے جس کا عزم بالجزم کر کے نکلے ہوں اس سے رجوع کر لیا اور کہا ہو کہ

1. مجھے مکہ یا مدینہ واپس جانے دو
2. یا کسی سرحد پر بھیجو
3. یا یزید کے پاس پہنچاؤ۔ جیسے مؤرخین کا بیان ہے۔

معمولی سی عقل رکھنے والا بھی اگر بنظر غائر سوچے تو یہ سب تاریخی مغالطہ سمجھ لیگا

کہ تاریخ والوں کا یہ سب بیان ہی غلط ہے کیونکہ

1. اس سے یا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قرآن وسنت سے جہالت ثابت ہوتی ہے۔
2. یا قرآن وسنت کی تغلیط نکلتی ہے۔
3. یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیاسی نالائقی ثابت ہوتی ہے۔

والعیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

اور ہمارا (اہل السنۃ والجماعۃ کا) قطعی عقیدہ ہے کہ نہ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قرآن وسنت سے جاہل تھے بلکہ بہت بڑے محقق صحابی عالم تھے اور ان کے علم دین کا پایہ بلند تھا اور نہ ہی قرآن وسنت کی تغلیط جائز ہے بلکہ کفر بواح ہے۔ اور نہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس دور کی سیاست سے ناواقف تھے۔

اس لئے قرآن وسنت کو سامنے رکھ کر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا علمی پایہ بلند سمجھتے ہوئے اور سیاستِ زمانہ سے بخوبی واقف سمجھ کر تاریخ کو بائیں پاؤں سے ٹھکراتے ہوئے ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خروج اور بغاوت کے جرم سے پاک ہیں وہ ایسے موقعہ پر بذات خود کبھی آمادہ نہیں ہوئے اور نہ خطوط پر ان کو اعتماد تھا اور نہ ہی ان بدمعاشوں پر اعتماد تھا۔

دراصل ہوا یہ تھا

کہ ان کو مع بال بچوں کے اغوا کیا گیا۔ آپ امارت کے طالب نہ تھے کیونکہ عبدالرحمٰن بن سمرہ نے فرمایا مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَاتَسْاَلِ الْاَمَارَةَ .

اصل واقعہ قرآن وسنت کی روشنی میں

اصل واقعہ قرآن وسنت کی رو سے اس طرح ہے۔ جسے مؤرخین نے اپنے
سانچے پر ڈھال کر قرآن وسنت کو پس پشت ڈال کر الٹ لکھ دیا۔
وہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ عشاء کی نماز تہائی رات
گزرنے پر پڑھتے تھے (کان یصلیھا (العشاء) لِسُقُوْطِ الْقَمَرِ للثالثة (مشکوۃ ص ۶۱)
لولا ان آشقّ علی امتی لَاَمَرْتُھم اور نماز عشاء سے فارغ ہوکر باتیں کرنے
کی ممانعت تھی سوجانے کا حکم تھا والعشاء اذا غاب افق الی ثلث اللیل فمن نام
فلا نامت عَیْنُہٗ ثلثاً (مشکوۃ ص ۶۰)
وکان یکرہ النوم قبلھا والحدیث بعد ھا پھر سحری کے وقت مرغ کی پہلی اذان پر
تہجدوں کی نماز کے لئے اٹھتے تھے۔ اور صحابہ کرام جس طرح متبع سنت تھے اتنی اتباع اور
کون کرسکتا ہوگا۔
کیونکہ جیسے حدیث میں سالم کہتے ہیں ھل یتبعون ذلک الاسنتہ (ص ۲۳۰ مشکوۃ)
انا احب ان استن بسنتہ ص ۲۱۲ نفعل کما کان یفعل علیہ السلام (موطا ص ۵۱)
کوفہ کے مفسرین مکہ شریف میں آکر صحابہؓ کے معمولات کا مطالعہ کرتے رہے
انہوں نے باہم مشورہ کرکے سوچا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مع بال بچوں کے دن میں لے جانا
مشکل امر ہے اس میں صحابہ مانع بنیں گے الٹا ہمیں اذیت پہنچائیں گے اس لئے نماز عشاء اور
تہجدوں کے درمیان والا وقت اغواء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے نہایت موزوں ہے
۔چنانچہ اسی مشورہ پر عمل ہوا اور ساٹھ آدمیوں نے اپنی سیاست سے اونٹوں پر سفر کیا اور کسی کو

بولنے نہ دیا راتوں رات بھگایا ۵۶ میل کا سفر ایک دن میں کیا اور بستان نبی عامر میں جادم لیا تاکہ تعاقب کرنے والے اتنے وقت میں تعاقب نہ کرسکیں گے اس کے بعد کی منزلیں آرام سے چلے گئے۔

حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لعن رسول اللہ ﷺ من فرق بین الوالد وولدہ وبین الاخ وبین اخیہ (مشکوٰۃ ص ۲۹۲)

پھر تمام دنیا اسلام کو چھوڑ کر صرف ۶۰ بدمعاشوں کے کہنے پر چلنا جب کہ مکہ مکرمہ میں بڑی جماعت صحابہ کرامؓ کی موجود تھی اور ان سے اس امر میں مشورہ لیا جا سکتا تھا۔ عقل ونقل کے خلاف ہے۔ اور حضرت امام حسین ؓ کی محفوظ شخصیت سے اس کا صدور کیسے ممکن ہے۔ والعیاذ باللہ

اگر حضرت امام حسین ؓ کا اغواء تسلیم نہ کریں تو یہ کہنا پڑیگا کہ حضرت امام حسین ؓ والعیاذ باللہ تمام جماعت صحابہؓ سے علیحدہ ہوگئے اور صابر نہ تھے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا من رایٰ من امیرہ شیئاً یکرھہٗ فلیصبر فانہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبراً فیموت الامات میتۃ جاھلیۃ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۳۱۹)

اس تاریخی ڈھکوسلے کو مان لیں تو کہنا پڑے گا کہ حضرت امام حسینؓ خروج کا ارادہ کرکے متبع غیر سبیل المومنین ہوئے والعیاذ باللہ تو آپ سوچیں کہ یہ حضرت حسین ؓ کی دوستی ہے یا عداوت اور پھر نہ حضرت مسلم بن عقیل نے بیعت لی کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ اس حدیث سے ناواقف نہ تھے جو ابوسعید خدریؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دو خلیفوں کی یکے بعد دیگرے بیعت ہوئی ہو تو دوسرے کو قتل کرو۔ اذا بویع الخلیفتین فاقتلو الآخر منھما رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۳۲۰)

اور اگر بیعت تسلیم کریں تو حضرت مسلم کو قصوروار کہنا ہوگا اور یہ بھی ماننا ہوگا کہ ان کا قتل والعیاذ باللہ برحق تھا۔ مگر کم از کم میں تو اس حدیث کی روسے اور مسلم بن عقیل کے کامل الایمان ہونے کی وجہ سے اس تاریخی واقعہ کا منکر ہوں کیونکہ اس کے تسلیم کرنے سے لازم آتا ہے کہ مسلم بن عقیل اہل کوفہ کی بیعت کرکے اس محمدی امت میں تفریق ڈالنا چاہتے تھے۔ تو حسب فرمان نبوی واجب القتل ماننا ہوگا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا من اراد ان یفرق امر هذه الامة وهی جمیع فاضربوه بالسیف کائنا من کان (مشکوۃ ص ۳۲۰)

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یزید نہ بے نماز تھا اور نہ شرابی تھا کیونکہ اگر یزید بے نماز ہوتا تو صحابہ کرام جو بیعت کر بھی چکے تھے وہ بیعت توڑ دیتے کیونکہ (مشکوۃ ص ۳۱۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم پر بعض ایسے امراء ہوں گے کہ جن کے بعض افعال کو تم صحیح سمجھو گے اور بعض کو خلاف شرع۔ تو جو ان کے خلاف شرع اعمال کو خلاف شرع ہی سمجھے گا اور بتائے گا۔ تو وہ مداہنت و نفاق سے پاک ہے اور اگر ناپسند سمجھے گا وہ بھی سالم رہا ذرا و وبال سے۔ لیکن جو شخص ان کے افعال شنیعہ پر راضی رہا اور عمل میں ان کے تابع رہا تو وہ گناہ میں ان کا شریک ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ کیا ہم اس وقت ان کے ساتھ قتال نہ کریں؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہ۔ جب تک وہ نماز پڑھیں (دوبار فرمایا)

اب اگر اس حدیث کو مدنظر رکھیں تو کہنا پڑے گا کہ جو تاریخ میں بتاتے ہیں کہ یزید بے نماز تھا وہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر یزید کو تاریخ کے مطابق بے نماز مانیں تو صحابہؓ پر اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے (سوائے حضرت امام حسین ؓ کے) یزید سے قتال کیوں نہ کیا۔ جب انہوں نے قتال نہ کیا تو حضور کے حکم کی مخالفت کی اور اس مخالفت پر سوائے حضرت امام حسین ؓ کے سب متفق ہیں۔ تو گمراہی پر اجماع ہوا۔ اور نبی کریم ﷺ نے

فرمایا لاتجتمع امتی علیٰ الضلالہ ۔ اگر کہیں صحابہ حضرت امام حسین ؓ کے ساتھ تھے تو یہ بدیہی البطلان ہے۔ اور اگر کہیں کہ ساتھ نہ تھے تو صحابہؓ نے بے نماز کے ساتھ جہاد نہ کر کے نبی کریم ﷺ کی مخالفت کی اور ضلالت پر اجماع کیا تو یا نبی کریم ﷺ کی تکذیب لازم آئے گی یا صحابہؓ کو مخالفِ حکمِ نبی کہنا پڑے گا اور جو مخالف ہو حکم رسول اللہ ﷺ کے اس کے بارے قرآنی فیصلہ ہے وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ۔

نیز معلوم ہوتا ہے کہ یزید شرابی بھی نہ تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اِنْ لَّمْ يَتْرُكُوْهُ فَاقْتُلُوْهُمْ (مشکوٰۃ ص ۳۱۸)

یعنی اگر لوگ شراب خوری ترک نہ کریں تو ان سے قتال کرو۔

تو اگر یزید شرابی ہوتا تو صحابہ کرام اس کو منع کرتے پھر بھی اگر وہ شراب خوری سے نہ رکتا تو حسب ارشاد نبوی صحابہ کرامؓ اس کے ساتھ لڑ پڑتے لیکن وہ تو نہیں لڑے تو پھر یا تو کہنا ہوگا کہ صحابہ نے حکمِ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی ہے۔ یا کہنا ہوگا کہ یزید شرابی نہ تھا۔ لیکن پہلی بات غلط ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کی سعی بلیغ ہی یہ تھی کہ آپ کی پوری پوری اتباع حتی الوسع کریں۔ پس دوسری بات صحیح ہوئی کہ یزید شرابی نہ تھا۔

حدیث کی رو سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کی تھی

نیز حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کی ہے اور آپ کے ہاتھ پر کسی نے بیعت نہیں کی (مشکوۃ ص ۳۲۰) کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مَنْ مَاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِهٖ بَیْعَةٌ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً اگر آپ نے یزید کی بیعت نہیں کی تو معاذ اللہ آپ جاہلیت کی موت مرے۔ لیکن آپ کی موت تو شہادت کی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ کی گردن میں بیعت تھی۔ اگر چہ مؤرخین نے اس کا ذکر اپنی کتب تاریخ میں نہیں کیا۔

مسئلہ کی وضاحت ایک دوسرے انداز سے

اتنی بات تو ٹھیک ہے کہ مشاجراتِ صحابہؓ کے بارے کفِ لسان ہی ٹھیک ہے ہمارے اساتذہ کرامؒ نے بھی یہی سمجھایا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون دیوبندی ہے جو یک طرفہ فیصلہ کرسکتا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے اس کا ذہن ایسا ہی ہو پھر بدل گیا ہو اور وہ مرجوع الیہ قول نقل ہو کر نہ آیا ہو۔ اور اس کا عکس بھی ممکن ہے۔ مگر حق وہی ہے جو حضرت نبی کریم ﷺ ہمیں سمجھا گئے ہیں کہ خاموش رہو۔

تاریخ چونکہ صدیوں کے بعد لکھی گئی ہے اس میں بھی زیادہ تر ہاتھ غلاۃ (غالی کی جمع ہے) کا ہے اور بظاہر ان کے تشیع سے متاثر ہو کر بعض اہل السنۃ مؤرخ بھی مکھی پر مکھی مارتے گئے ہیں۔ جو بعد کے آنے والوں کے لئے موجب نزاع بن گئے ہیں اس لئے تاریخ کو حجتِ شرعیہ نہیں سمجھا جاتا۔ حجتِ شرعیہ صرف چار ہیں نص قرآن، احادیث صحیحہ، اجماع امت، قیاس مجتہدین، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر صحابہؓ کے مناقب بیان کئے ہیں۔ اور ان کے بارے فرمایا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا نیز فرمایا رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ۔ اور اللہ تعالیٰ جو علیم بذات الصدور ہے اور وہ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ ۔ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ اللہ تعالیٰ کو ان صحابہ کرام کے دلی ایمان کا بخوبی علم ہے اسی لئے کہا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا فرمایا۔

اب ان کے پکا مومن ہونے میں کون سا شک رہ گیا۔ اب جو شک کرے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس کا ایمان بالقرآن نہیں۔

اب رہے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سو وہ ان صحابہ کرامؓ میں سے ایک فرد

ہیں جو رؤیۃً بھی صحابی ہیں اور روایۃً بھی صحابی ہیں آپؓ نے اپنے نانا جان نبی اکرم ﷺ سے 8 حدیثیں سنی ہیں اور ان کے برادر بزرگ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے نانا جان سے 19 حدیثیں یاد کیں اور یہ دونوں مسندین حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں جمع کی ہیں۔ صفحہ نمبر ۳۲۸ سے صفحہ نمبر ۳۳۱ تک دیکھیے

حضرت حسنؓ طالبِ خلافت نہ تھے لوگوں کے مجبور کرنے پر صرف ۶ ماہ خلافت کی پھر اپنی عبادات میں خلل سمجھتے ہوئے حضرت معاویہؓ کو خلافت سونپ دی پھر یہی حال حضرت حسینؓ کا تھا وہ بھی طالبِ خلافت نہ تھے اسی لئے انہوں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ مدینہ سے چلا جاؤں پھر یہی مناسب سمجھا کہ مکہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں وہاں بیت اللہ ہے جس میں ایک نماز کا مسجد نبوی میں لاکھ نماز پڑھنے سے بھی زیادہ درجہ ہے۔ اس لئے مدینہ چھوڑ کر مکہ پہنچ گئے۔

کوفہ والوں کو علم ہوا کہ حضرت حسینؓ مکہ میں مقیم ہیں انہوں نے خطوط کا سلسلہ شروع کر دیا ساتھ ہی آدمیوں کا تانتا بھی لگ گیا۔ ان دنوں مکہ میں بعض صحابہ کرامؓ بھی رہائش پذیر تھے۔ انہوں نے حضرت حسینؓ کے پاس کوفیوں کی آمد و رفت کو دیکھ کر محسوس کیا کہ معاملہ کچھ ٹھیک نہیں اس لئے حضرت حسینؓ کو سمجھایا کہ بھتیجے! خیال کرنا ان آدمیوں کا تیرے پاس آنا جانا اچھا نہیں۔ ان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آنا۔ حضرت حسینؓ نے انہیں یقین دلایا۔ چچا جی! میں ان کا کہا نہیں مانوں گا۔ وہ کوئی بھی بڑے چالاک تھے صحابہؓ کا نظام الاوقات مرتب کیا ۸ ذی الحجہ کی رات کا انتظار کیا جب کہ سب حجاج منیٰ میں جانے کے لئے احرام باندھنے میں مصروف ہوں گے تہائی رات کے وقت صحابہ کرامؓ عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتے ہیں پھر تہجد پڑھنے کے لئے اتنے وقفے کے بعد جاگ اٹھتے ہیں۔ اس

درمیانی وقفے میں حضرت حسینؓ کو گھر سے اٹھایا اور عورتوں بچوں سب کو کجاووں میں ڈال کر اونٹوں کو بھگایا اتنا بھگایا کہ ایک دن میں دو دن کا راستہ طے کرتے ہوئے بستان نبی عامر میں جادم لیا۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسینؓ نے یزید کے خلاف خروج نہیں کیا۔ اگر خروج کرتے تو بجائے کوفہ جانے کے شام کو جاتے جہاں یزید کا قیام تھا وہاں افہام وتفہیم سے مسئلہ حل ہو جاتا یزید میں اگر کچھ کجی ہوتی تو افہام وتفہیم سے ختم ہو جاتی۔ مگر کوفیوں نے تو یہ سوچا کہ رات کی تاریکی میں ہمارا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ پھر شیر خوار بچوں اور عورتوں کو نکال کر لے جانے کا کیا مطلب تھا بس یہ سب کوفیوں کا منصوبہ تھا جو آپؓ کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ابن زیاد حضرت حسینؓ کا مخالف تھا اس کو پیش کر دیں گے وہ آپ ان سے نمٹ لے گا۔ مگر ابن زیاد نے یہ سمجھا کہ کہیں کوئی حضرت حسینؓ کو مار نہ دیں اس نے اس ارادہ سے فوج بھیجی کہ حضرت حسینؓ کو صحیح سلامت میرے پاس پہنچا دیں میں خود اس سے بات کرلوں گا۔ مگر فوج پہنچتے ہی کوفیوں نے حضرت حسینؓ کو شہید کر دیا۔ اور ایک آدمی آپؓ کا سر مبارک تن سے جدا کر کے ابن زیاد کے پاس اس خیال سے لے گیا کہ ابن زیاد میرے اس کارنامہ پر مجھے انعام واکرام سے نوازے گا۔ چنانچہ ابن زیاد کے پاس سر مبارک لے جا کر انعام کا مطالبہ کیا ابن زیادہ اپنی لاٹھی کبھی حضرت حسینؓ کے دائیں رخسار پر کبھی بائیں رخسار پر لگاتا اور کہتا کہ تو حسین ہے۔ اتفاق سے کسی مسئلہ کی تحقیق کے لئے بصرہ سے آئے ہوئے حضرت انسؓ بن مالک اسی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے وہ برداشت نہ کر سکے انہوں نے کھڑے ہو کر کہا اے ابن زیاد جن رخساروں پر تو لاٹھی لگا رہا ہے ان رخساروں کو حضرت محمد رسول ﷺ بوسہ دیا کرتے تھے کچھ شرم کر۔ ابن زیاد موقع

شناس تھا فوراً پینترا بدل کر کہنے لگا کہ تو نے قتل کیا وہ بولا ہاں۔ابن زیاد نے کہا فلاں آدمی کو بلاؤ۔وہ آدمی سمجھا کہ مجھے انعام دینے کے لئے اس کو بلایا جب وہ آیا تو ابن زیاد نے کہا اس آدمی نے خود اقرار کیا ہے کہ میں نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا ہے لہٰذا قصاص میں اس کا سر قلم کر دیا جائے۔

چنانچہ مؤرخین نے رأس الحسین کے بارے ۱۳۵ اقوال لکھے ہیں اب معلوم نہیں کونسا قول صحیح ہے۔اہل تاریخ نے بھی تاریخ کو خوب گدلا کیا۔

باندازِ دیگر

حضرت معاویہؓ کا بیٹا یزید مسلمان تھا یا کافر (اصلی یا مرتد) اگر کافر تھا تو اس دور میں جب صحابہ کرام کثیر تعداد میں تھے وہ اپنا فرض سمجھتے ہوئے ایک صحابیؓ بن صحابی کے بیٹے کو سمجھاتے ضد کرتا تو اس کو موافق حکم شرع کے قتل کرتے خاموش نہ رہتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے بارے فرمایا لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ان صحابہ کرام میں حضرت حسینؓ موجود تھے جن کے متعلق حضرت علیؓ و حسنؓ کے بعد خلافت کا اہل ہونا متوقع تھا ان کا بھی فرض بنتا تھا کہ یزید کو دعوتِ اسلام دیتے اب تاریخ پر ایمان رکھنے والے بتائیں اور صحیح سند کے ساتھ ثقہ راویوں سے ثابت کریں

کہ آپ نے کافر اور منکر الاسلام یزید کو اسلام کی دعوت دی تھی؟ اور اس کے جو جو شبہات اسلام میں تھے وہ زائل کیے؟ اس کو اس بارے خطوط لکھے؟۔خطوط سے کام نہ سنورتا نظر آتا تو خود شام میں تشریف لے جاتے اور مشافہۃً اس سے بات کرتے آخر شیر خدا کے بیٹے تھے۔اگر انہوں نے نہیں سمجھایا تو حسین خود معاذ اللہ مجرم بنتے ہیں جنہوں نے

یلوا عنی ولو آیۃ پر عمل نہ کیا۔ اگر ان کے کہنے سے نہ سمجھتا تو بڑے بڑے اولوالعلم اولوالعزم صحابہ موجود تھے ان کو اکٹھا کرتے اور ان کے بیانات سے اس کو فائدہ ہوتا اور وہ کفر یا ارتداد سے توبہ کر کے مخلص مسلمان ہو جاتا۔ اگر اس کے کفر وارتداد کا علم ہونے کے باوجود صحابہ نے خاموشی اختیار کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان الساکت عن الحق شیطان اخرس کے مطابق مع حضرت حسین کے تمام صحابہ کرام مجرم بنتے ہیں پھر اس کافر مرتد واجب القتل کو حسین کی بھتیجی ام محمد (عبداللہ بن جعفر طیار کی بیٹی) یزید کے نکاح میں دینے پر خاموش کیوں رہے کیا ابن شیر خدا ایسے مغلوب ہوتے ہیں۔

پھر صحابہ کی موجودگی میں ۵۲ھ میں یزید کو امیر حج کیوں بنایا گیا۔

نیز اگر یزید مسلمان تھا تو صالح تھا یا فاسق اگر فاسق تھا تو اس کا فسق صحابہ کرامؓ پر ظاہر تھا یا مخفی خاص کر وہ صحابہ جن کی رہائش شام میں تھی اگر فسق ظاہر تھا تو صحابہؓ نے اس کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی اگر کہو کہ ڈر گئے تو یہ بات بغض صحابہؓ کی واضح علامت ہے کیونکہ مسلمان صحابہ کرامؓ کے بارے میں کوئی تصور ہی نہیں کر سکتا جو مشرکین اور دیگر کفار کے ساتھ سینہ سپر ہو کر لڑتے رہے جو ہزاروں کی تعداد میں ہوتے تھے كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ۔ تو ایسے اصحاب صرف ایک بندے سے کیونکر ڈرتے جب کہ ان کا عقیدہ تھا کہ نافع و ضار صرف اللہ کی ذات ہے وہی ہے فتح و شکست کا مالک۔ کیا وہ صحابہ پندرھویں صدی ہجری میں حریت پسند کشمیریوں سے بھی گئے گزرے تھے؟ صحابہ کرام کا عزم و جزم تو ضرب المثل ہے۔

اور اگر صحابہؓ سے یزید کا فسق بوقت بیعت مخفی تھا اس کے بعد ظاہر ہوا اور اس کی غیر شرع حرکات پر اطلاع ملی تو ایسی حالت میں حضرت نبی اکرم ﷺ کا فرمان تو یہ ہے کہ

اس کے منکر کام کو منکر سمجھتے رہو۔ مگر ان کے ساتھ قتال نہ کرنا۔ جب تک کہ وہ نماز کے پابند رہیں یعنی مسلمان رہیں۔

ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد امراء مال فے میں اپنے کو ترجیح دیں گے مگر تم بجائے تلوار اٹھانے کے اس پر صبر کرنا حتیٰ کہ مجھ سے ملو۔

عوف بن مالک اشجعیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے شرار ائمہ کے ساتھ عہد شکنی کر کے ان کے ساتھ قتال نہ کرنا جب تک کہ نماز کے پابند رہیں۔

نیز فرمایا جو شخص والی یعنی امیر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں سے کوئی بات دیکھے تو خود تو اس کو ناپسند ہی سمجھے مگر اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ ہٹائے۔

عبادۃ بن صامتؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہم نے حضرت نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اس شرط پر کہ تم لوگ جب تک اپنے امیر سے صاف کفر نہ دیکھ لیں تو امر خلافت میں اس کے ساتھ نزاع نہ کرو۔

بلکہ یہاں تک آپ ﷺ کی تعلیم ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اطاعتِ امیر سے نکل کر جماعت میں الگ ہو کر مرا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اسی طرح عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے امیر کی اطاعت سے جو ہاتھ کھینچے گا پھر اسی حالت میں مر گیا تو جاہلیت کی موت مرا۔ اور اگر دو مدعی خلافت ہوں اور ان میں سے پہلے کی بیعت مکمل رکھو اس کے بعد دوسرے سے بیعت کی گئی تو اس بیعت کو توڑ دو کیونکہ وہ باغی ہے

اور حضرت عرفجہؓ نے فرمانِ نبوی ﷺ سنایا کہ جو شخص اس امت کے مجتمع امر کو بکھیرنے کا ارادہ کرے تو اس کو تلوار سے مار دو۔ ہو جو بھی ہو

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے جس کے ہاتھ پر بیعت ہو جائے اس کے بعد جو بھی اس کے ساتھ نزاع کرنے آئے تو اس کی گردن اڑا دو۔

ان احادیث مبارکہ کو جو مستند اور متواتر ہیں سامنے رکھو پھر تاریخ کی یاوہ گوئی پر نگاہ کریں تو معاذ اللہ وثم معاذ اللہ حضرت حسینؓ کو مجرم اور باغی کہنا پڑے گا جس کے تصور سے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ حضرت حسینؓ جو بڑے پریم میں مکہ شریف رہتے تھے بڑے بڑے اجلاء صحابہ کرامؓ جوان کی صحبت حاصل تھی ۸ ذی الحجہ کی صبح کو حج کی تیاری کرنے کو سوچ رہے تھے کہ بارہ ایک بجے کے قریب اچانک کوفہ کے بلوائیوں نے حضرت حسینؓ کو مع بال بچوں اور ازواج مطہرات کے اغواء کر کے بھگا لے گئے اور واضح حقیقت ہے کہ باوجودیکہ مکہ مکرمہ میں کثیر تعداد میں صحابہ کرام موجود تھے۔ مگر حضرت حسینؓ کے کربلا میں پہنچنے تک ایک صحابی بھی ساتھ نہ تھا۔

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ در پردہ رافضی لوگ تمام صحابہ کرامؓ کو کافر سمجھتے ہیں اسی لئے ان کے شاعر کی زبان بے لگام سے یہ الفاظ نکلے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

لعنۃ اللہ علی الکذبین الکافرین المفرقین الامۃ المسلمۃ

اگر کہیں کہ یزید کا فسق صحابہ پر مخفی رہا اگر چہ یزید کے پاس ہی رہتے تھے تو یہ جتلایا

جائے کہ

شام سے دور مدینہ کے باشندوں کو اس کے فسق کا کیسے علم ہوا ظاہر ہے کہ وحی کے ذریعے تو علم ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ وحی نبیوں پر ہوتی تھی۔ جو نبی اکرم ﷺ کے بعد منقطع ہو گئی۔ ہاں ایک صورت کشف والہام ہے۔ اور کشف والہام کوئی حجت قطعیہ نہیں اور اگر کسی کے بتانے سے یزید کا فسق معلوم ہوا۔ تو اس بتانے والے کا فرض تھا کہ اس مدینہ میں اس کے فسق کی خبر پہنچانے سے پہلے وہیں شام کے مقامی باشندوں صحابہ کرام کو بتاتا اور پھر مکہ مدینہ اور دوسرے بلاد میں رہنے والے صحابہ کو کیوں نہ بتایا۔ صرف حضرت حسینؓ کے کانوں میں کانا پھوسی کرنے کی کیا وجہ تھی۔ اور اگر دوسروں کو پہلے بتا دیا تھا اور خروج ضروری تھا تو صرف حسینؓ نے یہ آواز کیوں اٹھائی دوسرے کیوں خاموش بیٹھے رہے۔

اصل بات وہی ہے جو فرمانِ نبوی سب کو یاد تھا اور حضرت حسینؓ نے بھی سن رکھا تھا اسی لئے خاموش رہے نہ مدینہ میں بات چھیڑی اور نہ ہی مکہ میں۔ اس لحاظ سے ہم واشگاف الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ اگر کتاب تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے انتقال کے بعد حضرت حسینؓ نے مخالفت شروع کر دی تھی تو یہ غلط اور حضرت حسینؓ پر الزام ہے جس کا ثبوت نہیں مل سکتا اور صحابہ کرام اور حضرت حسینؓ کے کردار کو داغدار بنانے کی ناپاک کوشش ہے۔ ہم قرآن وحدیث کو چھوڑ کر تین صدیوں بعد کی اعاجم مؤرخین کی تاریخ کے کوئی پابند نہیں کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا پیارا جنتی نواسہ اور امیر المومنین حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کا صاحبزادہ فقاہت وعلم کا پتلا رسول اللہ ﷺ کی پیاری تعلیم کو ٹھکرا کر اپنا حکم چلائے۔ اس لئے تمام مؤرخین نے اگرچہ اس بات پر اجماع کر لیا ہو وہ اجماع مردود ہے۔ بلکہ اس اجماع کی حیثیت اس اجماع کی سی ہے جو یہود اور

نصاریٰ کا اجماع ہوا ہے اس بات پر کہ واقعی (معاذ اللہ) عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی گئی اور وہ سارے صلیب دیے جانے پر تواتر کے مدعی ہیں (دیکھو شرح العقائد النسفیہ) اگر یہود و نصاریٰ کے اس جعلی اجماع کی طرح تین صدیوں کے بعد والے مؤرخین کا اجماع مان لیں تو معاذ اللہ حضرت حسینؓ پر الزام عائد ہوگا کہ معاذ اللہ حضرت حسینؓ تعلیم نبوی ﷺ کے خلاف کرتے رہے نیز کوئی من چلا یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت حسینؓ خود خلیفہ بننے کے خواہشمند تھے اور خلافت کے خواب دیکھ رہے تھے۔ جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ جان گنوائی اور خلافت بھی ہاتھ نہ لگی۔ حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔

لیکن میرا نظریہ یہ ہے

اور ان شاء اللہ سولہ آنے ٹھیک ہوگا کہ مؤرخین نے اتنا تو لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے والی مکہ کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کر لی تھی بالکل اسی طرح حضرت حسینؓ نے بھی والی مکہ کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کر لی تھی کیونکہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم تھی مَنْ شَذَّ شُذَّ

نیز امر خلافت کوئی معمولی کام نہیں ایسے اہم امر کے لئے مجلسِ شوریٰ بلائی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی علامات یہ بھی بتائی ہے کہ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولوالعزم امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کو حکم دیا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ یعنی اپنے اصحاب کرام سے مشورہ لے لیا کرو۔ اور ظاہر ہے کہ ان دنوں مکہ معظمہ میں بڑے بڑے اولوالعزم اَعْلَمُ الدین صحابہ کرام کی جماعت موجود تھی جن کو امورِ خلافت کی بخوبی سمجھ بوجھ تھی۔ جیسے عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن عباس۔ جابر وغیر ہم۔

پھر وہ ہستیاں عمر میں بھی بڑی تھیں جنہوں نے خلافت کے اتار چڑھاؤ سے خوب واقفیت حاصل کر رکھی تھی۔ ایسے اہم کام کیلئے مشورہ لینا ضروری تھا اگر وہ خلافت کے طالب بالفرض ہوتے تو انہوں نے ضرور مشورہ لیا ہوگا اور صحابہؓ نے مشورہ دیا ہوگا اور انہوں نے یہی کہا ہوگا کہ یہ خلافت کا خام خیال چھوڑ دیجیے آپ کے برادر حسنؓ نے خلافت کو لات ماری نیز یہ بھی کہا ہوگا کہ خروج ٹھیک نہیں کیونکہ ایسے حالات میں نبی کریم ﷺ کی تعلیم ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ مگر ان تمام باتوں کے بتانے سے تاریخ بالکل خاموش ہے حالانکہ یہ بات بہت اہم تھی۔

الی اصل قرآن وحدیث کی رو سے یزید کافر وفاسق نہ تھا

قرآن وسنت سے ہمیں سبق یہی ملتا ہے کہ یزید کافر نہ تھا مسلمان تھا صحابی بن صحابی کا بیٹا پوتا تھا ام المومنین کا بھتیجا تھا۔ حضرت حسینؓ کی بھتیجی اس کی بیوی تھی اگر کوئی بات اتفاق سے غلط صادر ہو گئی تو اصلاح کرنے والے بہت تھے صحابی تو نہ تھے مگر تابعی تھے۔ بڑے بڑے صحابہ نے اس کی بیعت کی اگر کسی مؤرخ نے نہیں لکھا مگر ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ اکابر صحابہؓ کی طرح حضرت حسین نے بھی بیعت کر لی تھی اور جب کوفہ کے بلوائی مکہ آئے تھے اور حضرت حسینؓ کے پاس ان کی آمد ورفت دیکھ کر صحابہؓ کبار سمجھ گئے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حسینؓ کو لینے آئے ہوں انہوں نے حضرت حسین کو متنبہ کیا اور کہا کہ حسین بھتیجے! خیال کرنا ان بلوائیوں کے کہنے میں نہ آنا پھر حضرت حسینؓ نے بھی انہیں یقین دلایا کہ چچا جی! میں ان کی باتوں میں نہیں آتا۔

یہ واقعات صاف گواہ ہیں اس بات کے کہ حضرت حسینؓ نہ تو خلافت کے خواہاں

تھے اور نہ ہی ان بلوائیوں کے ساتھ جانے کے لئے تیار تھے اور ایسے حالات میں اگر بالفرض تیار بھی ہو جاتے تو عورتوں کو کبھی ساتھ نہ لے جاتے عورتوں کا اس سفر میں کیا کام خاص کر شیر خوار بچوں اور ان کی ماؤں کو ایسے دور دراز سفر میں لے جانے کو عقل تسلیم نہیں کرتی پھر فوج بھی ساتھ نہیں عورتیں اور معصوم بچے تمام ملا کر کل ۷۲ افراد بنتے ہیں اور حضرت کو یہ بھی پتہ ہے کہ کوفہ والے میرے والد ماجد کے قاتل ہیں وہ میرے محب کیونکر ہو سکتے ہیں پھر ابن زیاد والی کوفہ کی میرے ساتھ چپقلش ہے اس کو میرا علم ہوا تو میرے خلاف ہزاروں یا سیکڑوں کی تعداد میں مسلح فوج بھیج دے گا اور ہماری ٹولی غیر مسلح اور جوان ان میں کوئی بھی نہیں۔ وہاں جا کر مار ہی کھانی ہے لہٰذا میرا وہاں جانا موزوں نہیں پھر خلیفہ وقت یزید ہے اس سے بات چیت کرنی چاہیے خطوط لکھے جائیں یا خود اس سے ملاقات کر کے مذاکرات کرنے مناسب ہیں۔

یہ تمام حالات وضاحت کے ساتھ بتاتے ہیں کہ اعقل الناس نواسۂ رسولؐ ابن شیر خدا کی شان نہ تھی کہ خروج کریں اور وہ بھی بجائے دار الخلافہ شام کے ولایت کوفہ کی طرف رُخ کریں۔

ہونہ ہو رات کے وقت جب کہ سب لوگ سوئے ہوئے تھے بلوائیوں نے موقع پا کر بڑی سیاست کے ساتھ سوچ سمجھ کر راتوں رات اغواء کر لیا۔

نیز حسینؓ کا خروج خلافت حاصل کرنے کے لئے خاص اس موقع پر جب کہ روم فارس یمن وغیرہ دور دراز علاقوں کے لوگ فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے حرم پاک میں آرہے ہیں پھر کل منیٰ پرسوں میدان عرفات میں وقوف ہوگا اور اس وقت دعائیں مانگیں گے پھر مشعر الحرام میں دعا مانگیں گے۔ پھر منیٰ میں رمی جمار کر کے قربانی کریں گے۔ پھر

احرام کھول کر بیت اللہ شریف کا طواف افاضہ کر کے منیٰ کی طرف رمی جمار کرنے کے لئے لوٹیں گے۔ ان پانچ چھ دنوں میں حج کا ثواب بھی حاصل کر لیتے۔ اتنی بھی جلدی کیا تھی ؟ ایسا نہیں ہوا اس سے بھی عقل مند سمجھ لیتا ہے کہ حضرت حسینؓ دنیادار قسم کے نہ تھے وہ تو مدینہ چھوڑ کر مکہ معظمہ میں آئے ہی اس غرض کیلئے تھے کہ مکہ شریف میں قیام کروں گا وہیں نمازیں پڑھوں گا۔ جس کا ثواب مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے لاکھ گنا زیادہ ہوگا پھر مکہ معظمہ اہل علم اکابر صحابہ کرام کا مرکز ہے ان کی صحبت میں رہ کر قرآن وسنت کے مواعظات افادہ استفادہ کا موقعہ ملتا رہیگا۔ ایام حج میں حج کرنے کی بھی نعمت غیر مترقبہ حاصل کرتا رہوں گا ایسی عالی مقام ہستی کے بارے یہ تصور قائم کرنا کہ بیت اللہ میں نماز پڑھنے سے علماء کرام کی علمی مجالس سے افادہ استفادہ سے اور پھر خاص کر خوش قسمتی سے ایام حج بھی شروع ہو گئے ہیں ان دنوں سے فائدہ حاصل کرنے سے بھی خلافت اہم ہے اگر چہ خروج کے طریقے سے ہو یہ غیر شرعی اور فاسقانہ تصور ہے جو عجمیوں کا خانہ ساز ہے اور خلافت کے نام سے ملوکیت کی طرف ملک کو دھکیلتا ہے۔

حضرت حسینؓ کے ذہن میں بھی تصور نہ تھا آپؓ تو عرب تھے اور دنیادار نہ تھے ان کا بچپن سے اس وقت تک آخرت سنوارنے میں ذہن رہتا تھا۔ اب اسکے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ کو خاص اس وقت میں عورتوں بچوں سمیت اغوا کیا گیا جس وقت آپ حج کی نعمت سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اکابر اصحاب تک کی ملاقات نہ کر سکے۔ پھر اتنی تیزی کی کہ دو دن کی منزلیں صرف ایک دن میں طے کر کے بستان بنی عامر میں جا دم لیا۔

اب رہا معاملہ یزید کا جس کو شیعہ تو جو کچھ کہتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ہمارے سنی بھی اس بارے میں شیعہ کے اندھے مقلد ہیں۔

ایک مختلف طریقہ سے

اب میں ایک مختلف طریقہ سے بات کرتا ہوں کہ

1. یزید کے والد ماجد کاتب وحی حضرت معاویہؓ۔
2. یزید کے دادا ابوسفیان صخر بن حربؓ جن کو مع ان کے گھر والوں کے نبی اکرم ﷺ نے امان دی اور یہ بھی صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔
3. یزید کا چچا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔
4. یزید کی پھوپھی رملہ ام المومنین حضرت اُم حبیبہ زوجہ رسول اللہ ﷺ جو قرآن کی زبان میں اہل بیت میں سے ہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ کو فرشتوں نے اس طرح سلام کہا رحمة الله و بركاته عليكم اهل البيت اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔

تو سارا خاندان یزید کا صحابی اور خود یزید تابعی جو ۲۲ھ کو عہد صحابہ میں پیدا ہوا اور اس نے سوائے شیخین (ابوبکر و عمر) اکثر جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی صحبت میں رہ کر بہت کچھ حصہ دین کا حاصل کیا یہی وجہ ہے کہ جو صحابہؓ شام کے ملک میں رہتے تھے ان سب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور دوسرے علاقوں میں جو صحابہ کرامؓ تھے انہوں نے ولاۃ کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کی کوئی صحابیؓ ایسا نظر نہیں آتا جس نے یزید کی بیعت نہ کی ہو اگر ہم کہیں کہ حسینؓ نے بیعت نہیں کی تو معاذ اللہ اجماع صحابہؓ کے خلاف کر کے مجرم بنتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۔

ترجمہ: جو شخص بعد اس کے کہ اس کو راہ ہدایت معلوم ہو چکی ہے ہمارے اس رسول کی مخالفت کریگا یعنی عقیدہ عمل چھوڑ کر مسلمانوں کی راہ سے الگ دوسری راہ اختیار کریگا تو ہم اس کو اس کے اختیار کردہ راہ کے سپرد کردیں گے اور آخر کار اس کو جہنم میں جھونکیں گے۔

اور اگر کہیں کہ حسینؓ حق پر تھے کہ یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تو معلوم ہوا کہ تمام صحابہ جنہوں نے بیعت کی وہ (نعوذ باللہ) کافر ہو گئے اگر یہ بات مان لیں تو اللہ تعالیٰ کی بات جو عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ ہے (نعوذ باللہ) جھوٹ ثابت ہوتی ہے جس نے قرآن میں فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لیکن اللہ کی بات تو جھوٹ قطعاً نہیں ہو سکتی وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا پس معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ جو اَلْمُؤْمِنِیْنَ حَقًّا ہیں یزید کی بیعت کر کے کافر نہیں ہوئے نیز معلوم ہوا اور قرآن کی رو سے حضرت حسین نے بھی سبیل المؤمنین سے ہٹ کر غیر سبیل المؤمنین کو اختیار نہیں کیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تاریخ کا بیان اس بارے میں جھوٹ اور افتراء ہے جو صدیوں بعد عجمی سازش تھی۔

کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات

نیز مخالفین یزید پر کئی طرح کے الزام دھرتے ہیں من جملہ ان کے

یہ کہ یزید بے نماز تھا۔ مگر یہ محض الزام ہے کیونکہ اگر یزید بے نماز ہوتا تو صحابہ کرامؓ اس کے اس عمل کو کبھی برداشت نہ کرتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم پر بعض امراء ایسے ہوں گے جن کے بعض افعال کو تم صحیح سمجھو گے اور بعض کو شرع کے خلاف تو جو شخص ان کے خلافِ شرع کو خلاف شرع ہی سمجھے گا اور بتاتا رہے گا تو وہ مداہنت اور نفاق سے پاک ہے اور اگر ناپسند سمجھے گا تو وہ بھی سالم رہا وزر اور وبال سے لیکن جو شخص ان افعال شنیعہ پر راضی رہا اور ان کے تابع رہا تو وہ گناہ میں اس کا شریک ہے۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ کیا ہم اس وقت ان کے ساتھ قتال نہ کریں؟ تو فرمایا نہ جب تک وہ نماز پڑھیں (مشکوٰۃ صد ۳۱۸) اور یہ بات دوبارہ دہرائی اب اس حدیث کو مدنظر رکھا جائے تو کہنا پڑے گا کہ جو تاریخ کی کتب میں ہے یزید بے نماز تھا یہ غلط ہے کیونکہ اگر یزید کو تاریخ کی بات مان کر بے نماز تسلیم کریں تو صحابہ کرام پر اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے قتال کیوں نہ کیا۔ اگر وہ بے نماز تھا اور صحابہؓ نے قتال نہ کیا تو تمام صحابہ مجرم ہوئے اور بلوائیوں کا مقصد ہی ہے صحابہؓ کو مجرم قرار دے کر تبرا کرنا۔ نیز تمام صحابہؓ کا اجماع ضلالت پر ہوا جب کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ لا یجتمع امتی علی الضلالۃ اور نبی کا فرمان بلاشک حق اور سچ ہے۔ معلوم ہوا نہ صحابہ کرامؓ مجرم تھے اور نہ ہی یزید بے نماز تھا۔

۲ نیز مخالفین کا یزید پر شراب نوشی کا الزام لگانا بھی غلط ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے ان لم یترکوہ فاقتلوھم (مشکوٰۃ ص ۳۱۸) یعنی اگر لوگ شراب خوری ترک نہ کریں تو ان سے قتال کرو تو اس حدیث کے پیش نظر اگر یزید شرابی ہوتا تو صحابہ کرام اول تو اس کو شراب نوشی سے منع کرتے پھر بھی اگر وہ باز نہ آتا تو صحابہ کرامؓ اس کے ساتھ قتال کرتے لیکن صحابہ کرامؓ نے شراب نوشی کی وجہ سے یزید کے ساتھ قتال نہیں کیا۔ کیا وجہ؟ اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو صحابہؓ نے حکم رسول ﷺ کی مخالفت کی۔ یا یزید شرابی نہیں تھا لیکن پہلی بات تو غلط ہے جس کا تصور کوئی مسلمان نہیں کر سکتا لہٰذا یہی بات صحیح ہے کہ یزید شرابی نہ تھا۔ بلکہ حدیث شریف سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ حضرت حسینؓ نے دوسرے صحابہ کی طرح یزید کی بیعت کی تھی اور حضرت حسینؓ کے ہاتھ پر کسی نے بیعت نہیں لی کیونکہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ (مشکوٰۃ ص ۳۲۰) اس حدیث کی رو سے اگر آپؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی تو کہنا پڑے گا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ آپؓ جاہلیت کی موت مرے۔ لیکن آپؓ کی موت تو شہادت کی تھی اس لئے نتیجہ یہی نکلا کہ آپ کی گردن میں بیعت یزید کا ہار تھا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یزید بیعت کے قابل تھا اگرچہ اس کا مقام حضرت حسینؓ کے مقام سے بہت ہی کم تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا رہتا ہے کہ مفضول افضل کا امام ہوتا ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتداء میں نماز پڑھی تھی۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے حضرت امام ابو یوسفؒ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

پھر یزید کے والد حضرت معاویہؓ بھی صحابی تھے اور انکے دادا دادی بھی صحابی تھے اور اس کی پھوپھی رملہ اُم حبیبہؓ اُم المومنین زوجہ مطہرہ حضرت محمد رسول اللہؐ تھیں اور انکے حق میں اس کے والد ماجد دعاء کرتے ہوں گے کیونکہ حضرت معاویہؓ کاتب وحی تھے اور عباد الرحمٰن میں سے تھے جو دعا کرتے رہتے تھے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا. اے ہمارے رب ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور سب ایسے پابند شریعت ہوں کہ دوسرے اہل تقویٰ بھی ہم سے ہدایت پائیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے بھی حضرت معاویہؓ کے حق میں دعا فرمائی تھی۔ اللھم اجعلہ ھا دیا میھدیا

اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے مومنوں کے بارے فرمایا تھا والذین امنو و اتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنھم من عملیھم من شی (لفظۃ الحقنا تقتضی ان للملحق بعض التقصیر فی الاعمال۔

(البحر المحیط ص ۱۳۹ ج ۸)

ترجمہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا۔ پھر ان کے ساتھ ان کی اولاد کو بھی شامل کر دیں گے اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہ ہونے دیں گے۔ یعنی اولاد کو آباؤ اجداد والے درجے دیں گے اگر چہ عمل میں ان کے کسی قدر قصور بھی ہوا تاہم جنتیوں کے پاس خاطر سے ان کی اولاد کو بھی جنت میں ان کے ساتھ لے جا کر شامل کریں گے۔ (ڈپٹی نذیر احمد مترجم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا (رواہ ابن عباس) ان اللہ یرفع ذریۃ المؤمن درجۃ وان کانو دونہ لتقر بھم عینہ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی بیضاوی ص۹۹ ج

ایک مشہور اعتراض اور اس کا جواب

میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی

(بخاری کتاب الفتن ۵۰۹_۱۰۵۶) میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ:

ھلکۃ امتی علی ایدی غلمۃ من قریش

ترجمہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی

کچھ لوگوں نے اس کا مصداق اول یزید کو اور اس کے والیوں کو بتایا بہت سے علماء نے بھی یہاں سے دھوکہ کھایا ہے مگر یہ مراد صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ غلمہ جمع ہے غلام کی اور غلام نابالغ لڑکے کو کہتے ہیں۔ اور یزید پر غلام کا لفظ صادق نہیں آتا۔

کیونکہ جب یزید والی ہوا اس وقت اس کی عمر تقریباً ۳۸ سال تھی اور اس وقت وہ زمانہ کہولت کے قریب تھا۔ بلکہ اس کے مصداق وہ چھوکرے ہیں جو خلافت عباسیہ میں تخت خلافت پر بیٹھائے گئے تھے اور اسی طرح ایک لڑکا بنو امیہ میں سے تھا۔

جو ۱۱۳۳ء ۵۲۸ھ مغرب میں قائم شدہ خلافت کا آخری حکمران ہشام بن حکم کا نابالغ بچہ تھا دیکھو (تذکرہ مشائخ قادریہ ۹۹)

اور باقی بغداد میں عباسی خاندان کی خلافت رہی چنانچہ ۵۲۵ھ ابو علی آمر کے

بیٹے طیب کو حکمران بنایا گیا جو ۵ سال کا بچہ تھا۔ (حقیقت مذہب شیعہ ۴۱۷و۴۳۹)

پھر محرم ۵۴۹ میں نصیر الدین عباسی نے ظافر عبیدی کو قتل کر کے اس کے بیٹے عیسیٰ کو گود میں اٹھا کر لایا اور فائز بنصر اللہ کے لقب سے تخت پر بٹھایا۔ (حقیقت مذہب شیعہ ص۴۳۹) ۵۵۵ھ میں فائز بنصر اللہ مر گیا وزیر السلطنت صالح نے حکم دیا کہ شاہی خاندان کے لڑکوں کو پیش کیا جائے چنانچہ ابو محمد بن عبداللہ بن یوسف بن حافظ عبیدی کو منتخب کر کے عاضد الدین کے لقب سے تخت نشین کیا ۳۳۴ھ میں ۴ سالہ ولی عہد کی سواری نکلی۔ تمام بازار آراستہ کیا گیا اور لوگ زمین بوس ہوئے۔

۱۵ شعبان ۴۲۷ میں المستنصر باللہ (مولود ۶ جمادی الاخری ۴۲۰) سات سال ۲ ماہ کی عمر میں خلیفہ بنایا گیا۔

۲۳ ربیع الاول ۵۷ ۳ھ میں الحاکم بامر اللہ پیدا ہوا آٹھ سال کی عمر میں اس کی خلافت کا اعلان ہوا۔ ۱۱ سال ۵ ماہ ۶ دن خلیفہ رہا ۳۵۷ھ میں ملک کا فور فوت ہوا پھر کئی گورنر کم سن اور نااہل گزرے۔

۳۸۶ھ میں منصور بن یوسف بلکین فوت ہوا پھر اس کا بیٹا باحکام اللہ بارہ سالہ بادلیس مغرب کا والی مقرر ہوا۔

۴۹۵ھ میں المستعلی احمد کا پانچ سالہ بیٹا الآمر باحکام بادشاہ ہوا الولد رہا پھر ۵۲۴ھ میں قتل ہوا۔

ابوالحسن ابو معد الظاہر لاعزاز دین اللہ (مولود ۸ رمضان ۴۱۱ء سولہ سال کی عمر میں خلیفہ بنا اور اس کی پھوپھی ست الملک اور اس کی ہمشیرہ اس کو مشورہ دیتی تھیں۔ اس کے دور حکومت میں شراب خوری کی عام اجازت تھی لہو ولعب عام تھا ملک میں سخت گرانی تھی لوٹ

مار عام بیماریوں کا زور۔ لوگ شاہی محل کے گرد الجوع الجوع کرتے گائے کی قیمت ۵۰ دینار

مصر میں پانی کی سطح کم۔

شاہ ایران شاہ اسماعیل ۹۰۷ھ ۱۳ برس کی عمر میں بادشاہ بنا اس کے دور حکومت

میں جو شخص شیعہ مذہب اختیار نہ کرتا اس کے لیے قتل کا حکم جاری کر دیا جاتا تھا

(کتاب اصلاح شیعہ ۱۲۸)۔

بیجاپور کے حکمران علی عادل بادشاہ کا بھتیجا بعمر ۹ سال وارث تخت ہوا اور چاند بی

بی اس کی نگران مقرر ہوئی (عورت کی سربراہی ۹۲)۔

۳۲۶ھ میں معد بن ظاہر ۸ ماہ کی عمر میں خلیفہ بنایا گیا جبکہ ظاہر ۱۵ شعبان ۳۲۷ھ

میں بعمر ۳۲ سال مر گیا۔

امام ذہبی کے ارشادات

﴿۱﴾ یزید ایک ایسا حکمران ہے کہ نہ تو ہم اس سے محبت کرتے ہیں نہ برا بھلا کہتے ہیں خلفاء بنو امیہ اور بنو عباس میں اس جیسے بہت سے خلفاء گزرے ہیں۔ اسی طرح دوسرے خطوں میں بہت سے حکمران گزرے ہیں بلکہ ان میں سے بہت ایسے تھے جو امیر یزید کے مقابلہ میں کہیں زیادہ خرابیوں کا شکار تھے۔ امیر یزید کو ایک اعزاز یہ حاصل ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے ۴۹ برس بعد ولی عہد ہو گئے (صحیح روایت کے مطابق یہ ولی عہدی قریباً ۵۶ برس بعد ہوئی) اس اعتبار سے اس کا زمانہ نبوت کے قریب ہے۔ اس وقت بہت سے صحابہ کرام موجود تھے جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو حکومت کے یزید ہی نہیں اس کے باپ دادا سے بھی زیادہ مستحق تھے۔

﴿۲﴾ امیر یزید کی خوبیوں اور کمالات میں ایک بڑی نیکی غزوہ قسطنطنیہ ہے کہ امیر یزید اس لشکر کے سپہ سالار تھے اور اس میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جیسے حضرات شامل تھے۔

(سیر اعلام النبلا جلد ۴ ص ۳۶)

﴿۳﴾ شباک بن عائذ القیسی اپنے قبیلہ کے بزرگوں سے ایک وفد کا ذکر کرتے ہیں جو امیر یزید کے پاس آیا تو امیر کی جانب سے ایک منادی نے پوچھا کہ اہل بصرہ کا وفد کہاں ہے؟ وہ سامنے آیا تو اس نے کہا امیر المومنین نے تمہارے لئے فلاں فلاں مراعات کا اعلان کیا پھر دوبارہ اہل بصرہ کو آواز دے کر مزید مراعات کا اعلان کیا۔ اہل بصرہ نے اپنی مخصوص سرشت کے مطابق چہ میگوئیاں کیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر پاس بیٹھا پردہ میں شراب نوشی میں مشغول ہے اللہ کی شان اسی وقت ہوا کا تیز جھونکا آیا

جس سے پردہ اٹھ گیا تو سب نے دیکھا کہ امیر وہاں بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں۔ (تاریخ کبیر جلد ۴ ص ۲۷۰)

العلامہ محمد کرد علی

جب ہم ان بہت سی باتوں پر غور کرتے ہیں جو یزید بن معاویہ کے متعلق بعض لوگوں جیسے مسعودی وغیرہ نے کہیں ہیں۔ تو تاریخی حقائق ان کی تصدیق نہیں کرتے کیونکہ ایسے حضرات نے دانستہ رفض وسبائیت کی خدمت کی۔ ایسی خدمت جس کا تو ثقہ مؤرخ حضرات نے کیا۔ (کنوز الاجداد ص ۱۰۸)

المؤرخ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ

ابن عساکر نے یزید کی مذمت میں بہت سی احادیث نقل کیں یہ سب کی سب موضوع ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہم نے ان تمام روایات کا ضعیف اور منقطع ہونا ثابت کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (البدایہ والنھایہ جلد ۸ ص ۲۳۱)

یزید اور روایتِ حدیث

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

یزید نے اپنے والد گرامی سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا

"مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ "

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس بندے کے حق میں خیر و بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطاء فرما دیتے ہیں"

دوسری حدیث وضو کے ضمن میں آتی ہے جسے یزید سے ان کے فرزند جناب خالد بن یزید اور عبدالملک بن مروان نے روایت کیا۔ اس کو امام ابوزرعہ دمشقی نے ذکر کیا جو اس طبقہ کے فرد ہیں جس کا زمانہ صحابہ سے ملا ہوا ہے (تابعین کا طبقہ) اس روایت کا درجہ بہت بلند ہے اور امام ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ " یزید سے اور بھی روایات منقول ہیں"

غلافِ کعبہ

خلافت پر متمکن ہونے کے بعد امیر المؤمنین یزید ہر سال باقاعدہ اپنی طرف سے ایک امیر حج مقرر کرتے جو مناسک حج ادا کراتے تھے۔ خلفاء اسلام میں آپ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے دیبائے خسروی کا بیش بہا غلاف خانہ کعبہ پر چڑھایا۔

(تاریخ الکعبۃ المعظمہ ص ۲۷۱ و فتوح البلدان بلاذری ص ۴۷)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ کا فتویٰ

ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے اپنے رسالہ "یزید بن معاویہ" (شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تحقیق کے مطابق) کے ص ۲۳ پر لکھا ہے کہ امام غزالی سے سوال کیا گیا کہ جو لوگ یزید پر لعنت کو جائز کہتے ہیں وہ کس حد تک درست ہے۔ آیا وہ فاسق تھا اور یہ کہ ایسا کرنے کی جازت ہے؟ اور یہ کہ وہ سیدنا حسینؓ کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتا تھا یا اس کا مقصد محض دفاع تھا اور یہ کہ اس پر رحم کی دعا کرنا کیسا ہے یا خاموشی اختیار کی جائے؟

امام غزالی نے جواب میں فرمایا

کسی مسلمان پر لعنت بھیجنا کسی طرح جائز نہیں اور جو ایسا کرے وہ خود ملعون ہے۔ جناب رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے کہ " مسلمان لعنت کرنے والا نہیں "اور سوال یہ ہے کہ مسلمان پر لعنت کرنا کیونکر جائز ہے جبکہ اسلام میں تو چوپایوں پر بھی لعنت جائز نہیں اور اس سلسلہ میں باقاعدہ ممانعت آئی ہے۔ اور مسلمان کی عزت واحترام تو کعبہ سے بڑھ کر ہے۔ اس سلسلہ میں نبی ﷺ کا واضح ارشاد موجود ہے۔

یزید کا مسلمان ہونا ثابت شدہ حقیقت ہے۔

جبکہ یہ قطعاً ثابت نہیں کہ قتل حسین میں اس کا حصہ ہے نہ اس نے ایسا کیا نہ اس کا حکم دیا نہ وہ اس سے خوش تھا۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس قسم کی کوئی نسبت اس کی طرف مشکوک ہے اور اس کا گمان کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ ایک مسلمان سے بدگمانی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"بدگمانیوں سے بچو بلاشبہ بدگمانی گناہ کا کام ہے"

اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے مسلم کا خون، مال وعزت کو دوسرے کے لئے حرام قرار دیا اور اس بات کو بھی کہ اس کے معاملہ میں بدگمانی سے کام لیا جائے۔

جس کا یہ خیال ہے کہ شہادتِ حسینؓ کا حکم یزید نے دیا یا اس سے وہ راضی تھا تو مناسب ہوگا کہ وہ اس کی انتہائی درجہ میں تحقیق کرے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص اپنے دور کے کسی حکمران وزیر یا بڑے آدمی کے متعلق جاننا چاہے کہ کسی کے قتل وغیرہ میں اس کا کتنا حصہ ہے تو اس کا معلوم کرنا مشکل ہوگا اگرچہ وہ قتل اس کے پڑوس میں ہوا ہو اور وہ اس کا گواہ بھی ہو۔ پھر جو بات بہت پہلے کی ہے اور جس پر زمانہ گزر چکا اس کا فیصلہ کس طرح ممکن ہے؟ ہمارے دور سے ۴ سو برس قبل جو ہوا اس کا فیصلہ کیسے ہوسکتا ہے؟

اس قصہ کے معاملہ میں حد درجہ تعصب برتا گیا دونوں طرف بہت کچھ گھڑا گیا اس لئے حقیقت کا پہچاننا بہت مشکل ہے اور جب حقیقت کی معرفت مشکل ہے تو ہر مسلمان سے حسن ظن لازم ہے اور یہ ایسی بات ہے جس کا ممکن ہونا آسان ہے اور اگر ثابت بھی ہو جائے کہ اس نے کسی مسلمان کو قتل کیا تو پھر بھی اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ اس سے کافر نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ گناہ کی بات ہے اور اس پر لعنت درست نہیں چہ جائے کہ قاتل مسلمان پر لعنت کی جائے جبکہ اس کی توبہ کا احتمال ہو اور ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ حضرت حسینؓ کے قاتل نے مرنے سے قبل توبہ کی ہو اور اس کی توبہ مقبول نہ ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

" اللہ کی ذات وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ بہر نوع قبول کرتی ہے "

اس لئے جو مسلمان مر گیا اس پر لعنت درست نہیں اور جس نے لعنت کی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا ہے اور اگر کسی پر لعنت جائز ہو اور جواز کے باوجود کوئی ایسا نہ کرے تو امت کے اجماع کے مطابق وہ گنہگار نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی شخص ابلیس جیسے ملعون پر مدۃ العمر لعنت نہ کرے تو اس سے قیامت کے دن نہیں کہا جائے گا کہ تم نے ابلیس پر لعنت کیوں نہ کی؟

اور کسی پر لعنت کرنے والے سے ضرور سوال ہوگا کہ تم نے لعنت کیوں کی اور تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ فلاں ملعون ومطرود ہے؟

ملعون اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے اور یہ بات کہ کوئی اللہ تعالیٰ سے دور ہے ایک مخفی امر ہے ہاں البتہ کسی کا کفر پر مرنا واضح ہو پھر الگ بات ہے یہ بات شرعی ضابطوں سے معلوم ہوتی ہے۔

رہ گئی یزید کے لئے رحم کی دعا تو یہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے کیونکہ یہ بات ہماری ہر دعا کا حصہ ہے جب ہم دعا کرتے ہیں

" اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ "

تو چونکہ وہ مومن ہے اس لئے وہ بھی اس دعا میں شامل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم.........

کتبہ الغزالی

خلاصۃ الکلام

آج کے اس جدید دور میں جبکہ عالمی تحقیق و تدفین انتہائی عروج پر پہنچ گئی ہے۔ ہماری تواریخ و روایات کے راوی ابھی تک ہمارے دل و دماغ پر سوار ہیں اور قوم کو جہالت کے گڑھے میں دبائے رکھنے پر مُصِر ہیں۔ لیکن نئی نسل میں جدید علوم اور سائنس کی ترقی سے انکار تو کا دور دورہ ہے۔ اور وہ پرانی تنگ نظری۔ اندھی تقلید اور نقالی کو جھٹک کر اپنی سوجھ بوجھ سے کام لینے کے عادی ہو رہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اب قوم بیدار ہو رہی ہے۔ ہمارے نوجوان اب نقد و نظر کے آلاتِ جدیدہ سے آراستہ ہیں اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ ملت تقریباً ان چودہ سو سالہ بے معنی و بے مقصد اختلافات سے تنگ آ چکی ہے۔ اور اب وہ بغاوت پر آمادہ ہیں۔ فضاء میں۔ ادب میں۔ آفاق میں۔ صنعت اور معاشرے میں وحدت نسلِ انسانی کا تصور رواں دواں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب لکیر کے فقیر اور اندھی تقلید کے علمبردار، واعظوں، ذاکروں اور خطیبوں سے (جن کے واعظوں میں نفرت، اقوال میں بغض وعناد اور اعمال میں تفرقہ بازی ہے) دور ہوتے جاتے ہیں۔ اور انسانیت کا کارواں ایک ایسی منزل کی طرف رواں ہے جہاں صرف اللہ تعالیٰ کی حکومت ہو گی۔ جس کی روشنی ہو گی۔ شاہراہوں پر نور و ضیاء کے بڑے بڑے قمقمے نصب ہونگے۔ نیکی اور بدی کے امتیازی نشان لگے ہونگے۔ اور اپنی اپنی فلاح و بہبود کے راستے کھلے ہونگے۔ کسی کے پھسلنے کا امکان نہ رہے گا اور ہر ساز سے ایک ہی صدا بلند ہو رہی ہو گی کہ

محمد رسول اللہ ﷺ نے اسی منزل کا پتہ دیا تھا کہ نسلِ انسانی ایک گھرانا ہے

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا ۔۔۔ کہ ساری خدائی ہے کنبہ خدا کا ۔۔۔ (حالی)

اگر ہم اپنے جھگڑوں کو ہندوستانی برہمنوں کی طرح لے کر بیٹھ جائیں تو پھر دنیا کے باقی کام دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اور زندگی کا یہ سارا کا سارا تانا بانا ہی ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا ہمارا بھلا اسی میں ہے کہ ہم مسلمین (خدا کے فرمانبردار بندے) ہونے کی حیثیت سے اور قرآن پر ایمان رکھنے کی بناء پر بطیب خاطر اس کے فیصلے کے سامنے جھک جائیں۔ کیونکہ وحی الٰہی کی روشنی کے بغیر انسانی عقل اندھی ہے اور منشائے ربانی کی اطاعت کے بغیر ہمارے فیصلے ہرگز صحیح نہیں ہو سکتے۔

ہمیں یہ تسلیم کر لینے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے کہ امامنا فی الدین حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے بارے میں تاریخ ہماری صحیح رہنمائی نہیں کرتی اس لئے محض بداندیش اگلوں کے نوشتوں پر ظن و تخمین کی پیروی گمراہی کا موجب اور ہمارے لئے گناہوں کے ارتکاب کا سبب ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہمیں اس ذمہ داری سے بچنا چاہیے اور ذہن میں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اگر ہم یزید کو لعنت کرتے ہیں تو یہ لعنت یزید کی بیعت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سب پر ہوتی ہے۔ (والعیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)

اور ویسے بھی حضرت حسینؓ و یزید ہمارے اعمال کے ذمہ دار ہیں اور نہ ہم ان کے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ وہ دونوں اپنے اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونگے اور ہم اپنے اپنے اعمال کے ذمہ دار ہونگے۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ۔ (القرآن)

قیامت کو ان کے اعمال کی پرسش ہم سے ہرگز نہیں ہوگی اس لئے ہمیں ان کی فکر کرنے کی ضرورت نہ کرنی چاہیے بلکہ صرف اپنے اقوال و اعمال پر نظر رکھنی چاہیے۔

ہاں اگر ہم من گھڑت تاریخ کو تاریخی حقائق کا نام دے کر یزید اور یزید کی آڑ میں

صحابہ کرامؓ، تابعین وتبع تابعین پر لعنت بھیجتے رہے تو ہم سے قیامت کے دن ضرور سوال ہو گا۔ کہ تم نے قرآن وحدیث کو چھوڑ کر جھوٹی تاریخ سے میرے صحابہ پر یزید کی آڑ میں لعنت بھیجی اور ہو سکتا ہے کہ ہم پر جنت کی دروازے بند کر دیے جائیں۔ اور اس دن نہ تو ہمارا کوئی سفارشی ہو گا اور نہ ہی مددگار۔

ہم کو ان کے اچھے یا برے اعمال کی جانچ پڑتال کے لئے کسی نے جج مقرر نہیں کیا۔ نہ ہم اُن پر حاکم ہیں۔ وہ بہرحال ہم سے بہت ہی بہتر تھا اور ان کے معاملے کا خدا تعالیٰ ہی مالک و مختار ہے۔

گذشتہ بزرگوں اور علماء کے متعلق اپنے اپنے ظن و تخمین میں الجھے رہنے کی بجائے قرآن کا یہ فاصلہ ہر وقت مدِّ نظر رکھنا چاہیے۔

تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَا کَسَبْتُمْ ۔ (القرآن)

یعنی وہ ایک اُمت تھی جو گزر گئی ان کے اعمال ان کے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ اور تم سے ان کے اعمال کے متعلق پوچھا ہی نہیں جائیگا۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو صرف اپنے ہی اعمال و اقوال کا محاسبہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کے نتائج بھگتنے سے کبھی غافل نہیں رہتے

والسلام

سیّد محمد حسین نیلوی غفرلہ

۲۷ ذی الحج ۱۴۲۲ھ

الفرق بین علم التاریخ وعلم الحدیث

(۱) علم حدیث منسوب ہے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف

اور علم تاریخ منسوب نہیں کسی نبی یا صحابی کی طرف۔

(۲) علم حدیث کے حاملین اولین نبی کریم ﷺ کے براہ راست شاگرد ہیں جو پاک

طینت صالح اور صحبت نبی ﷺ سے مشرف اور متخلق باخلاقہ تھے۔

علم تاریخ کے حاملین، اولین، سلف صالحین، کے بعد یہود، و، نصاریٰ، کفار، یا ان

سے متاثر لوگ اصحاب الھوٰی اور بے دین لوگ تھے۔

(۳) علم حدیث مستند ہے جس کی سند صاحب کتاب سے حضرت نبی کریم ﷺ تک یا

صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین تک پہنچتی ہے

علم تاریخ میں اول تو سند ہی نہیں ہوتی۔ اگر سند ہو بھی ہو تو اس میں راوی کذاب

منکر مجہول اصحاب الھوٰی بھی ہوتے ہیں۔

(۴) علم حدیث میں خوب کوشش اور محنت سے کام لیا گیا ہے رواۃ کے حالات پر مکمل

اور ٹھوس بحث کی گئی ہے تاکہ صحیح وسقیم میں امتیاز کیا جاسکے۔

علم تاریخ میں ہر کہہ مہ کی بات کو لیا گیا ہے۔

(۵) علم حدیث اصول شرع میں سے ایک اصل ہے۔ جس پر عمل کرنا واجب ہے اگر صحیح

معیار پر اترے تو قرآن مجید کے بعد اس کا درجہ ہے

اور علم تاریخ اصول شرع میں سے نہیں ہے اسی لئے کسی مجتہد نے تاریخ سے کوئی

مسئلہ مستنبط نہیں کیا۔

(۶) علم حدیث کا منکر کافر ہے

علم تاریخ کا منکر کافر نہیں ہے

(۷) علم حدیث کے حاملین کو محدث کہتے ہیں

علم تاریخ کے حاملین کو مورخ یا اخباری کہتے ہیں

(۸) علم حدیث کی کتب کو بے وضو ہاتھ لگانا مکروہ ہے

علم تاریخ کی کتب کو بے وضو ہاتھ لگانا جائز ہے

(۹) علم حدیث سے غرض عمل و اصلاحِ حال و تحصیل سعادتِ ابدیہ ہے

علم تاریخ سے غرض محض معلومات حاصل کرنا۔ اور عبرت لینا امم سابقہ سے

(۱۰) علم حدیث و تاریخ کا باہم تعارض آ جائے تو علم حدیث میں ثابت شدہ بات کو لیں گے اور تاریخ سے ثابت شدہ بات کو رد کر دیں گے۔

(۱۱) علم حدیث کی کتابت و جمع و تدوین کا اہتمام عہد تابعین ہی میں پہلے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے ہوا تھا۔

علم تاریخ کی کتابت و جمع و تدوین خلفاء عباسیہ کے دور میں ہوئی جب کہ دوسرے علوم کے تراجم بھی ہونے لگے تھے جیسے کتب فلسفہ وغیرہ

(۱۲) علم حدیث پڑھنے کا مقصد نیک عمل اور ثواب کا حصول ہے

علم تاریخ پڑھنے کا یہ مقصد نہیں ہوتا

(۱۳) علم حدیث کے مؤلفین مسلم علماء صلحاء قرآن و حدیث کے ماہر تھے

اور علم تاریخ کے اکثر مؤلفین یہود و نصاریٰ مجوس و دیگر غیر مسلموں کا گروہ ہے جن کا نہ تو قرآن و سنت سے کچھ تعلق اور نہ تاریخ و جغرافیہ سے۔

ضمیمہ

شیعہ کے سوالات اوران کے جوابات

باسمہ سبحنہ وتعالیٰ

الحمد للہ رب العلمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی سیدنا محمد وعلیٰ الہ و اصحابہ واھل بیتہ و ذریاتہ و محبیہ وناصریہ و مشیدی دینہ و مؤیدیہ و اولیاء ہ و احبائہ و اودائہ اجمعین ۔ امابعد

مرکز تحقیقات اسلامیہ سرگودھا کی طرف سے لکھا ہوا ایک مضمون بندہ کوموصول ہوا جس میں کسی اہلسنت والجماعت کے شخص نے شیعہ سے متفرق سوالات کئے تھے کہ ان کے جوابات قرآن وسنت کی روشنی میں دیں۔ چنانچہ اہل تشیع کے مرکز کی طرف سے ان کے جوابات موصول ہوئے۔

ہمارے بعض علماء واحباب نے مجھ سے کہا کہ آپ ان کے جوابات قرآن وسنت کے حوالہ جات سے لکھ دیں۔ تاکہ سائل کو دیدیں۔ اور انکی تشفی ہو جائے۔ چنانچہ بندہ نے یہ مضمون لکھا تھا۔ اب عام لوگوں کے فائدہ کیلئے اس کو شائع کیا جارہا ہے تاکہ تمام اہلسنت و الجماعت کو اصل صورت حال سے آگاہی ہو۔ اور تاریخ پر یقین کرنے والوں کو یہ بھی معلوم ہو کہ قرآن وسنت کے مطابق حضرات صحابہ کرام نے خلافت کو کیا جانا۔ اور اس پر کیسے عمل کیا۔ اور حضرت امام حسین اوران کے خاندان کے افراد کے ساتھ کیا حالات پیش آئے۔ اوران کا موقف خلافت کے متعلق کیا تھا۔

سائل نے سوال کیا تھا کہ

سوال۔ شیعہ کے نزدیک توحید اور رسالت کی طرح امامت وخلافت اصول دین ہے اور اصول دین کا منکر کافر مرتد ہے۔ تو جب توحید لا الہ الا اللہ اور رسالت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سورۃ فتح پارہ نمبر ۲۶ میں نصوص صریحہ کے ساتھ صاف موجود ہے

تو اب شیعہ "علی ولی اللہ خلیفۃ بلا فصل" سے لے کر بقایا "گیارہ" ائمہ کی امامت مع اسماء قرآن سے ثابت کریں۔

اس تین سطری سوال کا جواب مرکز تحقیقات اسلامیہ بلاک نمبر ۲ سرگودھا کی طرف سے تیرہ لمبے صفحوں میں لکھا ہوا موصول ہوا جس کے نیچے مجیب کا نام ندارد۔ معلوم نہیں کہ کس نے یہ جواب لکھا ہے۔ لکھنے والا کوئی ذمہ دار آدمی ہے بھی یا نہیں۔

سوال صرف یہی تھا کہ جب مسئلہ توحید جو مسلمہ اصول دین ہے قرآن مجید میں بڑی وضاحت سے اور بار بار مختلف انداز کے ساتھ مذکور ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِکُ بِهٖٓ اَحَدًا ۔

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔

وغیر ذلک من الآیات القرآنیہ اور یہ آیات اپنے مطلب میں اس قدر واضح ہیں کہ ان کے لئے حدیثی تشریح کی بھی کچھ ضرورت نہیں۔

اور جب مسئلہ رسالت جو مسلمہ اصول دین میں سے ہے وہ بھی قرآن مجید میں

بلوری وضاحت سے موجود ہے مثلاً

محمد رسول اللہ ﷺ۔

قل یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔

وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا۔

وارسلناک للناس رسولا (وغیرھامن الأیات)

اور جب معاد اور قیامت جو مسلمہ اصول دین سے ہے قرآن مجید میں بڑی صراحت کے ساتھ مذکور ہے مثال کے طور پر

قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ۔

ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تُبْعَثُوْن ۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَمُوْتُ بلیٰ وعدًا علیہ حَقًّا ۔

لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَارَیْبَ فِیْہِ ۔

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَعْلُوْمٍ ۔

فَذَرْھُمْ یَخُوْضُوْا وَ یَلْعَبُوْا حَتّٰی یُلَاقُوْا یَوْمَھُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعاً ۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَاھُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ (الآیہ.)

(وغیرھا من الأیات القرآنیۃ) اور یہ آیات بھی اپنے مطلب میں اس قدر صریح ہیں کہ ان کے لئے کسی حدیثی تشریح کی کچھ ضرورت نہیں۔

اب یہ مسئلہ امامت وخلافت کا قرآن شریف میں پوری وضاحت کے ساتھ کیوں

نہ بیان کیا گیا مثلاً یوں فرمایا ہوتا عَلِیٌّ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ ۔ یَا عَلِیُّ اَنْتَ خَلِیْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰہِ بِلَا فَصْلٍ۔ یا اطیعوا الا ئمة الاثنا عشر اماماً من ولد فاطمة الحسن و الحسین و علیا ومحمدا وجعفر او موسیٰ کاظم والرضا والتقی والنقی والعسکری ومحمدا فانهم هم الائمة المهدیون وجب علی الناس کافة اطاعتهم ومن لم یطعهم فاؤلئک هم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مهینا

تو ہمیں مجبوراً احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑا۔

مگر مجیب نے ۱۳ صفحے تو کالے کر دیے مگر بیچارے سائل کا گھر پورا نہیں ہوا کیونکہ اس کا سوال صرف اس قدر تھا کہ علی ولی اللہ خلیفہ بلافصل جو شیعہ کا عقیدہ ہے صریح عبارت قرآن سے دکھادیں اور گیارہ اماموں کی امامت نام بنام قرآن مجید سے ثابت کریں۔ سو مطلب سائل کا حل نہ ہو سکا۔ سائل بیچارہ اور زیادہ الجھنوں میں پھنس گیا۔ کیا اچھا ہوتا کہ مجیب مجہول الاسم والحال قرآن شریف سے بارہ اماموں کے نام دکھا دیتے مگر جیسے مجیب صاحب خود مجہول الاسم والحال ہیں کہ اپنا نام بھی انہوں نے صراحت کے ساتھ نہیں بتایا اور نہ اپنا حال بتایا ایسے ہی متقدمین شیعوں نے قرآن مجید کے ذمے یہ عیب لگایا کہ امامت وخلافت کے مسئلہ کو جہالت میں رکھا اور کسی مصلحت سے اس کو صیغہ راز میں رکھا صاف صاف صراحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا جیسے اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۸۷ میں ہے

قال ابو جعفر علیه السلام ولا یة الله اسر ها اِلی جبریل و اسر ها جبریل الی محمد صلی الله علیه واله واسر ها محمد الی علی علیه السلام واسر

ما علی الیٰ من شاء ثم انتم تدعون ذلک ۔صرف یہی ایک روایت نہیں بلکہ بے شمار روایتیں ہیں جو بتاتی ہیں کہ مسئلہ امامت ایک ایسا راز ہے کہ جس کو اللہ نے بھی، رسول نے بھی، ائمہ نے بھی راز ہی میں رکھا۔ پھر بتاؤ قرآن مجید میں اس کی تصریح کیوں کر ہوتی۔

مگر مجیب صاحب ہیں جنہوں نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ "امت محمد یہ کے لئے امامت وخلافت" کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے

"خلاقِ عالمین نے امت محمد یہ کے لئے بھی مسئلہ خلافت وامامت کو بلوری وضاحت سے یوں بیان فرمادیا ہے تاکہ کوئی الجھن نہ رہے"

اب ہم حیران ہیں کہ متقدمین شیعہ مثل "کلینی" وغیرہ کی بات کو سچ کہیں یا پندرھویں صدی کے مجہول الاسم والحال شیعہ کو سچ کہیں جو کہ اپنے دعویٰ کو ثابت بھی نہیں کر سکے۔ نام تو ہے بلوری وضاحت مگر معلوم ہوتا ہے جیسے مثل مشہور ہے برعکس نہند نام زنگی کافور۔ یہ بلوری وضاحت بھی اسی طرح "تارکول" جیسی تاریک وضاحت ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔

سوال ا مابین خلافت وامامت کے مسئلہ پر تنازعہ کا حل الائمۃ من قریش پر ہی طے پایا تھا

جواب ا قرآن حکیم کو فیصل قرار نہ دیا گیا۔ قرآن کریم میں یہ عبارت کہیں نہیں ہے

الخلیفۃ بعد رسول اللہ علیؓ وولدہ اگر ہے تو مجیب کے ذمے ہے کہ دکھائے۔

جواب ۲ جب قرآن میں یہ مسئلہ تھا تو حضرت علیؓ نے وہ آیت قرآنی کیوں پیش نہ فرمائی انہوں نے کیوں سکوت فرمایا۔

جواب ۳ الائمۃ من قریش (اصل مضمون میں مجیب نے من القریش لکھا ہے۔) کسی نے اپنا قول تو پیش نہ کیا تھا بلکہ فرمان نبوی پیش کیا تھا۔ اگر یہ غلط تھا تو بھری مجلس میں اس کی

تردید ضروری تھی۔ خاص کر کے جب کہ بزعم شیعہ وہاں مخالفین بھی موجود تھے۔

اگر یہ فرمان نبوی نہ ہوتا تو اختلاف بدستور قائم رہتا۔ مگر یہ فرمان نبوی ہی تھا جس کے ہوتے ہوئے سب صحابہ کرامؓ کا اس مسئلہ پر اتفاق ہو گیا۔ تو شیعہ یہ بتائیں کہ یہ حدیث الائمۃ من قریش اتفاق کی سبب بنی یا اختلاف کی۔ اتفاق اچھا ہے یا اختلاف اچھا ہے۔ اگر "من كنت مولاه فعلى مولاه" خلافت بلافصل حضرت علیؓ کی بتاتی ہے۔ تو یہ بتائیں کہ

1. اگر اس میں نص ہے تو اس مجلس میں براء بن عازب۔ ابن عباس۔ زید بن ارقم وغیرہ ہستیاں بھی تشریف فرما تھیں تو انہوں نے خلافتِ علیؓ کے اثبات میں اس متواتر (بزعم شیعہ) حدیث کو کیوں نہ پیش کیا۔

2. اور جب روایت کرنے والے خود اس حدیث کو بھری مجلس میں پیش نہیں کرتے تو اس کی وجہ کیا ہے یا تو نعوذ باللہ وہ مرتد ہو چکے تھے (جیسے شیعہ کا دعویٰ ہے کہ سوائے تین یا چار کے سب مرتد ہو چکے تھے) اور یا یہ روایت ان حضرات کی بیان کردہ نہیں ہے بلکہ کسی بعد کے راوی نے ایک مجمل حدیث گھڑ کے ان کی طرف غلط نسبت کر دی۔ اور یا پھر حدیث واقعی انہوں نے روایت کی اور نبی کریم ﷺ سے براہ راست مشافہۃً سنی تھی لیکن اس کا مفہوم ان کے نزدیک وہ نہ تھا جو شیعہ کشید کر رہے ہیں کہ اس میں بلافصل خلافت حضرت علیؓ کی ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم کوئی اور تھا۔ اسی لئے اس موقعہ پر جب خلافت کی بحث چھڑی ہوئی تھی اس حدیث کو بلافصل خلافت علیؓ کے لئے پیش نہیں کیا۔ اگر وہ لوگ پہلی شق کے مطابق مرتد تھے تو مرتدین کی روایت پر شیعہ لوگ کیوں کر

اعتماد کر لیتے ہیں۔ جب کہ ائمہ معصومین سے کوئی اس حدیث کو روایت نہیں کرتا۔

۳ اگر یہ حدیث حضرت علی کی بلا فصل خلافت کی دلیل ہے اور یہ اس میں نص ہے اور یہ یوم غدیر خم ہی میں وارد ہوئی ہے تو آپ نے آیت کے شان نزول میں جن مفسرین کے نام لئے ہیں مثلاً ابن جریر طبری، ابن مردویہ، ابونعیم، خطیب بغدادی، ابوسعید سجستانی، ابوالحسن ابن المغازلی، ابوالقاسم وغیرہم کیا ان کا بھی عقیدہ تھا کہ حضرت علی بلا فصل خلیفہ رسول ہیں اگر یہی عقیدہ تھا تو آپ کے ذمے اس کو ثابت کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ عقیدہ نہ تھا تو کیا وجہ ہے کہ جو جو وجوہ اس حدیث کو صحابہ کرامؓ کے بلا فصل خلافت علی کے استدلال میں پیش نہ کرنے میں گزرے ہیں وہ سب وجوہ یہاں بھی متصور ہو سکتی ہیں

اس سے ثابت ہو گیا کہ مجیب نے جو کہا ہے کہ ان جملہ شواہد کی موجودگی میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کی خلافت بلا فصل منصوص من اللہ ورسولہ میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ یہ سب مجیب کی اپنی فہم ہے جس کا حقانیت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

سوال ۲ پھر تیسری خلافت کا فیصلہ تو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور سیرت شیخین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر) پر عمل درآمد کی شرط پر ہوا۔ گویا کہ کتاب وسنت کے ساتھ سیرت شیخین کا بھی اضافہ کر دیا گیا۔

جواب یہ اضافہ اپنی طرف سے نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ اضافہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو سامنے رکھ کر کیا گیا۔ کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر (مشکوٰۃ ص ۵٦٠ رواہ الترمذی عن حذیفہؓ) اور اس حدیث کو سن کر کسی نے انکار نہیں کیا خود حضرت علیؓ

نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اگر یہ حدیث غلط ہوتی تو حضرت علیؓ کبھی حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔

سوال ۱۳ مقام حیرت ہے کہ جناب سائل صاحب اہل سنت ہونے کے باوجود اپنے سوال میں صرف اور صرف کتاب اللہ سے ہی (اس سے آگے فقرہ مکمل نہیں کیا بہر حال مفہوم اس کا یہی ہے کہ سائل کا اہلِ سنت ہونے کے باوجود صرف کتاب اللہ سے دلیل کا مطالبہ کرنا یہ اسکی غلطی ہے کیونکہ اہل سنت کے ہاں صرف کتاب اللہ میں دلیل کا انحصار نہیں۔ اہل سنت تو سنت رسول اللہ ﷺ کو بھی دلیل مانتے ہیں۔

جواب عقیدہ کا مدار اہل سنت کے نزدیک صریح قطعی الدلالتہ آیت قرآن شریف پر ہے حدیث غیر متواتر پر ان کے نزدیک عقیدہ کی مدار نہیں اور تواتر کا وجود اصول اعتقادیات کے ساتھ متعلق ہو یہ کہیں نہیں ہے اس لئے سائل نے یہ سمجھ کر پوچھا ہے کہ ہمارے نزدیک تو اصولِ دین صرف تین ہیں توحید رسالت اور معاد مگر شیعہ عقائد میں اصولِ دین دو اور بھی ہیں یعنی امامت وعدل۔ اور سائل نے جہاں تک قرآن مجید میں غور کیا ہے اسے یہ دونوں عقیدے قرآن مجید کی کسی آیت میں نہیں ملے اور نہ ہی اس بارے میں کوئی حدیث متواتر ملی ہے اس لئے اس نے سوال کیا ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت کا ہمیں نشان دیا جائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ سائل حدیث کا منکر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآنی آیات بتاتی ہیں کہ امام کی ضرورت صرف چند اعمال کی انجام دہی کے لئے ہے ورنہ امامت مقصودِ اصلی چیز نہیں اور نہ یہ اصولِ دین میں سے ہے بلکہ فروعِ دین میں سے

ہے جیسے اِبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کی ضرورت احکام خداوندی کے معلوم کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ قتال فی سبیل اللہ جو بندوں کا اپنا فرض تھا اس کی انجام دہی کے لئے ہے۔ نبی کی طرح امام پر ایمان لانا مقصود اصلی نہیں ہے ورنہ حضرت شمویلؑ پیغمبر کے ہوتے ہوئے حضرت طالوتؑ کی کیا ضرورت تھی نیز نہج البلاغۃ قسم اول ص ۱۰۰ میں حضرت علیؓ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے خلیفہ کا ہونا ضروری تو ہے مگر نبی کی طرح مخلوق کو ہدایت کرنا خلیفہ کا کام نہیں بلکہ خلیفہ کا کام فرائض جہاد کو انجام دینا اور امن وانصاف کو قائم رکھنا ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ خلافت نہ تو اصول دین میں سے ہے اور نہ ہی خلیفہ کیلئے عصمت شرط ہے بلکہ حضرت علیؓ کے نزدیک تو فاسق وفاجر کی خلافت بھی درست ہے عبارت یہ ہے ومن کلام لہٗ علیہ السلام فی الخوارج لما سمع قولھم لاحکم الا للّٰہ قال علیہ السلام کَلِمَةُ حَقٍّ اُرِيْدَ بِهِ الْبَاطِلُ نعم انہٗ لاحکم الا للّٰہ ولکن ھٰؤلاء یقولون لا امرۃ الا للّٰہ وانہ لابد للناس من امیر برٍّ اَوْ فَاجِرٍ یعمل فی امرتہ المؤمنُ ویستمع فیھا الکافر ویبلغ اللّٰہ فیھا الاجل ویقاتل بہ العدو وتامن بہ السبل ویوخذ للضعیف من القوی حتی یستریح برٌّ و یستراح من فاجر

مجیب صاحب نے اپنے زعم میں جن آیات کو اپنی دلیل بنایا ہے اور دعوی کیا ہے کہ ان آیات میں امامت ائمہ معصومین کا مسئلہ بڑی بلوری وضاحت کے ساتھ ثابت ہے ان آیات میں سے پہلی آیت اپنے ثبوت میں یہ پیش کی ہے اور عنوان یہ دیا "شیعہ کے اصول

ت۔ پر قرآنی دلیل "ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یـا ایھـا الـذین امنـو اطیعـو ا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم (الآیہ) پھر اس کا معنے کیا ہے اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں۔

جواب اس استدلال میں مغالطہ سے کام لیا گیا ہے۔ وہ مغالطہ فی المراد ہے کہ اولوا الامر سے مراد امامت ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل مطلوب ہے ہر آنچیز گفتی دلیلش بیار۔ دعویٰ بلا دلیل مسموع نہیں کـل مـالا دلیل علیہ لایقبلُ اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں الخ۔ یہاں اولی الامر میں آلْ کونسا ہے؟ اور امر سے کیا مراد ہے ان میں آلْ کو چھوڑ دیا۔ اولی الامر سے کون مراد ہیں؟ مجیب نے ان سے مراد ائمہ معصومین لئے ہیں۔ وہ کون ہیں؟ خود شیعہ کا اس میں بہت اختلاف ہے۔ اور اہل سنت نے کہا ہے کہ

۱ امراء المسلمین مراد ہیں رواہ ابـن جـریر عن ابی ھریرۃ بسندٍ صحیح ورجحہ الشافعیؒ۔ اور کہا گیا کہ قریش امارت کو نہیں پہچانتے تھے اور امیر کے فرماں بردار نہیں ہوتے تھے۔ پس ان کو امیروں کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تم پر حبشی غلام سردار ہو کہ گویا اس کا سر زبیبہ جیسا۔ (بخاری)
حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ سنوں اور اطاعت کروں اگر چہ مجھ پر حبشی غلام ہاتھ پاؤں کٹا ہوا سردار ہو (مسلم)

۲ اولوا الامر سے مراد اہل فقہ و دین ہیں (ابن عباس۔ مجاہد۔ عطا۔ حسن بصری۔ ابو العالیہ

(رواہ ابن جریر و ابن المنذر و الحاکم عن ابن عباس) وہ جو لوگوں کو ان کے دین کے معانی سکھلائیں اور ان کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کریں

نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امیر کے لئے عصمت شرط نہیں ہے۔

۲ نبی کریم ﷺ نے اپنی دنیوی زندگی میں تقریباً ۵۰ سرایا مختلف علاقوں میں بھیجے جن پر امیر مقرر فرمایا اور وہ امیر اہل بیت میں سے نہ ہوتے تھے

حضرت معاذ بن جبل کو امیر اور عامل بنا کر یمن کی طرف بھیجا وہ بھی معصوم نہ تھے

اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کو وائل بن حجر کے ساتھ حضر موت کی طرف مبلغ اسلام بنا کر بھیجا۔

اور بھی کئی مقامات کی طرف صحابہ کرام کو مبلغ بنا کر بھیجا۔

وفد عبدالقیس کو احکام بتا کر بھیجا کہ اپنے علاقہ میں جا کر تبلیغ کرو۔

ابو بکر بن محمد بن عمر بن حزم کو احکام لکھ کر بھیجے کہ ان احکام پر عمل کرو کراؤ۔ حالانکہ وہ معصوم نہ تھے تو اگر امامت کے لئے اہل بیت میں سے ہونا اور معصوم ہونا شرط ہوتا تو ان کو امیر نہ بناتے۔ یا پھر کہو کہ امیر تو بنائے تھے اور تھے بھی غیر معصوم مگر ان کی اطاعۃ واجب نہ تھی تو پھر کوئی کہہ سکتا ہے کہ امیر بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ نیز حضرت علیؓ نے اپنے عوامل و قاضی مقرر کیے تھے جو غیر معصوم تھے لوگ ان کی بات مانتے تھے خود شیعہ اس کے اقراری ہیں

۳ اگر امیر کا معصوم عن الخطا ہونا ضروری ہے تو امام نماز (پیش نماز) کی عصمت کیوں ضروری نہیں جب کہ ایمان کے بعد تمام امور دین میں سے نماز اہم امر ہے اور باعتراف مجیب صاحب امام کا تقی' اعلم' ہونا اولیٰ بتایا گیا ہے اور خود نبی کریم ﷺ

نے عبدالرحمن بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھی جو باتفاق فریقین معصوم نہ تھے

پاکستان وغیرہ ملکوں میں امام معصوم موجود نہیں تو فیصلے کس سے طے کیئے جائیں گے

جب شیعوں کا باہمی تنازع ہو جائے تو فیصلے کیلئے کس کے پاس جائیں گے اگر آپ

جیسے مجتہدین معصوم نہ ہونے کی وجہ سے فیصلہ نہ کریں گے تو المنتظر کی انتظار میں

بیٹھے رہیں۔

نیز آپ جیسے مجتہد فتویٰ نہیں دے سکتے۔ اگر فتوی دیں تو واجب العمل نہیں اور ممکن

الرد ہے تو آپ لوگوں کا علم اور فتوئی کس کام کا۔

پھر پیش نماز بھی معصوم ہونا چاہئے۔

پھر خمینی ائمہ معصومین میں سے نہ تھا اُسے ۱۳واں امام کیوں مانا۔

سوال ۴ اطیعو اللہ اور تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ سے توحید

جواب کیا صرف توحید میں اطاعۃ اللہ وایمان باللہ بند ہے؟ اور قرآن کریم میں

جس قدر مسائل عبادات معاملات ومعاشرہ کے ذکر ہیں ان کو ماننا یہ اطاعۃ اللہ

وایمان باللہ سے خارج ہے؟

۱ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا کس کو حکم ہے۔ یہ خطاب

اگر نبی اور اولوا الامر ہی کو ہے تو ان کا ذکر پہلے آنا چاہیے تھا۔

قرآن کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے احادیث وتفاسیر سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا" مگر

اصول دین کو تو اللہ تعالیٰ نے آسان عبارت میں ادا کیا جس کے لئے کسی حدیثی یا

تفسیری تشریح کی ضرورت نہیں ہے فرمان الٰہی ہے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ

فَھَلْ مِنْ مُدَّکِرٍ کیا اللہ تعالیٰ کی قسم پر بھی آپ کو اعتبار نہیں؟ کہ اللہ کی قسم ہم نے قرآن بہت آسان بنا دیا۔ کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا

سوال ۵ رسول اللہ اور اولی الامر وحکم بالعدل ان تحکموا بالعدل

جواب اگر یہ مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا و علی الرسول و اولی الامر ان یحکموا بالعدل حالانکہ پہلے حکم عام ہے اس کے بعد مومنین کو خطاب کر کے فرمایا یاایھا الذین امنو اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الأمر منکم۔۔۔

سوال ۶ خداوند قدوس نے اپنی اطاعت کا حکم علیحدہ فرمایا اور رسول واولی الامر کی اطاعت کو بحکم واحد جمع فرمایا"

جواب بقول آپ کے معلوم ہوا اللہ کا حکم رسول کے حکم کے مغایر ہے اور رسول واولوالامر کا حکم الگ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ رسول کی اطاعت عین اطاعت اللہ ہے۔ پھر دوسری جگہ جو بغیر اعادہ لفظ اطیعوا آیا ہے واطیعو اللہ والرسول لعلکم ترحمون (سورۃ ال عمران) اس سے بھی مغایرت معلوم نہیں ہوتی۔

نیز اللہ نے اولی الامر کا لفظ استعمال فرمایا جس میں علماء نے اپنی اپنی فہم کے مطابق مختلف مرادیں لیں۔

سیدھا صاف لفظ غیر مشتبہا استعمال کرنے سے کونسا امر مانع ہے جیسے لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ صریح صاف اور واضح عبارت ہے ایسے ہی صاف فرمادیتے عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَافَصلِ

جب کہ یہ عقیدہ کا مسئلہ تھا جس کو صریح عبارت میں ادا فرمانا تھا تا کہ کسی کے دل میں اشتباہ واقع نہ ہو۔ صریح عبارت عقائد میں نہ استعمال کرنا اور عقیدہ کی بات اشارہ کنایہ میں بولنا اللہ تعالیٰ کے کلام کا انداز نہیں دیکھو کیسے صاف انداز میں توحید بتائی مثلاً

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ۔

لَاتَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

اور رسالت کے متعلق صریح فرمایا محمد رسول اللہ ﷺ۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

اور قیامت کے متعلق صراحۃً حلفیہ طور پر فرمایا

قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ۔

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

اور جس انداز سے مجیب نے اصول خمسہ ثابت بلکہ کشید کیے ہیں ایسے اور کئی اصول ثابت کیے جا سکتے ہیں اگر عدل کا اس آیت سے اصول ہونا ثابت ہوتا ہے تو قرآن نماز، زکوٰۃ وغیرہ کا دوسری آیتوں سے اصول ہونا ثابت کیا جا سکتا ہے جیسے

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِىْٓ اَنْزَلْنَا،

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ

ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا تو چاہئے کہ اصول دین پانچ میں منحصر نہ ہوں بلکہ اصول دین یہ سب ہوں مثلاً

1. ایمان باللہ
2. ایمان بالرسول
3. ایمان بالملائکہ
4. ایمان بالقرآن
5. ایمان بالکتب السماویہ
6. ایمان بالیوم الآخر
7. ایمان بالصلوٰۃ اقامۃ الصلوٰۃ
8. وایتاء الزکوٰۃ
9. جہاد فی سبیل اللہ (فقاتل فی سبیل اللہ)
10. احسان۔
11. اِیْتَاءِ ذی القربیٰ۔

نیز آپ لوگ جہاد کو اصول دین میں کیوں شمار نہیں کرتے جب کہ اللہ کا حکم ہے
وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم۔

پھر امر سے امامت سمجھنے کا کونسا قرینہ ہے جب کہ امر کا اطلاق دین پر عام شائع ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِ نَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَھُوَرَدٌّ یعنی جو ہمارے دین میں ایسی نئی بات نکال ڈالے جو ہمارے دین میں نہیں ہے تو وہ مردود

ہے۔ اور دوسری روایات میں دِیْـنِــــا کی تصریح بھی آئی ہے۔ تو اس معنی کی رو سے آیت کا مطلب واضح ہے کہ جو امــر دین والے ہوں یعنی دین کے ماہر ہوں قرآن وسنت کے عالم اور عامل ہوں تو ان کا کہا مانو۔ اب امـــر کے مفہوم میں کم از کم اشتباہ تو پیدا ہو گیا تو احتمال کئی امور کا ہوا اور اصولی قاعدہ ہے اذا جـــاء الاحـتـمـــال بـطـل الاسـتـدلال تو اس سے استدلال کرنا ٹھیک ہی نہ ہوا۔

پھر یہ دعوی کہ ائمہ اثنا عشر معصوم ہوتے ہیں یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس کے لئے قطعی الثبوت قطعی الدلالت ثبوت کی ضرورت ہے اور وہ دلیل یا تو قرآن سے معلوم ہوگی یا حدیث متواتر سے یا اجماع امت سے

1. اب ظاہر ہے کہ ائمہ معصومین کی عصمت قرآن کریم کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہے
2. اور ائمہ کی عصمت کے بارے کوئی متواتر حدیث بھی نہیں
3. ائمہ کی عصمت پر امت کا اجماع بھی نہیں

اور جو امامت ائمہ کے قائل ہیں ان میں بھی بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔

1. کوئی امام حسن کو ائمہ میں شمار کرتے ہیں اور کوئی نہیں شمار کرتے۔ پھر
2. کوئی محمد بن حنفیہ کو امام مانتے ہیں کوئی نہیں مانتے۔ پھر
3. کوئی تو موسیٰ کاظم کو امام مانتے ہیں کوئی ان کی جگہ اسمٰعیل کو امام مانتے ہیں۔ پھر کوئی موسیٰ کاظم کے بعد
4. کوئی تو علی بن موسیٰ رضا کو امام مانتے ہیں کوئی محمد بن اسماعیل کو اور
5. کوئی احمد بن موسیٰ کو۔ کوئی موسیٰ کی جگہ عبداللہ بن جعفر کو اور پھر

۶ کوئی اسحاق بن جعفر کو۔ تو کوئی محمد بن حنفیہ کے بعد ابو ہاشم کو اور پھر

۷ کوئی اس کی اولاد کو۔

قرآنی ثبوت ان میں سے کسی کے پاس نہیں اور نہ ہی کوئی حدیث متواتر دکھا سکتا ہے تو اب ایسے اختلافات کے ہوتے ہوئے اجماع کا قول کس طرح کیا جا سکتا ہے اور ان مختلف ائمہ میں سے کس کو قطعی طور پر امام معصوم عن الخطاء کہہ سکتے ہیں۔

نیز کیا حضرت حسینؓ اور ان کی اولاد ہی اہل بیت سے ہیں یا حضرت حسن کی اولاد بھی اہل بیت سے ہے اگر وہ بھی اہل بیت سے ہیں تو ان کی عصمت کیوں مسلم نہیں اور صرف حضرت حسینؓ کی اولاد میں عصمت کیوں بند ہے؟

اور پھر اس کا کیا ثبوت ہے کہ عصمت نبی وائمہ اہل بیت کے غیر میں نہیں پائی جاتی اس کے لئے بھی قرآنی دلیل یا حدیث متواتر کی ضرورت ہے۔

سوال ۷ اہل سنۃ کے مفسرین علامہ زمخشری:۔

جواب یہ اہل سنۃ میں سے نہیں بلکہ اہل اعتزال میں سے ہے۔

سوال ۸ وہ (شیعہ) سوائے معصوم عن الخطاء کے کسی کی اطاعت تسلیم نہیں کرتے۔

جواب اب جب کہ امام منتظر مخفی ہے تو اب مسائل پیچیدہ کا حل کس طرح ہوگا جب کہ تمہارے نظریہ کے مطابق معصوم عن الخطاء کے سوا کسی کی اطاعت مسلّم نہیں۔

سوال ۹ آیت مجیدہ میں نیک یا بد حاکم کی کوئی تشریح ہی نہ ہے۔

جواب قرآن مجید کی تشریح حدیث ہے جس میں بروایت حضرت علیؓ فرمان نبی ﷺ ہے کہ لَاطَاعَةَ لِلْمَخْلُوْقِ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ. حجۃ الوداع میں نبی پاک ﷺ

نے فرمایا تھا جو تم کو کتاب اللہ کے موافق چلا دے تو اس کی مانو اور اطاعت کرو۔

سوال ۱۰ بیشک شیعہ کسی ایسی امامت وخلافت کے قائل نہیں ہیں کہ عوام مل جل کر امام یا خلیفہ منتخب کرلیں۔

جواب ۱ امام خمینی کو کیوں کر منتخب کیا گیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اسے منتخب کیا؟ یا عوام نے؟ بلکہ وہ اُسے ایسا منصب سمجھتے ہیں جس کا تقرر خداوند تعالیٰ یا اس کا نبی یا رسول فرمائے اب ان ائمہ معصومین کا تقرر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا نہیں ورنہ ان کے نام دکھاؤ جیسے سائل نے سوال میں کہا ہے۔

جواب ۲ اور اگر نام ہوتے تو شیعہ کے اختلافات اماموں کے بارے نہ ہوتے۔ اور نبی کریم ﷺ نے اگر تقرر فرمایا ہے تو وہ بھی براہ کرم حدیث متواتر کے ساتھ ثابت فرمائیں یا اجماع امت سے ثابت کریں۔

سوال ۱۱ مسئلہ امامت وخلافت کو بلوری وضاحت سے یوں بیان فرمایا ہے تا کہ کوئی الجھن نہ رہے ارشاد ہوتا ہے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الآیۃ)

جواب کیا اس آیت کریمہ میں ائمہ معصومین کے نام ذکر ہیں؟ ہاں اوصاف ذکر ہیں جن میں سے

1. پہلی صفت ایمان باللہ ہے جو ائمہ معصومین میں پائی جاتی ہے کیا خلفاء ثلثہ اس وصف سے محروم تھے کیا وہ مرتد تھے بتوں کو پوجتے تھے؟
2. دوسری صفت عمل صالح جو ائمہ معصومین میں پائی جاتی ہے کیا خلفاء ثلثہ اس وصف سے محروم تھے؟ کیا وہ معاذ اللہ سود خور مرتشی تھے ڈاکو چور تھے زانی یا قاتل تھے؟

۳ تیسری وصف کہ اللہ تعالیٰ ان کو خلیفہ کرے گا زمین میں۔ کیا ائمہ معصومین سے کوئی ایک بھی خلیفہ ہوا ہے سوائے حضرت علی و حسن بن علیؓ کے؟

۴ چوتھی وصف جیسا کہ پہلوں کو خلیفہ کر چکا ہے۔ کیا پہلوں کو خلیفہ اسی طرح کیا تھا کہ زمامِ حکومت تو مرتدوں کے ہاتھ میں ہوا اور وہ خلفاء تقیہ کر کے زیر سایہ حکومت چپ چاپ بیٹھے رہے ہوں۔

۵ پانچویں وصف کہ محکم کرے گا ان کے واسطے ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند کیا۔ کیا محکم کرنے کا یہی مطلب ہے کہ

۱ دار الخلافہ مدینہ پاک چھوڑ کر کے حجاز سے نکل گئے عراق میں جاڈیرہ لگایا۔

۲ بقول روافض متعہ جیسی پاک عبادت کو اپنے دورِ حکومت میں رائج نہ کر سکے اور

۳ تراویح جیسی بدعت قبیحہ شنیعہ کو مٹا نہ سکے اور

۴ جہاد کر کے کفار کے ملک کا ایک گاؤں بھی فتح نہ کر سکے۔

۵ اور تھوڑے سے وقت (تقریباً ۵ سال) باہمی تین لڑائیاں ہوئیں جس میں ۸۶ ہزار فوج مسلمین کی کام آئی۔ کیا یہی استحکام ہے۔

۶ چھٹی وصف ان کے خوف کے بعد ان کو امن میں بدل دے گا۔ کیا آپس میں خانہ جنگی امن ہے اپنوں میں سے بہتوں کا خروج کر کے اپنی جماعت علیحدہ بنا لینا جس کی وجہ سے جنگ کی نوبت پہنچ جائے اسی کا نام امن ہے؟ باغیوں کے ساتھ صلح کر لینے کا نام امن ہے؟ آخر کار جامِ شہادت نوش فرمانا امن کی حالت میں ہوا تھا۔

نیز حضرت علیؓ سے حسن عسکری تک کونسا امام ہوا ہے جو امن کی حالت میں رہا ہو اور اپنی موت سے مرا ہو۔ تاریخ گواہ ہے کہ سب نے جام شہادت نوش فرمایا اور زندگی چین سے کسی کی نہیں گزری تھی ہاتھ پاؤں بہت مارے حکومت نہ ملی۔

⑦ ساتویں شرط ہے وہ خلفاء میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے کیا خلفاء ثلثہ میں سے کسی نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا۔ لات، عزیٰ، منات، کی پوجا کی یا ودسواع، یعوق، یغوث، نسر، کی پوجا کی یا عیسیٰ ابن مریم، روح القدس، کی پوجا کی یا عزیر، موسیٰ، کو حاجات میں پکارا کیا نماز نہیں پڑھتے تھے روزے نہ رکھتے تھے یا اسلام کا کونسا کام ہے جسے انہوں نے چھوڑا ہو کیا جہاد نہ کر گئے تھے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ سب اوصاف خلفاء میں بوجہ اتم پائے جاتے ہیں دین اسلام کو دور دور تک پھیلایا کفار مشرکین و یہود و نصاریٰ کی حکومتوں کو ختم کر کے وہاں اسلامی حکومت کا جھنڈا لہرایا مساجد بنائیں منبر بنائے قرآن مجید کے نسخے دوسرے ممالک میں لکھ لکھ کر بھیجے قرآن و سنت کو ہر طرح لوگوں تک پہنچایا وغیر ذالک من الفضائل۔

سوال ۱۲ نبی یا رسول ﷺ جسے امامت و خلافت کے لئے منتخب فرمائیں وہ بالواسطہ کہا جاتا ہے اور جسے خداوند تعالیٰ فرماوے اسے بلاواسطہ کہا جاتا ہے

جواب جیسے امامت کے بارے کہتے ہو کہ خدا منتخب کرتا ہے ایسے ہی ملوکیت کو بھی خداوند تعالیٰ ہی منتخب فرماتا ہے جیسے فرمایا وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا: موسیٰ

علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا بھائیو تم پر اللہ کی نعمت جو ہوئی ہے اسے یاد کرو جب کہ اللہ نے تم میں پیغمبر بنائے اور اللہ نے ہی تم کو بادشاہ بنایا اسی طرح وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ان کے نبی نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے واسطے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔

پھر اس سے لازم آتا ہے۔ بزعم شیعہ بادشاہ بھی معصوم عن الخطاء ہوں۔

امام کا مفہوم اہلسنت والجماعت کی نظر میں

امام اسم آلہ ہے بروزن فعال بمعنے من یو تم بہ (جس کی پیروی کی جائے یا جس کا قصد کیا جائے۔ جیسے نماز کسی امام کی اقتداء میں پڑھتے ہیں اسی کی پیروی کرتے ہیں۔

لفظاً واحد مذکر ہے مگر جمع کے موقع پر بھی امام کا لفظ بولا جاتا ہے اور ائمہ بھی استعمال ہوتا ہے مؤنث پر امام بولتے ہیں اور کھلا راستہ کو امام مبین کہتے ہیں۔ لوح محفوظ اور صحیفۂ اعمال پر امام کا اطلاق کیا گیا ہے کہ جیسے اس میں تحریر ہوگی اسی کے مطابق جزاء سزا ہوگی۔ تمام صحابہؓ امت محمدیہ کے امام ہیں ان کی پیروی کرنا امت کا فرض ہے۔

خصوصاً خلفائے راشدین جن کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین

میرا طریقہ اور خلفاء راشدین کا طریقہ لازم کر پکڑو اور ان میں ثانی اثنین یار غار و مزار ابوبکر صدیقؓ جو مردانِ امت میں اول المومنین ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے خود اپنے مصلے پر کھڑا کر گئے تھے اور سترہ نمازیں ان کی اقتداء میں پڑھیں اور نماز وہ عمل ہے جس کا مقام تمام اعمال حسنہ میں اول ہے پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے خود ہی حضرت عمرؓ کو خلافت کے لئے متعین کیا تھا۔

خلافت کی وراثت

بقول تاریخ امامت کے قائل حضرات بھی تو اسے خاندانی وراثت ہی تصور کرتے ہیں مثلاً

۱۔ اسماعیلیہ میں حضرت علی سے لے کر موجود پرنس کریم آغا خان ہی کو اپنا انچاسواں حاضر امام تسلیم کرتے ہیں۔

۲۔ بوہروں میں ملا نجم الدین کو اپنا حاضر امام تصور کرتے ہیں۔

۳۔ کیسانیہ میں محمد بن حنفیہ اور ان کی اولاد کو ہی امام تسلیم کیا جاتا ہے۔

۴۔ یمن کے زیدیوں میں زید بن علی عابد اور ان کی اولاد کو ہی امام تسلیم کیا جاتا ہے۔

۵۔ اثنا عشریوں میں بھی حضرت علی سے لے کر حسن عسکری تک ہی کو امام اور خاندانی خلافت کا حق دار تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ حضرت حسن بن علی نے اپنی خاندانی خلافت کو دارالحکومت کوفہ میں عوامی خزانہ سے ۲ کروڑ درہم نقد اور گیارہ لاکھ درہم سالانہ وظیفہ کے عوض ربیع الاول ۴۰ھ میں حضرت معاویہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔

امامت کا مفہوم

پھر بحث یہ ہے کہ امامت کا کیا مفہوم ہے؟ سو شیعہ کا آپس میں اس بارے میں بہت اختلاف ہے چنانچہ

1. غالی شیعہ کہتے ہیں کہ امامت حکومت کو کہتے ہیں کہ احکام اوامر نواہی جاری کیے جائیں اور یہ ایک شان ہے الوہیت کی۔
2. بعض شیعہ کہتے ہیں کہ امامت نام ہے نیابت پیغمبر کا دینی و دنیوی امور میں۔
3. زیدیہ فرقہ کہتا ہے کہ امامت میں نہ نص شرط ہے نہ عصمت نہ افضلیت بلکہ تلوار اور اظہار امامت کے ساتھ خروج کرنا "مدہ شرط امامت کی ہے۔
4. نزاریہ (اسماعیلی شیعہ کا فرقہ) کہتے ہیں امام کے لئے عصمت شرط نہیں نہ اس کو فروعات شرع کا مکلف کہتے ہیں چاہے زنا کرے چاہے اغلام چاہے شراب پیئے سب جائز ہے۔

جب امامت کا مفہوم ہی شیعہ کے ہاں متعین نہیں ہوسکا تو کس کی بات تسلیم کریں۔

سوال ۱۳ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کو اس جملہ میں ایک مسئلہ خاص کا حکم ہوا ہے۔

جواب اس آیت مجیدہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اے رسول اللہ ﷺ پہنچا دے جو کچھ کہ اتارا گیا ہے تیری طرف۔ اس میں ما عموم کیلئے ہے کہ جو کچھ بھی آپ کی طرف اترا ہے وہ سب ہی پہنچا دے۔ اس عموم کے لفظ سے بلا قرینہ صارفہ کے خصوص مراد لینا لسانی قانون کے خلاف ہے اور پھر اس خاص مسئلہ کی تعیین ایک من گھڑت

قول سے کرلینا بڑا جرم ہے۔ من گھڑت اس کو اس لئے کہا کہ محققین علماء نے اس کو رد کیا جیسے ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں لکھا ہے اَمَّا قَوْلُهٗ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ کتب صحاح میں نہیں ہے بخاری وابراہیم حربی ودیگر علماء حدیث نے اسے ضعیف کہا اور ابن حزم نے بھی کہا کہ ثقہ راویوں کے طریق سے مروی نہیں۔ ابن حجر مکی نے کہا ابوداؤد سجستانی و ابو حاتم رازی جیسے محدثین نے بھی اس پر طعن کیا۔

۲ دوسرے مولیٰ کے معنے حاکم کسی لغت میں نہیں۔

۳ تیسرے اس آیت کا غدیر خم کے دن نازل ہونا ہی غلط ہے یہ آیت تو غدیر خم سے بہت پہلے اتر چکی تھی اور یہ مدینہ میں اتری تھی جب کہ عبداللہ بن ابی منافق زندہ تھا۔ اور شیعہ کی کتاب کافی کلینی ص ۱۷۸ میں لکھا ہے کہ یہ آیت بروز جمعہ میدان عرفات میں اتری۔

۴ چوتھے اس میں تصریح نہیں ہے کہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلافصل جیسے شیعہ لوگ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی طرح پڑھتے ہیں اگر یہ عقیدہ کا اہم مسئلہ اور اصول دین میں سے تھا تو اس کا ذکر صراحت کے ساتھ ہونا تھا نہ کہ اشارے کنایہ سے ہوتا تھا۔

سوال ۱۲ اس سے قبل ہزار مسائل کی تبلیغ ہو چکی ہے الخ

جواب اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس مسئلہ کی تبلیغ کرنی ہو ایک دفعہ تبلیغ کرنے سے فرض ادا ہو گیا بار بار ایک ہی مسئلہ کو دہرانا ٹھیک نہیں۔ یہ فرمائیں کہ

۱ نماز کے بارے جو بار بار حکم اترتا رہا ہے یہ اسی لئے اترتا رہا کہ حضور اکرم ﷺ معاذ اللہ چھپائے رکھتے تھے

۲ اسی طرح زکوۃ دینے کا حکم کئی بار ہوا۔

۳ اطیعو اللہ و اطیعوا الرسول کئی بار قرآن میں آیا۔ کیا تاکید کے لئے تکرار ٹھیک نہیں۔ یہاں بھی یہی حکم ہے کہ مَـا اُنْـزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ کو پہنچاتے رہو۔ نئے نئے اسلام لانے والوں تک بھی پہنچا دو۔ اپنا وظیفہ جاری رکھو

سوال ۵ بعض لوگ جو اولو الا مر منکم کا مطلب یہ نکالتے ہیں کہ وہ صاحبان امر یعنی حکام یا بادشاہ جو مسلمانوں میں سے ہوں ان کی اطاعت فرض ہے تو وہ کیا کریں گے۔ جب وہ فاسق و فاجر ہوں۔

جواب سو وہ لوگ وہی کہیں گے جو حضرت امام علیؓ نے حضرت رسول اکرم ﷺ سے روایت فرمائی ہے کہ لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق . انما الطاعة فی المعروف .

رہا عطف "اولی الامر" کا "الرسول" پر سو اس میں معطوف و معطوف کا ہر بات میں مماثلت ضروری نہیں ہے صرف جنس یا نوع میں مماثلت چاہیے کمیت و کیفیت میں مماثلت ضروری نہیں اور عصمت کیفیت کے قبیل سے ہے نیز دیکھو کلیات ابوالبقاء۔ عصمت کی شرط لگانا ذہنی اختراع ہے قرآن شریف میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے بلکہ قرآن کریم سے اولوالامر کا معصوم نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اس سے نزاع کی اجازت دی گئی ہے کہ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ (الآیۃ) ہے کہ در صورت

شہ مخالف شریعت "اولوالامر" سے نزاع جائز ہے جو عصمت کے منافی ہے اور رسول سے نزاع کسی حال میں جائز نہیں کیونکہ رسول معصوم ہوتا ہے۔ نہ کتاب اللہ سے نزاع جائز ہے۔

اور بعد نبی پاک ﷺ کے کسی کو معصوم مفترض الطاعۃ ماننا در اصل ختم نبوت کا انکار ہے۔

سوال ۱۶ جناب سائل جو اہل سنت مکتب فکر سے تعلق رکھنے کے باوجود حدیث رسالت مآب ﷺ سے بے رخی کا مظاہرہ فرمارہے ہیں۔

جواب مسئلہ عقیدہ کا ہے جیسے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ ـ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ـ ھُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ وغیرہ صراحت کے ساتھ قرآن میں موجود ہے سائل کا سوال یہ ہے کہ اسی طرح مسئلہ امامت صراحت کے ساتھ قرآن میں کہاں ہے کہ عَلِیٌّ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِلَافَصْلٍ ۔آپ صاف کیوں نہیں کہتے کہ قرآن شریف میں تو یہ مسئلہ توحید ورسالت و معاد و جہاد کی طرح کہیں ثابت نہیں۔ البتہ ہم شیعہ لوگوں کی کتابوں میں امامت کی حدیثیں ہیں۔ اگر یہ کہہ دیں تو سائل کو جواب صاف صاف مل جاتا۔

سوال ۱۷ کیا وہ کتاب اللہ سے بتاسکیں گے کہ اس آیہ مبارکہ کا شان نزول کیا ہے؟

جواب قرآن مجید شان نزول کا محتاج نہیں ہے قرآن بغیر شان نزول کے حل ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ہاں عملی صورت کی جہاں بات ہوتی ہے وہ عمل نبی اکرم ﷺ پر چھوڑا گیا صرف

اقیموا الصلوٰۃ فرمادیا اور عمل کر کے حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھنا دکھا دیا اور فرمایا صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ یعنی نماز پڑھو جیسے تم مجھے دیکھتے ہو کہ میں نماز پڑھتا ہوں، اسی طرح روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، نکاح وغیرہ احکامات۔

سوال ۱۸ بقول مفسرین ومحدثین اہلسنت یہ آیت شریفہ غدیر خم کے مقام پر ولایت حضرت علیؓ بن ابی طالب کی تبلیغ کے لئے نازل ہوئی الخ

جواب ۱ یہ شان نزول واحدی کا بیان کردہ ہے جس کو سند کے ساتھ مفسرین ومحدثین نے نقل فرمایا اور اس میں راوی کذاب ہیں اور کئی کثیر الغلط ہیں واحدی خود حاطب لیل ہے صحیح غلط کا امتیاز نہ کرتا تھا۔ کلبی کذاب ہے۔ ابوبکر بن عیاش کثیر الغلط ہے اس کے بعد جو علامہ رازی نے اس کا رد کیا ہے اس کو کیوں نہیں نقل کیا۔ تمہاری مثال تو ان یہودکی سی ہوئی کہ توراۃ لا کر رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ کر اوپر نیچے سے پڑھنے لگ گئے تھے اور نبی کریم ﷺ کو کہہ دیا دیکھو رجم کی آیت ہماری توراۃ میں نہیں ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا یہ ہاتھ کیوں رکھ رکھا ہے ہاتھ ہٹا۔ یہ پڑھ کیا لکھا ہے۔ ہاتھ اٹھایا نیچے رجم کی آیت موجود تھی۔

جواب ۲ نیز آیت کے شان نزول میں مفسرین نے دس قول نقل کیے ہیں آپ بتائیں کہ کونسی حجت قویہ آپ کے پاس ہے جس سے ثابت ہو کہ باقی اقوال جھوٹے ہیں اور صرف یہ قول سچا ہے جب بقول امام رازیؒ آیت کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ یہ آیت یہود ونصاریٰ کے مکر کے بارے اتری ہے (ص ۴۹/۱۲ وص ۵۰/۱۲ رازی)

آیۃ. اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ کے نزول کے بارے اختلاف ہے۔

پھر اس سے مراد یا تو ۱۔ عامۃ المومنین ۔۲۔ معین شخص ابو بکر ۔۳۔ علیؓ

پھر ولی لفظ مشترک ہے ایسے الفاظ سے دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا امام رازی نے اس پر بحث کی ہے

نوٹ: یاد رہے کہ غدیر خم کی احادیث شیعہ راویوں کی وضع کردہ ہیں جن میں سے سالم بن ابی حفصہ ابو یونس، عبداللہ بن عبدالقدوس سعدی ۔ اصبغ بن نباتہ، جعفر بن سلیمان ضبعی، حارث بن حصیرہ، تلید بن سلیمان محاربی، محمد بن فضیل جو جلا بھنا شیعہ تھا (ابو داؤد) غالی شیعہ تھا (ابن حبان) عطیہ ۔ عدی بن ثابت، علی بن زید، یزید بن ابی زیاد، سلمہ بن کہیل، شیعہ تھے

جواب ۳ پھر اس آیت کے شان نزول کے بارے خود کلینی نے اپنے اصول ص ۱۷۸ میں لکھا ہے کہ یہ آیت غدیر خم کے موقع پر نہیں اتری بلکہ عرفات کے میدان میں اتری ہے۔ تو جب اذا تعارضا تساقطا ۔ لہٰذا نہ کلینی کی بات کہ یوم عرفہ میں یہ فرمان اترا صحیح ہوئی نہ خم غدیر کہنے والوں کی بات ٹھیک ہوئی۔

سوال ۱۹ مسند احمد کا حوالہ

جواب ۱ یاد رہے مسند احمد جو امام احمد بن محمد بن حنبل نے خود اپنے ہاتھ سے لکھی ہے وہ بہت مختصر سی ہے اس کے بعد ان کے صاحبزادہ نے کچھ احادیث کا اضافہ کیا اس کے بعد پھر ابو بکر قطیعی نے کئی اضافے کیے جس سے کتاب کا حجم بڑھ گیا اور اہمیت گھٹ گئی اس میں کئی حدیثیں ضعیف ہیں اور کئی منکر۔ لہٰذا وہ مستند نہ رہی۔ پھر

اس سے حوالہ پیش کرنا اسی کا کام ہے جو خود غیر معتبر ہو۔

جواب دوسرے یہ کہ اس میں صریح عبارت جس سے عقیدہ بلوری وضاحت کے ساتھ معلوم ہو جائے نہیں ہے اس حدیث میں کوئی نہیں کہ عَلِیٌّ خَلِیْفَتِیْ مِنْ بَعْدِیْ بِلَافَصْلٍ یا لَاخَلِیْفَةَ بَعْدِیْ اِلَّا عَلِیٌّ وَوَلَدُہٗ اس میں جو لفظ مولی ہے وہ لفظ مشترک ہے اس کے ۲۴ معنے علماء لغت نے لکھے ہیں اس میں سے

1. حاکم معنے کشید کرنا غلط ہے کیونکہ مولی کے معنے حاکم کسی لغت میں نہیں۔
2. عبارت کے سباق وسیاق کے خلاف ہے
3. اَللّٰھم وَالِ مَنْ وَّالَاہٗ یہ معنے حاکم کی تردید کرتا ہے اور دوست کے معنے کی تائید کرتا ہے اور عَلٰی سَبِیْلِ التَّسْلِیْمُ ایسے محتمل المعانی لفظ سے استدلال باطل ہے کیونکہ اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ۔
4. پھر یہ حدیث ہے جو خبر واحد ہے قرآن کا مقام نہیں رکھتی کیونکہ قرآن قطعی ہے اور حدیث ظنی۔

سوال ۲۰ کم و بیش تیس صحابہ کرام سے یہ روایت منقول ہے ملا۔

جواب:

1. ان ۳۰ صحابہ کا نام بتا سکتے ہیں؟
2. جب آپ کے عقیدہ کے مطابق سب مرتد ہو گئے تھے تو مرتد کی روایت کا کیا اعتبار؟

③ اس حدیث کو سقیفہ بنی ساعدہ میں بطورِ دلیل کے کیوں نہ پیش کیا گیا۔

④ چوتھے اس روایت کی کل سندیں ہیں ایک میں اسفندیار بن موفق ہے جو غالی شیعہ تھا (لسان المیزان ص ۱/۳۸۷) ایک راوی حسین بن محمد بن خسرو بلخی معتزلی تھا (ص ۳۱۲/۲) خالد بن عامر بن عیاش جس کا کوئی متابع نہیں (۳۷۹/۲) اسی طرح اور اسانید کا حال ہے۔

⑤ پانچویں اس حدیث کو میدان عرفات میں سنانے کا موقع تھا جہاں لاکھ سے زیادہ کا مجمع تھا۔ پھر طواف صدر کے بعد بعض وہیں رہے۔ یمنی یمن کو چلے گئے جدہ والے جدہ کی طرف طائف والے طائف کی طرف پھر مدینہ کی طرف جاتے ہوئے جہاں جہاں کسی کا راستہ جدا ہوتا تھا وہ اپنے اپنے رستہ سے اپنے مقام پر پہنچنے کے لئے الگ ہوتے گئے پھر غدیر خم میں جب کافی تعداد میں مجمع چھٹ چکا تھا اس اعلان کا کیا فائدہ رہا جس سے بکثرت مسلمان محروم رہے حالانکہ تمہارے زعم میں یہ اصول دین میں سے تھا جس پر عقیدہ رکھنا ہر مسلمان پر فرض تھا اب یہ عقیدہ غیر حاضروں تک پہنچایا نہ اگر نہیں پہنچا تو اصول میں سے اس اصول پر ایمان نہ ہوا تو مومن ہوئے؟ اور اگر ان کو یہ عقیدہ پہنچا تو کس ذریعہ سے پہنچا معصوم کے ذریعے یا غیر معصوم کے ذریعے اگر معصوم کے ذریعے پہنچا تو اس وقت معصوم صرف یہی تھے (کیوں کہ حضرت حسن حضرت حسین تو بچے تھے اور بہت ہی چھوٹے تھے) کیا کوئی ثبوت ہے کہ اس اعلان کو پہنچانے کے لئے نبی پاک ﷺ اور حضرت علیؓ ان کے علاقہ میں ہر ہر شہر میں ہر ہر گھر میں

گئے۔ اگر آپ نہیں گئے اور غیر معصوم کے ذریعے یہ پیغام پہنچایا تو آپ کے عقیدہ کے مطابق غیر معصوم کی اطاعت جائز نہیں اس لئے ان لوگوں نے غیر معصومین کی بات مانی ہوگی۔ اب مسلمان ہوئے یا کافر۔ اگر وہ لوگ باوجود اس کے ایک اصل دین پر ایمان نہ رکھنے کے مسلمان ہیں تو کیوں؟

مجیب نے اپنی طرف سے بلوری وضاحت قرآنی کا دعویٰ کیا اور قرآنی آیات سے عصمت ائمہ اور حضرت علی کا خلیفہ بلا فصل ثابت بتایا پھر، خلافت وامامت ائمہ اثنا عشر کا عنوان قائم کر کے اپنی گذشتہ توصفہ کی لکھی ہوئی تحقیق پر ناز کر کے کہتا ہے سائل کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل کے علاوہ گیارہ ائمہ کی امامت وخلافت کا قرآن حکیم سے ثبوت بمعہ قید اسماء کے پیش کریں۔ قرآن حکیم نے تمام مسائل کا حل فرمادیا ہوا ہے اور تدبر وتفکر سے انہیں سمجھنے کی دعوت دی ہے۔

مجیب نے تو اپنے زعم میں تمام مسائل کا حل کر دیا ہے مگر سائل کہتا ہے کہ میرے پلے تو کچھ نہیں پڑا۔ اب میرا آخری سوال قرآن مجید سے جو حل کیا جائے گا وہ بھی میرے پلے کچھ نہیں پڑے گا۔ مگر کوشش کروں گا شاید مجیب صاحب بارہ اماموں کے نام قرآن مجید میں سے دکھادیں تو مجیب صاحب اپنے پہلے بلوری وضاحت کی طرح اس مسئلہ کی وضاحت بھی قرآن شریف سے کرتے ہیں۔ چنانچہ تحریر کیا۔

ارشاد ربانی ہوتا ہے اِنَّـآ اَرْسَلْنَـآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا "ہم نے جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا اسی طرح تمہاری طرف بھی ایک رسول بھیجا جو تم پر گواہ ہے"

جواب اس تشبیہ سے مسئلہ نکالا بارہ اماموں کا۔ مگر اس چیز کا کیا ثبوت ہے کہ تشبیہ بارہ خلیفہ ہونے میں ہے۔ کیا قطعی دلیل اسی طرح کی ہوتی ہے کوئی کہے۔

1. کہ پہلے خلیفے حضرت موسیٰؑ کے حضرت موسیٰؑ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے کیا حضرت علی کو حضور اکرم ﷺ اپنی زندگی میں خلیفہ بنا گئے پھر زندگی ہی میں حضرت علی فوت ہو گئے تھے؟
2. پھر حضرت موسیٰؑ کے سگے بھائی تھے حضرت ہارون کیا حضرت علی حضور اکرم ﷺ کے سگے بھائی تھے؟
3. پھر حضرت موسیٰؑ چھوٹے تھے اور ہارون بڑے تھے کیا حضور اکرم ﷺ بھی حضرت علیؓ سے چھوٹے تھے۔
4. پھر حضرت موسیٰ فرعون قبطی کے گھر رہے تھے جو بنی اسرائیل کا دشمن تھا اور حضرت علی حضرت رسول اللہ کے گھر میں پلتے رہے۔ جو چچازاد بھائی تھے۔
5. پھر حضرت ہارون پیغمبر تھے کیا حضرت علی بھی پیغمبر تھے؟
6. پھر حضرت ہارون کی اولاد کو خلافت نہیں ملی بلکہ خادم موسیٰ یوشع کو خلافت ملی۔ اور نبی اکرم ﷺ کے خلیفے بزعم شیعہ علی تھے جس کے بعد خلافت علی کے دو بیٹوں میں سے پہلے حسن کو پھر حسین کو ملی۔ تو مماثلت صرف بارہ میں دیکھ کر مسئلہ خلافت بارہ اماموں میں چسپاں کرنا کتنی جسارت ہے جب کہ یہ سب امام علی کی اولاد۔۔

اولاد ہیں اور حضرت موسیٰ کے خلفاء کا یہ حال نہ تھا۔

نیز وہ پیغمبر تھے اور یہ پیغمبر نہ تھے

نیز قرآن شریف میں ہر پیغمبر کے بعد ۱۲ خلفاء ہونے کا قاعدہ نہیں لکھا صرف حضرت موسیٰؑ کے بعد یہ ذکر فرمایا اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی ۱۲ خلیفے ضرور ہی ہوں گے اور تشبیہ صرف ۱۲ خلیفوں کے ہونے میں ہے جب کہ ۱۲ انقباء کے ذکر کے بعد یہ نہیں فرمایا گیا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی ۱۲ خلفاء ہوں گے اور حضرت علی کی اولاد میں سے ہوں گے اور ان کے یہ یہ نام ہوں گے نیز کوئی کہہ سکتا ہے کہ ٹھیک ہے وہ بارہ خلفاء یہ ہوئے ہیں ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ حسنؓ معاویہؓ یزیدؒ مروانؒ عبداللہؓ بن زبیرؓ عبدالملکؒ بن مروان عمرؒ بن عبدالعزیز جو پہلی صدی میں گزر چکے ہیں اب اس کی آپ قرآن پاک کی آیات سے کس طرح تردید کرو گے کیونکہ قرآن مجید میں نہ نام ان کا ہے نہ نام ان کا۔ آپ اپنے دعویٰ کو کس طرح ثابت کرو گے جب مذکورہ بالا لوگوں نے واقعی طور پر حکومتیں اور خلافتیں بھی کی ہیں تاریخ بھی گواہ ہے اور مسلم وغیر مسلم سب میں مسلّم ہیں اور تھے بھی نسل ابراہیم نبی سے اور الائمۃ من قریش جو فرمایا ہے قریش بھی تو نسل ابراہیم رسول سے ہیں۔

جواب ۲ اور تشبیہ دلائل قطعیہ میں سے نہیں ہے اہل معقول تمثیل و استقراء کو دلائل ظنیہ میں شمار کرتے ہیں۔ برہان نہیں جو قطعی دلیل ہوتی ہے جو ان قضایا سے مرکب ہوتی ہے جو قطعی ہوتے ہیں مثل قضایا فطریہ و جدانیات، حدسیات، مشاہدات

متواترات اولیات کے اور عقیدہ مثالوں سے ثابت نہیں ہوتا۔ عقیدہ تو دلائل قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے۔ پھر یہاں تو تمثیل بھی نہیں نہ کوئی لفظ تمثیل کا ہے اور وجہ تشبیہ کی وجہ جامع بھی صراحۃً نہیں ہے ہر کوئی اپنے اپنے فہم کے مطابق وجہ شبہ کی بیان کر سکتا ہے جس طرح مرزا قادیانی بھی یہی آیت انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا ہی پڑھ کر اپنا مدعا ثابت کرتا ہے۔

اصل مطلب تو آیت کریمہ کا واضح ہے کہ ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو توحید کے مسئلہ کی شہادت دیتا ہے تم پر جس طرح ایک رسول ہم نے فرعون کی طرف بھیجا تھا یعنی موسیٰ نے بھی فرعون کو مسئلہ توحید سمجھایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تمہاری طرف مسئلہ توحید سمجھانے کے لئے بھیجا ہے۔ یہاں سے خواہ مخواہ ۱۲ خلفاء کا مسئلہ کشید کرنا تلعب بالقرآن (کھیل بنانا) ہے دین نہیں ہے

سوال ۱۲ حضرت موسیٰ کو حضرت ہارونؑ وزیر عطا فرمایا جو بھائی اور اہل بیت تھا شریک امر و مددگار تھا الخ

جواب حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ کے بڑے بھائی تھے اور سگے بھائی تھے بخلاف حضرت علیؓ کے کہ سگے بھائی نہ تھے بلکہ چچازاد بھائی تھے پھر جب حضرت کو نبوۃ ملی تو اس وقت حضرت علی ۵ سال کے تھے ۵ سالہ بچہ شریک امر و مددگار کیسے ہو سکتا ہے پھر حضرت علیؓ حضور اکرم ﷺ کے داماد تھے اور ہارونؑ موسیٰ کے داماد نہ تھے

سوال ۲۲ جس نے تمام بوجھ بدر احد۔۔۔۔تک کے لئے اٹھائے۔

جواب کیا دوسرے صحابہ ان لڑائیوں میں چوڑیاں پہنے کھڑے رہے تھے۔عفراء کے وہ دو بیٹے ان کو بھول ہی گئے جنہوں نے ابوجہل جیسے بڑے کبر کو گرایا تھا اور حضرت ابن مسعودؓ نے اس کی گردن کاٹی تھی جیسے حضرت داؤدؑ نے جالوت جیسے کبر کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا وقتل داو'د جالوت حالانکہ دوسری فوج نے بھی بڑے کارنامے دکھائے تھے مگر کبر کو مارنے والے کا تذکرہ خصوصیت سے کیا۔تو چاہیے تو یہ تھا کہ عفراء کے دو بیٹوں کو ذکر کیا جاتا مگر ان کا نام تک تم نہیں لیتے اور حضرت علیؓ ہی ذکر کرتے ہو

سوال ۲۳ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے حدیث رسالت مآب ﷺ سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

جواب ٹھیک ہے کہ جہاں کلام اللہ کی تشریح کی ضرورت ہو وہاں حدیث کے محتاج ہیں جیسے اقیمو االصلوٰۃ میں حدیثی تشریح کی ضرورت ہے اور آتوا الزکوٰۃ میں حدیثی تشریح کی ضرورت ہے اور یہ ہیں فروعی امور۔مگر اصول دین میں قرآن نے حدیثی تشریح کی ضرورت باقی نہیں رکھی اصول دین کی وضاحت خود ہی کر دی۔اگر امامت کا مسئلہ اصول دین میں سے ہوتا تو اس کے لئے حدیثی تشریح کی ضرورت نہ ہوتی۔

الحاصل

اس تمام سمع خراشی کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل تشیع کی طرف سے جو دعویٰ کیا گیا ہے کہ پانچ اصول دین قرآن حکیم سے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان ہیں۔

ان کا بلوری وضاحت کے ساتھ تو کسی طرح بیان نہیں بس اس کو طفل تسلی کہیے یا کوئی اور نام دیجئے۔ وضاحتی دلیل نہیں ہے جیسے کسی بھوکے سے سوال ہوا کہ بتادو اور دو کتنے ہوتے ہیں تو اس بھوکے نے جواب دیا کہ چار روٹیاں۔

مشتے نمونہ از خروارے آپ اہل تشیع کے دعاوی کو قیاس کر لیں کہ وہ بھی اس طرح بلوری وضاحت کے ساتھ مدلل ثابت ہوں گے

ایک اعتراض اور اس کا جواب

یزید کے حکم سے مدینہ کی بے حرمتی کی گئی؟

کہا جاتا ہے یزید کے دور میں اموی فوج نے یزید کے کہنے پر مدینہ منورہ کی بے حرمتی کی۔ اور واقعہ حرہ میں جب مدینہ منورہ کے فسادی لوگوں کو شکست ہوگئی۔ امیر یزید کے حکم سے مسلم بن عقبہ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اور ان کے لئے تین دن کی مدت مقرر کی۔ اہل مدینہ کے ساتھ بے ہودگی کی گئی۔ ساتھ ہی وہاں کے مردوں کا قتل عام کیا گیا اور تمام مال ومتاع لوٹ کرانہیں کھلی چھٹی دے دی گئی۔

بعض لوگوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ وہاں کی عورتوں کی عزتیں لوٹی گئیں۔ اور اگر کوئی شخص جب اپنی بچی کی شادی کرتا تو اس کو یہ معلوم ہوتا کہ وہ کنوارہ پن سے محروم ہو چکی ہے (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) اور پھر ساتھ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ حرہ کے زمانہ میں پیش آیا۔

تمام تاریخ کی کتب میں اس واقعہ کے بیان میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہم اگر تمام کتب تاریخ پر نظر ڈالیں اور اس واقعہ کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہیں تو ہمیں اپنی بنیادی تاریخ کی کتب پر نظر ڈالنا پڑے گی۔ سب سے پہلے تو تاریخ طبری ہی ہے۔ جو تمام مؤرخین کا اصل ماخذ ہے لیکن اس کے مصنف امام ابو جعفر طبری نے خود ہی اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ

ہم نے اپنی کتاب میں ماضی کے بعض واقعات ایسے ذکر کئے ہیں جنہیں ایک عام قاری ناپسند کرے گا اور سننے والا اسے مکروہ تصور کرے گا اور ایسا اس لئے ہوگا کہ

ان واقعات کی صحت درستگی کو ماننا مشکل ہوگا اور نہ ہی ان میں حقیقت کا جوہر ہوگا۔ ہر شخص کو جان لینا چاہیے کہ ہم سے پہلے ان واقعات کو کسی نے ذکر نہیں کیا ہم نے ان بعض ناقل حضرات پر اعتبار کر کے انہیں لے لیا جنہوں نے یہ واقعات ہم سے بیان کئے۔

پہلی بات جو واقعہ حرہ کے حوالہ سے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس واقعہ کے تمام تر انحصار ابو مخنف یحیٰی الازدی پر ہے جس کا کہنا ہے

"امیر یزید کا لشکر یہاں پہنچا (مدینہ منورہ میں) اس لشکر کا قائد مسلم بن عقبہ تھا اس سے یزید نے کہا تھا کہ اگر تمہیں حادثہ پیش آجائے تو لشکر کی قیادت حصین بن نمیر کے سپرد کردی جائے۔ اسے حکم دیا گیا کہ اہل مدینہ کو اطاعت خلیفہ کی دعوت دینا وہ اس دعوت کو مان لیں تو اچھا ورنہ ان کے ساتھ جنگ کرنا۔ جب ان پر غلبہ حاصل ہو جائے تو اس شہر میں لوٹ مار کی تین دن اجازت دے دینا یعنی مال اسلحہ اور اشیائے خوردنی جو میسر آئے اس پر سپاہیوں کا حق ہوگا"

مزید لکھا ہے

" مسلم بن عقبہ نے انہیں طلب کیا (اہل مدینہ کو) اور کہا کہ امیر یزید محسوس کرتے ہیں کہ تم لوگ دین اسلام کے حوالہ سے اور مسلم تاریخ کے حوالہ سے بہت اہم لوگ ہو۔ میں تمہارا خون بہانا پسند نہیں کرتا اس لئے تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔

آگے کہتا ہے

" مسلم نے مدینہ منورہ کے بے حرمتی کو تین دن کے لئے جائز قرار دے دیا۔ لوگوں کو قتل کیا گیا مال چھین لیا گیا اور جو صحابہ اس وقت وہاں موجود تھے انہیں خوف زدہ کیا"

مدینہ کی بے حرمتی کے حوالہ سے ابو مخنف نے جو کہا وہ تاریخ طبری سے آپ

معلوم کر لیا یہی بنیادی روایت ہے اور یہی ماخذ جس سے ہر شخص نے اس واقعہ کو قبول کیا۔

یاد رکھنا چاہیے ابو مخنف ایک ایسی شخصیت کا نام ہے کہ تراجم و تذکرہ کی کتابوں میں ذمہ دار حضرات نے اس کی ثقاہت کو چیلنج کیا اور اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی ذمہ دار اور دیانت دار شخص تسلیم نہیں کیا

چنانچہ حافظ ذہبیؒ کہتے ہیں

ابو مخنف گپ باز شخص تھا۔ باتیں گھڑتا۔ اس کی توثیق نہیں کی جا سکتی۔

ابو حاتم وغیرہ نے اس کی روایت قبول نہیں کی۔

امام دار قطنیؒ کے بقول یہ ضعیف تھا اور ابن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہ تھا

ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ شخص جلا بھنا شیعہ تھا۔

ایک ایسا شخص جو خبریں گھڑتا تھا۔ اس کی ثقاہت کا یہ حال ہے کہ کوئی شخص بھی اس کو مستند ماننے کو تیار نہیں۔ اس پر شیعہ ہونے کی تہمت ہے اس وجہ سے اس کی خبروں اور روایات کی حقیقت کھل جاتی ہے

استاذ محب الدین خطیبؒ اس کے مصادر کو غیر ثقہ کہتے ہیں "عبدالمنعم ماجد" استاذ محب الدینؒ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ صاحب شیعہ تھا علوی بزرگوں سے اسے ایسی عقیدت تھی جس میں غلو کا عنصر حاصل تھا۔

تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ تاریخ طبری والا شیعہ کی جانبداری کرتا ہے اور کوئی بھی محقق کسی روایت کو قبول کرنے سے پہلے اس کی تحقیق کرے۔ پھر فیصلہ کرے۔ خاص کر ایسے واقعات کے متعلق جو اموی دور میں پیش آئے اور خصوصاً جو یزید کے دور میں

پیش آئے۔ کیونکہ یہ دور شیعہ حضرات کے لئے انتہائی ناپسندیدہ دور ہے۔ اور ایسا واقعہ جسکا راوی بھی صرف ایک یعنی ابومخنف ہو۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

نیز مدینہ کی بے حرمتی اور وہاں کے بسنے والوں کے ساتھ زیادتی کا واقعہ ایسا ہے کہ جس کو سواء ابوصعف شیعہ کے اور کوئی راوی بیان نہیں کرتا۔ اور پھر خود طبری صاحب بھی ذاتی طور پر اس واقعہ کے معاملہ میں ابومخنف کی روایت سے مطمئن نہیں ہیں۔ اسی لئے انہوں نے دوسری روایات نقل کیں۔ انہوں نے ایک روایت نقل کی جس میں اس وفد کی عزت وتکریم کا ذکر ہے۔ جو اہل مدینہ کی طرف سے یزید کے پاس آیا تھا۔

اس روایت میں یزید کی طرف سے مسلم بن عقبہ کو اس حکم کا ذکر بھی نہیں جس میں مدینہ منورہ میں تین دن تک لوٹ مار کی اجازت ہے۔

اس میں یہ ذکر ہے "لوگ شکست کھا گئے اس ضمن میں خندق میں گر کر پریشانی اٹھانے والوں کی تعداد مقتولین سے زیادہ تھی۔ اس کے بعد یزید کا لشکر مدینہ منورہ میں داخل ہوا وہاں کی آبادی سہم گئی اور گویا شکست کھا گئی۔ اس کے بعد مسلم بن عقبہ مدینہ منور میں داخل ہوئے انہوں نے لوگوں کو بیعت کے لئے طلب کیا اور بتلایا کہ جو ایسا کرے گا اس کیلئے امیر یزید کی طرف سے مکمل امان ہوگی بلکہ اس کو عطایا سے بھی نوازا جائے گا"

تیسری روایت جس کو طبری نے نقل کیا وہ ابومخنف کی روایت سے بالکل مختلف ہے یہ روایت عوانہ بن حکیم کی ہے۔ اس میں ہے کہ مسلم بن عقبہ نے لوگوں کو قباء میں بیعت کیلئے جمع کیا۔ (نہ کہ مدینہ میں) تو تمام لوگوں نے بیعت کرلی۔ اور جن چند لوگوں نے کچھ گڑبڑ کی ان کو سزا دی گئی اور بس۔

تو وہب بن جریر اور عوانہ بن حکیم کی روایت میں کہیں ذکر نہیں کہ یزید نے مسلم بن

نے کو مدینے میں تین دن قتل و غارت کا حکم دیا ہو۔ تو اس قسم کا حکم تو مشکوک ہے کہ جس میں کہا گیا ہو کہ تین دن وہاں قتل و غارت کی گئی۔ عزتیں لوٹیں گئیں اور خواتین کو باندھیاں بنایا گیا۔ یہ سب جھوٹ کا پلندہ ہے۔

کسی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ اب اگر کوئی بھی تاریخ لکھنے والا لکھتا ہے تو وہ صرف طبری پر اعتماد کر کے لکھتا ہے۔ اور طبری کا دارومدار صرف ابو مخنف ہے۔

نیز ایک کتاب ابن اثیر کی ہے "الکامل فی التاریخ" اور ابن اثیر کی وفات ۶۳۰ھ ہے۔ تو گویا ابن اثیر کا زمانہ ۵۶۶ سال بعد کا ہے۔

اور ابن اثیر کی کتاب کا مآخذ بھی وہی طبری ہے۔ چنانچہ خود ابن اثیر اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ

" میں نے اس تاریخ کبیر کے ذریعہ اپنی کتاب کی ابتداء کی جسے امام ابو جعفر طبری نے مرتب کیا۔ وہ کتاب (طبری) ایسی ہے کہ بھی لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اختلاف کے وقت اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ جو اس کتاب میں ہے وہ سارے کا سارا میں نے اس طرح لے لیا کہ راویوں تک کا پورا لحاظ رکھا اور کسی ایک راوی کے معاملہ میں بھی خلل انداز نہیں ہوا۔ طبری نے اکثر حوادث و واقعات کے ضمن میں کئی کئی روایات نقل کی ہیں میری جمع کردہ روایات قریب قریب وہی ہیں۔ جہاں روایات کم ہیں یا نقص کا احساس ہوا وہاں میں نے تکمیل کر دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس کا اصل ماخذ بھی طبری ہی ہے اور ابن اثیر اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابن اثیر نے ابو مخنف کی روایت بھی طبری سے ہی نقل کی۔ اور پھر ابن اثیر نے وہی انداز رکھا چنانچہ لکھتے ہیں کہ

مسلم بن عقبہ نے مدینہ منورہ کو تین دن کیلئے مباح کر دیا۔ لوگوں کو قتل کیا گیا۔ ان کے مال و متاع کو لوٹا گیا۔ جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ خوف زدہ ہو گئے۔ اس میں ذکر نہیں کہ آبرو ریزی کی گئی۔ اور عورتوں کو لونڈیاں بنایا گیا وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا یہ تمام تاریخ والے طبری پر ہی اعتماد کرتے ہوئے مکھی پر مکھی مارتے ہوئے لکھتے چلے جاتے ہیں۔

ہاں ایک ماخذ اور بھی ہے اور وہ ہے تاریخ یعقوبی۔ یہ شخص بھی تفضیلی شیعہ ہے اس نے اپنی کتاب میں جا بجا شیعہ عقائد کا ذکر کیا اور شیعہ کے اماموں سے بہت روایات اور اقوال نقل کئے۔ لہٰذا اس کی تاریخ پر اعتماد کرنا بھی ٹھیک نہیں۔

ایک اور مسعودی کی کتاب مروج الذہب ہے۔ جس پر بہت سے مورخین نے اعتماد کیا ہے۔ اس واقعہ میں وہ بھی صرف یہ لکھتے ہیں کہ لوگوں سے اس بات پر بیعت کر لی گئی۔ کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور جس نے اس سے انکار کیا۔ اس کا فیصلہ تلوار سے کیا۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اور نہیں لکھا۔

نیز کتاب الامامۃ والسیاست جو کہ ابن قتیبہ کی طرف منسوب ہے۔ لیکن جیسے کہ تمام مؤرخین جانتے ہیں کہ یہ کتاب ابن قتیبہ کی نہیں۔ ان کی طرف منسوب ہے

نیز ابن عربی العواصم من القواصم میں لکھتے ہیں کہ

ابن قتیبہ کا معاملہ جہالت پر مبنی ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ کے متعلق جو اس میں لکھا ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیں تو کہنا پڑے گا کہ یہ صحابہ کرامؓ کے نام تھوپ دیا گیا ہے۔

اس کتاب کی نسبت ابن قتیبہ کی طرف مشکوک ہے

علامہ ابن عربی لکھتے ہیں کہ کتاب الامامۃ والسیاست 'جہل' غباوت' رکاکت کا

مجموعہ ہے۔اس کے مؤلف مصر کے دو بزرگ علماء سے بکثرت روایات نقل کرتے ہیں۔جبکہ ابن قتیبہ مصر میں گئے ہی نہیں۔اور نہ ان دونوں عالموں سے انہوں نے کچھ لیا۔

لہٰذا یہ بات مشکوک ہے کہ یہ کتاب ابن قتیبہ کی ہے۔تو اب اس کا اعتبار بھی کچھ نہ رہا۔

مارغلیوث مستشرق کا کہنا ہے کہ ایک دوسری کتاب " الامامۃ والسیاسۃ " "المعارف" کے مؤلف کی ایسی ہے جس میں سے دونوں کا اختلاف ہر اعتبار سے بڑا واضح ہے۔یہ کتاب "الامامۃ " حکومت اسلامی کی تاریخ ہے جس میں مؤلف نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہارون الرشید عباسی مرحوم کی وفات تک کے حالات درج کیے ہیں ۔اس کو دیکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ یہ کتاب ابن قتیبہ کی نہیں ۔صورتِ حال یہ ہے کہ اس کتاب میں بنوامیہ کے کھاتے میں بہت کچھ ڈالا گیا خاص طور پر واقعہ حرہ کے حوالے سے جلد اول کے آخر میں خوب نمک مرچ لگا کر اس واقعہ کو بیان کیا گیا اور بنوامیہ کے لشکریوں کو خوب خوب متہم کیا گیا کہ انہوں نے تین دن کے اندر یہ کیا اور وہ کیا اور جب ہم دوسری جلد کو دیکھتے ہیں تو اسی واقعہ کے متعلق ایک نئی تصویر سامنے آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جناب مؤلف پہلی جلد میں اپنا لکھا بھول گئے اسی کو کہتے ہیں "دروغ گورا حافظہ نہ باشد"۔

تاریخ کی ایک کتاب الفخری فی آداب السلطانیہ۔اس کے مصنف موصل (شام) کے رہنے والے ہیں اس کا زمانہ بھی بہت بعد کا ہے۔اور پھر یہ بھی شیعہ ہے ان کی کتاب سے بھی کا شیعہ ہونا ثابت ہے۔

بہر حال ماخذ سب کا وہی طبری ہی ہے۔اور طبری کا ابومخنف کی روایت پر انحصار

ہے اور ابو مخنف کا حال آپ دیکھ چکے ہیں۔
آپ یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ تمام مؤرخین کا زمانہ اس واقعہ کے بہت بعد کا ہے۔اس لئے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ پھر مؤلف حضرات اور راویوں کے شخصی رجحانات کو بھی مدنظر رکھنا پڑتا ہے تب جا کر اصلی صحیح بات کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔
اب دورِ حاضر کے مؤرخین بھی جو لکھتے ہیں وہ بھی طبری پر اعتماد کرتے ہیں اور طبری اس ابو مخنف کی روایات کا سہارا لیتے ہیں اور وہ بھی اکیلا ہے۔اور جو روایات اس کے علاوہ ہیں ان میں اس قسم کے الفاظ ہی نہیں۔
لہٰذا تاریخ تاریک ہے اور جب اصل ہی تاریک ہو تو نقل در نقل تمام ہی تاریک ہوگی۔

کعبۃ اللہ کا جلایا جانا

اموی عہد میں یزید کے دور میں ایک واقعہ اور بھی ہوا جس کو تمام مؤرخین نے بہت اُچھالا۔وہ واقعہ ہے کہ کعبۃ اللہ کا جلا جانا۔اور اموری فوج پر یہ بہتان لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ کام اس وقت کیا جب کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا انہوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔
مؤرخین نے اس واقعہ کو بھی بگاڑ کر پیش کیا اور اصل حقیقت کو نظر انداز کر دیا
اس واقعہ میں جو روایات آتی ہیں وہ بھی طبری کے حوالہ سے ہیں
طبری نے تین روایات نقل کی ہیں

﴿۱﴾ واقدی کی راویت جس میں انہوں نے کہا کہ
''عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھیوں نے کعبہ کے اردگرد آگ جلادی اس سے شعلے بھڑک کے تو ہوا ان کو اڑا کر لے گئی۔اس کے نتیجہ میں بیت اللہ کا غلاف اور چھت کی لکڑیاں جل گئیں۔

﴿۲﴾ دوسری روایت عروۃ بن اذینہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ

"میں اپنی والدہ کے ساتھ مکہ معظمہ آیا یہ اس دن کی بات ہے، جس دن کعبہ جل کر راکھ ہوا میں نے کعبہ کی طرف آگ بڑھتی دیکھی۔ میں نے مزید دیکھا کہ جل جانے کی وجہ سے وہ غلاف کے بغیر رہ گیا۔ رکن یمانی سیاہ ہو گیا اور تین جگہ دراڑیں پڑ گئیں۔ میں نے اس کا سبب معلوم کیا تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے احباب میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور بتلایا کہ اس کی وجہ سے کعبہ جلا ہے۔ اس شخص نے اپنے نیزہ کی انی پر ایک انگارا باندھا اور اسے کعبہ کے پردہ میں ڈال دیا۔ رکن یمانی اور حجرہ اسود کے درمیانی حصہ میں آگ بھڑکی جس سے یہ سب کچھ راکھ ہو گیا"

﴿۳﴾ تیسری روایت عوانہ بن الحکم کے حوالہ سے ہے، جس میں ہے کہ

" جب ربیع الاول کے تین دن گزر گئے" یہ ۶۴ھ کا قصہ ہے اور ہفتہ کا دن تھا تو ان لوگوں نے بیعت اللہ کو منجنیق سے اڑا دیا اور آگ سے جلا دیا"

ان تین راویات میں سے آخری روایت جو عوانہ بن الحکم کی ہے اس میں اموی لشکر کو کعبۃ اللہ جلانے کا الزام دیا گیا ہے۔ لیکن یہ راویت اس قابل نہیں کہ اسے دوسری دونوں روایات کے بالمقابل تحقیق و نظر کے پیمانہ سے معتبر سمجھا جائے۔ ان دونوں روایتوں میں اس بات کی کم از کم تصریح ہے اور وہ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ یہ کام حضرت ابن زبیرؓ کے لشکریوں کے ہاتھوں ہوا۔ یہ تصریح اس ابو مخنف کی طرف سے ہے، جو شیعوں کا معتبر راوی ہے اور جسے امام طبری اس حیثیت سے یاد کرتے ہیں۔ اس دور و زمانہ (عصر بنی امیہ) کے واقعات کے حوالہ سے ابو مخنف ہی سب سے بڑھ کر باتیں کرتا ہے اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ اسے بنو امیہ سے بال برابر محبت و دوستی کا تعلق نہیں ان صاحب نے بنو امیہ کے حوالہ سے کعبہ کی مطلق بات نہیں کی جس طرح کہ دوسرے

مصادر سے معاملہ سامنے آتا ہے۔

صاحب فتوح البلدان نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ

"جب جناب عبداللہ بن زبیرؓ مسجد حرام میں قلعہ بند ہو گئے اور وہاں پناہ چاہی حصین بن نمیر السکونی اہل شام میں سے وہاں مصروف قتال تھا۔ ایک دن ان کے احباب میں سے ایک شخص نے اپنے نیزے کی انی پر آگ کا فتیلہ باندھا۔ اس وقت ہوا خوب چل رہی تھی۔ اس سے شعلے بلند ہوئے۔ یہی شعلے کعبۃ اللہ کے پردے کو جلانے کا سبب بنے۔ ساتھ ہی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں اور دیواریں سیاہ ہو گئیں۔ یہ قصہ ۶۴ھ میں پیش آیا"

بلاذری کی روایت بڑی واضح ہے اس میں اس بات کی نص ہے کہ محاصرہ کے دوران کعبۃ اللہ کو جو حادثہ پیش آیا اس کا باعث عبداللہ بن زبیرؓ کے لشکری تھے۔ بلاذری نے اموی لشکر پر اس اتہام و الزام کا قطعاً ذکر نہیں کیا۔

تیسرا مصدر "اخبارِ مکہ" ہے جس کے مؤلف ازرقی ہیں جن کی وفات قریباً ۲۲۳ھ میں ہوئی۔ طبری میں جن روایات کا تذکرہ ہے وہ ذرا تفصیل کے ساتھ یہاں سامنے آتی ہیں ان کے ذکر کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ کعبۃ اللہ کے جلنے کا باعث اصحاب ابن زبیرؓ تھے انہی کی طرف سے یہ سانحہ رونما ہوا۔ بنو امیہ کی طرف سے منجنیق سے ڈھانے یا جلانے کا کوئی قصہ ہی نہیں۔

﴿۱﴾ محمد بن یحییٰ سے مؤلف نے نقل کیا انہوں نے واقدی سے۔ واقدی نے عبداللہ بن جعفر سے پوچھا کہ اے ابو عون۔ کعبہ کب اور کیسے جلا؟ تو انہوں نے فرمایا ہفتہ کے دن جب کہ چند راتیں ربیع الاول کی گزر گئی تھیں اور یہ قصہ امیر یزید کی خبر وفات سے ۲۹ دن قبل کا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس کا سبب کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ایک صاحب مسلم

بن ابی خلیفہ المذحجی تھے وہ اور ان کے رفقاء کعبہ کے اردگرد آگ جلاتے تھے۔ اس دن ہوا چل رہی تھی۔ ان صاحب نے ایک انگارہ اپنے نیزہ کی انی پر اٹھایا۔ وہی انگارہ کعبہ کے غلاف کو جلانے کا باعث بنا اور آگ چھت کی لکڑیوں تک پہنچ گئی۔

﴿ب﴾ مؤلف کہتے ہیں کہ میرے دادا نے مجمعہ سے بیان کیا ان سے سعید بن سالم نے اور ان سے عثمان بن ساج نے' وہ کہتے ہیں کہ مجمع سے اہل مکہ کی ایک بڑھیا نے بیان کیا جو محاصرہ کے دوران عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ تھیں۔ میں نے جب اس خاتون سے اس واقعہ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا مسجد حرام میں بہت سے خیمے نصب تھے ایک خیمے سے آگ جو اٹھی تو تمام خیموں کو جلاتی ہوئی کعبۃ اللہ تک جا پہنچی یہاں تک کہ کعبہ جل گیا"

چوتھا مآخذ" الکامل " ہے جس کے مؤلف ابن اثیر ہیں۔ ابن الاثیر نے جن دو روایات کا ذکر کیا وہ مختلف اور متناقض ہیں

﴿ا﴾ پہلی روایت "انہوں نے کعبہ پر منجنیق ماری اور آگ سے جلا دیا"

﴿ب﴾ دوسری روایت ہے

" کعبہ اس آگ کی وجہ سے جلا جو ابن الزبیرؓ کے احباب نے کعبہ کے اردگرد جلا رکھی تھی۔ ایک شرارہ ہوا کی وجہ سے غلاف کعبہ پر جا پڑا جس سے غلاف ہی نہ جلا بلکہ چھت کی لکڑی بھی جل گئی

دونوں روایات نقل کرنے کے بعد ابن اثیر کہتے ہیں

" پہلی روایت زیادہ صحیح ہے کیونکہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کا ذکر کیا کہ ابن الزبیرؓ نے کعبہ کو چھوڑ دیا تا کہ لوگ اس کو جلا ہوا دیکھ سکیں۔ ابن الزبیرؓ برابر لوگوں کو اہل شام کے خلاف لڑنے پر بھڑکا رہے تھے"

یہ دلیل (جیسا کہ واضح ہے) ضرورت آئی ہے تا کہ بتلایا جا سکے کہ اموی لشکر کی منجنیق کعبۃ اللہ کو جلانے کا باعث بنی۔ اکثر و بیشتر اسی دلیل کو ابن الزبیرؓ کی ضد میں استعمال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بیت الحرام کو اس لئے آگ لگائی تا کہ اپنے لشکر کو جنگ کے لئے بھڑکا سکیں"

ابن الاثیر نے جو پہلی روایت نقل کی ہے یہ وہی روایت ہے جو عوانہ ابن الحکم کے ذریعہ نقل کی گئی جیسا کہ ابن الاثیر نے تصریح کی ہے۔

"بیت اللہ پر مسلسل منجنیق کے ذریعہ پتھر برسائے گئے اور پتھروں کے ساتھ ہی آگ برسائی گئی اور روئی وغیرہ کے فلیتوں پر آگ لگا کر اس سے بھی کام لیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کعبہ منہدم ہو گیا اور اس کی بنیادیں ڈھے گئیں۔

یاد رہے کہ مسعودی ایک ایسا ماخذ ہے کہ ایک مؤرخ بالخصوص یزید بن معاویہ کے عہد کے واقعات کے حوالہ سے اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے بہت احتیاط سے کام لیتا ہے کیونکہ وہ واضح طور پر شیعہ ہے بلکہ جیسا کہ پہلے ہم نے واضح کیا کہ وہ شیعہ کے اکابرین میں شامل ہے۔

اس حالت میں تنہا اس پر اعتماد کی کوئی گنجائش نہیں تا وقت کہ دوسرے ماخذ کی روایات سے اس کی روایات کا موازنہ نہ کر لیا جائے۔ جیسے وہ روایات جو اس ضمن میں طبری 'اخبار مکہ' فتوح البلدان اور کامل وغیرہ میں آئی ہیں۔ ان کا ہم ذکر کر چکے ہیں آپ موازنہ کر سکتے ہیں۔

الحاصل ان تمام حوالہ جات سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ یزید کے زمانہ کے واقعات پر گہری نظر ڈالی جائے اور دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کعبۃ اللہ کا جلنا اموی لشکر کی کارستانی نہیں۔ بلکہ اکثر روایات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حادثہ جناب ابن الزبیرؓ کے لشکریوں کی وجہ سے پیش آیا اور یہ کہ بنو امیہ کا لشکر اس سے بری الذمہ ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ
وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَ
الْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ
پنج تن پاک
اور
حق چار یار
مؤلف
شیخ التفسیر والحدیث
حضرت مولانا علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

پنج تن پاک اور حق چار یار

سوال: پنج تن پاک اور حق چار یار کی اصطلاحات کا استعمال شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟
(مفتی عظمت شیر پوہلانہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ)

جواب: پنج تن پاک عرفِ عام میں جب کہ اہلِ تشیع کا پروپیگنڈا غالب اور عوام وجہال رسمی مسلمانوں اور نام کے اہل السنت والجماعت کے قلوب پر بہت زیادہ اثر کیے ہوئے ہے، اس لفظ کا اطلاق ہمارے یہاں عموماً ان پانچ ہستیوں پر کیا جاتا ہے
① خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ② امیر المومنین سیدنا علی بن عبد مناف (ابی طالب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ ③ بنتِ رسولؐ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ④ امیر المومنین سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما ⑤ شہیدِ کربلا سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما۔ جو کہ کسی طرح شرعی دلائلِ حقہ سے ثابت نہیں۔ ویسے بھی "پنج تن پاک" فارسی زبان کا لفظ ہے، عربی نہیں کہ اسے قرآنِ پاک سے تلاش کرنے کی زحمت گوارا کی جائے اور نہ ہی صحاح ستہ و دیگر کتبِ احادیث میں اس کا کہیں ذکر ملتا ہے۔ نیز اس لفظ کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ مذکورہ پانچوں ہستیاں تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے صرف ایک ہستی یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول ہیں، اس لیے قبل از بلوغ و بعد از بلوغ، اسی طرح قبل از بعثت و بعد از بعثت وہ معصوم اور صغائر و کبائر سب طرح کے گناہوں سے پاک منزہ و مطہر ہیں۔ اور انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ دوسری کسی ہستی کو معصوم اور گناہوں سے پاک نہیں کہا جا سکتا اگرچہ کوئی نبی زادہ یا نبی زادی

ہی کیوں نہ ہو۔ اور جہاں تک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے معاملہ کا تعلق ہے تو جب تک یہ حضرات نابالغ تھے تو ان کو معصوم کہا جاسکتا تھا لیکن بعد از بلوغ ان کو معصوم نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ علماء حق فرماتے ہیں کہ ان کو محفوظ کہہ سکتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معصوم اور محفوظ کی اصلاحوں میں فرق ہے۔ اور اسی طرح حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی معصوم نہیں بلکہ محفوظ کہہ سکتے ہیں؛ نیز اس اصلاح کے ضمن میں دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تذلیل و تحقیر اور توہین کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس اصطلاح کے محرک و موجد کا مقصد وحید اس کا مخالف مفہوم لے کر دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پلید، نجس اور ناپاک کہنا ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں کا شعار ہے کہ اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے بعد کہتے ہیں اَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ وَ قَاتِلَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَخَلِيْفَتُهٗ بِلَا فَصْلٍ اور اصل میں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین صرف علی ہی ہیں، شیخینؓ اور حضرت عثمانؓ امیر المؤمنین نہ تھے بلکہ غاصب تھے۔ اور امام المتقین سے بھی اسی طرح مفہوم مخالف لیتے ہیں، مقصد یہ ہوتا ہے کہ شیخینؓ اور حضرت عثمانؓ امام المتقین نہ تھے۔ بلکہ امام الضالین المضلین تھے۔ اور قاتل المشرکین سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ دیگر صحابۂ کرامؓ قاتل المشرکین نہ تھے۔ اور علی ولی اللہ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ باقی سب عدو اللہ تھے۔ اور خلیفۃ بلا فصل کہنے کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ شیخینؓ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین خلیفہ نہ تھے بلکہ ان کا غاصبانہ تسلط و اقتدار تھا۔ نعوذ باللہ من ھذہ الاباطیل۔ نیز در پردہ یہ مفہوم مراد لیا جاتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں جن کے دو صاحبزادے تھے۔ اور سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہن نہ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں تھیں اور نہ ان کی کوئی اولاد یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے نواسیاں تھے۔ جو بالکل حقیقت واضحہ اور ان کی اپنی کتب کے بھی خلاف ہے۔ جیسا کہ کافی کلینی، تہذیب الاحکام و حیات القلوب

وغیرہ کتب شیعہ سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے۔ اور اب اگر ان کو کتب مذکورہ کے حوالے سے دیگر بناتِ رسولؐ کا ذکر دکھایا جائے تو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں سُنّیوں نے دسیسہ کاری کر کے اس قسم کی باتیں لکھ دی ہیں۔ حالانکہ دسیسہ کاری کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ اپنی کتب مسلمانوں کی نظروں سے چھپا کر رکھنے کا اہتمام کرتے تھے کسی مسلمان کو اپنی کتابوں کی خبر نہ دیتے تھے تو اہلِ سُنّت مسلمان ان میں تدسیس کیسے کر سکتے تھے۔ پھر دورِ حاضر کی کتابوں میں بھی دخترانِ رسولؐ کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً ایران کا متعصب شیعہ حسن عمید اپنی کتاب فرہنگ عمید میں سیّدہ رقیہ و سیّدہ اُمِّ کلثوم کے ناموں کے متعلق توصاف لکھتا ہے نام دخترِ رسول۔ دیکھیے فرہنگ عمید ص ۱۱۲۱ و ۱۱۲۹۔

اور جہاں تک لفظ پنج تن کا تعلق ہے تو اس سلسلے اتنی بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ یہ اصلاح صرف شیعوں کے یہاں ہی مستعمل نہیں ہے گو لفظ پنج تن نہ سہی بات پانچ اجسام کی ہے۔ یعنی ایسی پانچ ہستیاں جن کو مقرب بارگاہِ الٰہی اور غائبانہ پکار کے لائق سمجھا جاتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے شرک قرار دیا ہے اور اسی شرک کی تردید اور توحید کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں انبیاء کرامؑ کو مبعوث فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا

یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے ہماری بارگاہ میں عرض کی کہ اے میرے رب! ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور ان نابکار لوگوں کے کہنے پر چلے ہیں جن کو ان کے مال و اولاد نے فائدہ کی بجائے اُلٹا ان کے نقصان اور خسارے میں مزید اضافہ ہی کیا ہے اور انھوں نے میرے ساتھ بڑے بڑے فریب کیے ہیں۔ اور وہ ایک دُوسرے کو کہتے ہیں کہ اپنے ان پانچ معبودوں کو پکارنا ہرگز نہ چھوڑو۔ نہ ① وَدّ کو

نہ ② سواع کو، نہ ③ یغوث کو، نہ ④ یعوق کو، اور نہ ہی ⑤ نسر کو اپنی حاجات میں غائبانہ پکارنا چھوڑو۔ اور یہ لوگ ایسی ایسی باتیں لوگوں کو سمجھا سکھا کر بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہیں۔ اور اے ہمارے رب! ان ظالموں کو گمراہی میں اور بڑھنے دے تاکہ بالآخر مستوجب سزا ہوں۔ چنانچہ اپنی ہی شرارتوں کی وجہ سے ان کو غرق کردیا گیا اور پھر ان کو دوزخ میں ڈال دیا گیا۔ پھر ان کو اپنے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کہیں سے کوئی امداد کرنے والے بھی میسر نہ آئے (۷۱: ۲۱ تا ۲۵)

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ اُن پنج تنوں کا ذکر فرمایا ہے جن کو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم لائق پرستش سمجھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اس قوم کی اصلاح پر مامور فرمایا تو حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو (۹۵۰) سال تک تبلیغ کرتے رہے۔ مگر وہ لوگ نہ مانے اور حسب دستور پنج تن کی پوجا کرتے رہے۔

پنج تن کی پکار ابتداءً کیسے شروع ہوئی

بخاری شریف ص ۷۳۲ میں ہے کہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر یہ سب اہل اللہ اور نیک و صالح بزرگ تھے جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اور جب یہ بزرگ صالحین وفات پا گئے تو ان کی قوم کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ یہ بزرگ جہاں جہاں عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے ہیں اُن مقامات پر ان بزرگوں کی مُورت بنا کر رکھو، اور ان مورتیوں کا نام بھی ان بزرگوں کے نام پر رکھا جائے۔ لوگوں نے یادگار کے طور پر ایسا ہی کیا، لیکن اس موقع پر ان مورتیوں کی عبادت نہیں کی گئی۔ بلکہ وہ مورتیاں محض یادگار کے طور پر قائم کی گئیں، اور یہ مورتیاں اپنے مسمّٰی کی صورت پر تھیں۔ اور پھر جب ان بزرگوں کی یادگار کے طور پر مورتیاں بنانے والی یہ نسل مر گئی اور ان کے بعد مدّتِ دراز گزر گئی اور نئی نسل کے لوگوں کو ان مورتیوں کی اصلیت کا علم نہ رہا تو اس نئی نسل کے جاہلوں نے ان یادگاروں کے ساتھ وہ وہ تعظیمی

کام شروع کردیے جن کا تعلق عبادت سے ہے۔ یہ روایت جس کا مفہوم یہاں بیان کیا گیا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت قتادہؒ، ضحاکؒ، عکرمہؒ اور ابن اسحاقؒ وغیرہم سے بھی مروی ہے۔

نیز ابن جریرؒ نے حضرت محمد بن قیس تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وہ صالح اہل اللہ تھے جو سیدنا حضرت آدم اور سیدنا حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیان والے دور میں ہوگزرے ہیں۔ ان بزرگوں کے مُریدین ان کی زندگی میں عبادت و ریاضت وغیرہ اُمورِ دینیہ میں ان کی پیروی اور اقتدا کیا کرتے تھے۔ پھر ان بزرگ ہستیوں کے فوت ہوجانے کے بعد ان بزرگوں کے مُریدین وخلفاء کہنے لگے کہ اگر ہم اپنے پیروں اور شیوخ کی تصاویر بنا کر سامنے رکھ لیں اور ان بزرگوں کی تصویروں کی زیارت کیا کریں گے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زیادہ مزہ آئے گا اور عبادت کا شوق بڑھے گا۔ پس ان مُریدین نے اسی نیت و ارادے سے پتھروں پر اپنے پیروں کی تصویریں بنائیں۔ پھر جب یہ لوگ بھی مر گئے اور کافی عرصہ گزر گیا تو ابلیس نے بعد میں آنے والی نسلوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تمہارے بزرگ ان پیروں کی مورتیوں کی تعظیم کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ انہیں بارش دیتا تھا۔ یعنی ان لوگوں میں مشہور تھا کہ وہ بزرگ لوگ جن کی یہ مورتیاں بنی ہوئی ہیں جب یہ دُعا کرتے تھے تو بارش ہوتی تھی۔ پس ابلیس نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ تمہارے باپ دادا جب ان مورتیوں کے سامنے التجا کرتے تھے تو بارش برستی تھی یعنی وہ ان کے آگے التجا کرتے تھے اور یہ پیر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اب بھی دُعا کرتے ہیں تو بارش ہوتی ہے۔ لہٰذا تم بھی انہی کے سامنے التجا کرو اور ان کی تعظیم کرو تو تم کو بھی ملے گا۔

نیز مفسر ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے سوا دُوسروں یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو اپنے عقیدہ

میں حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز سمجھا اور اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت نوحؑ علیہ السلام سے اختلاف کیا۔ آخر کار پانی میں غرق ہوکر برزخی آگ میں داخل کیے گئے۔ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جن پنج تن کا کچھ وجود سمجھتے تھے، یعنی اللہ تعالیٰ کے ان پیارے ولیوں ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو اپنا کارساز سمجھتے تھے ان پنج تن میں سے کسی ایک کو بھی کارساز نہ پایا کہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچتا اور ان کو عذابِ الٰہی سے بچاتا۔ اور جو لوگ پنج تن کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کو کارساز سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں بچالیا۔

یاد رہے کہ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا میں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے مراد یہی پنج تن یعنی ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر ہیں۔ جو اولیاء اللہ، خدا رسیدہ اور بزرگ وصالح ہستیاں تھیں۔ محض بُت مُراد نہیں ہیں، جیسا کہ امام بخاریؒ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔

مذکورہ بالا پنج تنوں کے علاوہ اہلِ عرب کے ہاں اور بھی کئی پیغمبروں اور اولیاء اللہ کی مورتیوں کی تعظیم و پرستش جائز سمجھی جاتی تھی۔ ان میں سے چند مشہور ہستیوں کا مختصر تعارف اور ان کی مورتیوں کا اجمالی تذکرہ بھی اس مقام پر کر دینا مناسب اور مفید سمجھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم و اسماعیل

قریش مکہ نے سیدنا حضرت ابراہیم و اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام جیسی اولوالعزم ہستیوں کی مُورتیاں بھی بنائی ہوئی تھیں اور ان کے ہاتھوں میں اس قسم کی لکڑیاں پکڑائی ہُوئی تھیں جس قسم کی لکڑیوں سے قبیلہ قریش کے لوگ فال نکالنے کا کام لیتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی ان مورتیوں کو گرایا تھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ان مشرکین پر تعجب ہے کہ یہ کم بخت خوب جانتے تھے کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے کبھی پانسہ نہیں پھینکا پھر بھی یہ حرکت کر رکھی تھی۔

لات بابا ستو والا

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنداً روایت کیا ہے کہ لات ایک (بزرگ) شخص تھا جو حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔ قریش اس کے نام کی قسم کھالیتے تو اسے ہر حال میں پورا کرتے تھے۔

ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ اور ربیع بن انسؒ سے مروی یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ "لات بابا" مر گیا تو اس کی قبر پر چڑھاوے چڑھائے جانے لگے۔ رفتہ رفتہ اس کی صورت کا بت بنا کر یہ تصور قائم کر لیا گیا کہ لات بابا کی روح پتھر کی اس مورتی میں حلول کر گئی ہے۔

مائی عزیٰ فتح کی دیوی

یہ بی بی ایک بوڑھی مائی تھی۔ قریش کے دلوں میں اس مائی کی بڑی عظمت و شان تھی۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام سے پہلے حالتِ کفر میں خیال کیا تھا کہ ہمیں غزوۂ اُحد میں اسی مائی عزیٰ کی مدد سے فتح حاصل ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں قبیلۂ قریش کے لوگ "لات بابا" کی طرح "مائی عزیٰ" کے نام کی قسم کھایا کرتے تھے اور اس قسم کو ہر حال میں پورا کیا کرتے تھے۔

منات بی بی

یہ بھی ایک عورت تھی۔ عرب کے مشہور قبیلے خزاعہ، اوس اور خزرج کے علاوہ دیگر قبائلِ عرب بھی قبولِ اسلام سے پہلے عہدِ جاہلیت میں "منات بی بی" کی پوجا کرتے تھے۔ اور سمندر کے متصل کے ایک گوشے میں مقام قدید پر منات بی بی کی مورت نصب کی ہوئی تھی۔ اور اس بی بی کی تعظیم میں وہ اقوام عرب حج اللہ کا احرام بھی منات بی بی کی مورتی کے مقام پر پہنچ کر باندھتے تھے۔

ہُبل، اولاد رزق اور صحت کا دیوتا

اس کے متعلق بھی یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ بھی کوئی پتھر کا نام نہیں تھا بلکہ ہبل اور اس طرح کے دیگر سینکڑوں بت بھی آدمیوں ہی کے تھے۔ مشہور مفسر قرآن

سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مواہب الرحمٰن پ۳۰ ص ۷۸۹ میں تحریر فرمایا کہ ہبل کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ایک آدمی تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تھا پھر وقت مقدر پر اس کو موت دے دی۔ مشرکوں نے ایک پتھر تراش کرکے رکھا اور کہا کہ یہ ہمارا ہبل ہے۔ اور اپنے زعم میں کہا کہ اے ہبل تم اس پتھر میں آجاؤ۔ اور دعویٰ کرلیا کہ وہ آگیا۔ اور دعویٰ کیا کہ اس میں یہ قدرت ہے کہ ہم کو بیٹا، رزق اور صحت وغیرہ دیتا ہے اور اگر کوئی اہم کام ہوا تو خدا کو اطلاع کرتا ہے اور وہاں سے مدد لے کر دلاتا ہے۔ پھر ص ۷۹۰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مشرکین درحقیقت اس پتھر یا صلیب کو سجدہ کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس چیز میں فلاں میت کی روح سما گئی۔ جیسا کہ اس زمانے میں تعزیہ والے، جب تک وہ ٹھاٹھ بنانے والے کی دکان پر ہے تب تک بے قدر ہے اور جب اس کو خریدا تو اس وقت سے اپنا تصور جمالیا اور اس کو ادب سے سلام کیا اور تاشے باجے کے ساتھ لے چلے۔ اور یہ سب ان لوگوں کے خیالات ہیں۔ اور جن لوگوں کا نام لیتے ہیں کہ وہ اس میں آگئے یا اس سے تعلق حاصل ہوگیا۔ وہ لوگ بالکل بری ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ۔ محل قدس یعنی آسمان دوم یا جنت میں ہیں، اور نادانوں کے کہنے سے وہ اس چیز میں نہیں آتے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی جانب سے ہدایت کرتا ہے۔

اساف و نائلہ

کتاب السیر کے حوالے سے سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر مواہب الرحمٰن پ۲ ص ۲۷ میں تحریر فرمایا ہے کہ اساف و نائلہ عورت و مرد تھے، اور قریش میں بہت نیک مشہور تھے۔ ان دونوں نے کعبہ کے اندر باہم زنا کیا، پس مسخ کرکے پتھر کردیئے گئے۔ پس قریش نے (کعبہ کے اندر سے نکال کر) ان کو کعبہ کے سامنے رکھ دیا تھا تاکہ لوگ ان کو دیکھ کر عبرت پکڑیں۔ پھر جب زمانہ دراز گزر گیا تو ذریات اولاد ان کی پرستش کرنے لگے۔ پھر دونوں کو صفا و مروہ

پر اُٹھا لائے اور یہاں نصب کیا اور صفا و مروہ کی سعی میں انھیں کو اِستلام کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو عمرو بن لحی نے صفا مروہ پر لا کر رکھا تھا اور شعبیؒ نے کہا کہ صفا پر اساف تھا اور مروہ پر نائلہ تھی۔ اور جاہلیت میں لوگ طواف میں انھیں دونوں کو چوم کر جاتے تھے۔

کنیسہ ماریہ (کلیسا) کی تصاویر صالحین

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ انھوں نے ملک حبشہ میں کنیسہ دیکھا جس کو کنیسہ ماریہ کہتے تھے اور اس میں بکثرت تصویریں تھیں تو اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان ذٰلك اذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجدا وصوروا فيه تلك الصور واولئك شرار الخلق عند الله يوم القيامة کہ یہ لوگ ایسے تھے کہ ان میں جب کوئی مرد صالح فوت ہوجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا کر اس میں یہ تصویریں نقش کر دیتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بدتر ہوں گے۔ (بخاری ص ۶۱-۶۲)

یسوع مسیح

یہ اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم رسول اور صاحب کتاب پیغمبر تھے۔ یہودیوں نے آپؑ کو بہت تکلیفیں پہنچائیں اور مقدمہ قائم کر کے ان کو صلیب کی سزا کا مستحق قرار دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ ہی آسمانوں پر اُٹھا لیا اور قوم کو شبہے میں مُبتلا کر دیا۔ بعض نے کہا کہ وہ صلیب پر مقتول ہوگئے اور تیسرے روز مُردوں میں سے جی اُٹھے اور آسمانوں پر چلے گئے۔ اور ان کے خیال میں جس صلیب پر انھوں نے جان دی تھی بطور علامت اس کی شبیہ گھروں، عبادت گاہوں اور اپنے گلے میں لٹکاتے ہیں۔ بعض نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کی مورتیاں یا تصاویر گھروں وغیرہ میں آویزاں کرتے ہیں، جن کے سامنے مراسم پرستش بجا لاتے ہیں۔

اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (خداوند باپ) نے اپنے اکلوتے بیٹے کو آسمانی مقاموں پر سرفراز کیا اور ہر طرح کی حکومت، اختیار، قدرت، ریاست اور ہر ایک نام سے اس کو بلند و بالا کیا اور سب کچھ اس کے پاؤں تلے کر دیا اور اسی کو سب چیزوں کا سردار بنایا گیا اور وہی ہر طرح سے سب کا معمور کرنے والا ہے (افسیوں ۱:۲۰-۲۳)

نیز کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ آسمان و زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ (متی ۱۸:۱۸)

نیز یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ باپ یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی عدالت نہیں کرتا، بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے سپرد کر دیا ہے۔ سب لوگ بیٹے (یسوع) کی عزت کریں جس طرح باپ (اللہ تعالیٰ) کی عزت کرتے ہیں۔ جو بیٹے کی عزت نہیں کرتا' وہ باپ کہ جس نے اُسے بھیجا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) کی عزت نہیں کرتا۔ جس طرح باپ مُردوں کو اُٹھاتا' اور زندہ کرتا ہے اسی طرح بیٹا بھی جنھیں چاہتا ہے زندہ کرتا ہے۔

نیز کہتے ہیں کہ ہمیں یسوع نے یہ تعلیم دی ہے کہ باپ (اللہ تعالیٰ) مجھ میں اور میں باپ میں ہوں۔ میں اور باپ ایک ہیں۔ یسوع نے کہا کہ میں تم کو سچ کہتا ہوں کہ بیٹا آپ سے (یعنی خود اپنی مرضی سے) کچھ نہیں کر سکتا' سوا اس کے کہ جو باپ کو کرتے دیکھتا ہے۔ آپؑ کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔ مسیح خدا کے ساتھ ایک ہے' اور جو خدا کے ساتھ ایک ہے وہ خود خدا ہے۔ خداوند المسیح تو جلال کا بادشاہ اور خداوندوں کا خدا ہے۔ (ماخوذ از الوہیتِ مسیح)

نیز اسی کتاب میں بحوالہ انجیلِ مقدس یہ اعتقادات بھی درج ہیں کہ وہ تمام پیغمبروں، رسولوں، نبیوں، مرسلوں، ولیوں، قطبوں' ابدالوں اور اوتاروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ کلمۃ اللہ ہے، خالق ہے، مظہر اللہ ہے، آدم ثانی ہے۔ جو بغیر باپ کے پیدا ہُوا ہے۔ وہ حی و قیوم ہے۔ کُل ملائک اور بنی نوع انسان کا

معبود ہے۔ وہ خدا کی رحمت ہے۔ وہ ذبیح اللہ ہے۔ وہ ہی واحد شفیع برزخ، وسیلہ درمیانی اور نجات دہندہ ہے۔ وہ واحد زندگی بخشنے والا، قادرِ مطلق ہے۔ وہ قدرتِ کاملہ کا مالک اور سرب شکتی مان ہے۔ اور وہ حاضر کل، ناظر کل، عالم کل، عقل کل کا مالک اور عالم الغیب ہے۔ اور وہ لا مبدل ہے اور ہمیشہ یکساں ہے۔ اس کی نبوت کامل، افضل اور اعلیٰ ہے۔ وہ خود بھی اکمل، افضل اور اعلیٰ ہے۔ نبی کے کام کا ایک ضروری حصہ ہے کہ وہ خدا کو مشورہ دے سکے۔ وہ نبی تھا۔ (الوہیت مسیح)

اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ انجیل میں اس نبی کی بابت بہت کچھ قلمبند ہے اس نے ایک نبی کی طرح اپنے لوگوں کو تعلیم دی اور نبی کا طریق بھی استعمال کیا، اور اپنے اختیار کو بھی استعمال کیا۔ وہ کل عالموں سے بیشتر تھا اور ابد تک رہے گا اور اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ سب باتوں کو جانتا ہے۔ اور وہ سمندر کی مچھلیوں سے بھی واقف تھا۔ خداوند اپنے پکڑنے والے کو بخوبی جانتا تھا۔ اور وہ نہ صرف انسان کے موجودہ خیالوں سے آگاہ تھا بلکہ آنے والے واقعات کو اچھی طرح جانتا تھا، وہ نہ صرف اپنے قریب والے انسان کے حالات سے آگاہ ہوتا تھا بلکہ جو لوگ کوسوں دور ہوتے تھے ان کا بھی اس کو علم تھا کہ وہ کیا کرتے تھے اور انسان کے مستقبل کے کاموں کو جو انھوں نے کرنے تھے بخوبی جانتا ہے۔ باپ نے بیٹے کو اس لیے اختیار دیا ہے کہ وہ آدم زاد ہے (ملخصاً از الوہیت مسیح)

اس کے علاوہ مسیحیوں کی کتاب "حقیقی عرفان" میں ہے کہ آدم ثانی (حضرت نوح علیہ السلام مراد نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں) میں الوہیت بھی تھی اور انسانیت بھی۔ خود مسیح ان (اپنے ایماندار بندوں) کے محافظ اور نگہبان ہیں۔ خدا نے دوسرے آدم کو جس میں پہلے آدم کی طبیعت کا کچھ بھی اثر نہ تھا، بلکہ ذاتِ الٰہی سے متصف اور اس کی عین ذات کا عکس اور پرتو تھا، بھیجا، تاکہ ابدالآباد تک زمین پر حکومت کرے۔ باپ نے بھی اس سے خوش ہو کر ساری حکومت، اختیار، قدرت، بادشاہت اور انصاف اس کے ہاتھ میں دے کر اس کو ہمارا بادشاہ بنا دیا۔

خدا باپ نے بھی خوش ہوکر اس کو زمین کا کل اختیار دے دیا۔ اور عدالت بھی اُسی کے ہاتھ میں سونپ دی، آدم زاد ہوتے ہُوئے وہ آدمیوں کا انصاف کرے۔ خدا نے اسی مسیح کو کل اختیار دے کر آسمان پر سرفراز فرمایا۔ مسیح باختیار خود قدرت دکھاتا رہا۔ وہ قادر مطلق تھا۔ یعنی باعتبار الوہیت وہ ہر طرح صاحب قدرت تھا۔ اپنے اختیار سے سب کچھ کرتا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو خُدا کے برابر کہا۔ وہ عالم الغیب بھی تھا۔ وہ آپ جانتا تھا کہ انسان کے دل میں کیا کیا ہے۔ مسیح نے کہا گردوں اور دلوں کا جاننے والا میں ہوں۔ عالم الغیب خدا نے ذاتی طور پر خداوند یسوع المسیح پر یہ سب باتیں منکشف کر دی تھیں۔ کیونکہ وہ خدا میں سے خدا، نور میں سے حقیقی نور ہے۔ جب کوئی شخص اپنے گناہوں سے شرمندہ ہوکر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور خداوند یسوع مسیح سے امداد طلب کرتا ہے، تب خداوند تعالیٰ اس پر فضل کرتا ہے اور اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس صورت میں خداوند یسوع مسیح کی رُوح اس شخص کی طرف توجہ فرماتی ہے۔ استعانت مسیح کی عین استعانت اللہ پاک کی ہے، یہ مسیحیوں کا عقیدہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام سے مدد مانگتے ہُوئے کہتے ہیں، اے خداوند یسوع مسیح! میری مدد کر۔ اے خداوند ابن داؤد! ہم پر رحم کر۔ اے خداوند! اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کرسکتا ہے۔ نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ جو اس مسیح کو پکارتے ہیں ان کے لیے وہ رحم اور شفقت سے معمور ہے۔ وہی سب کا خداوند ہے اور اپنے سب دُعا کرنے والوں کے لیے فیاض ہے۔ جو کوئی خُداوند یسوع کا نام لے گا نجات پائے گا۔

نیز مسیحی حضرات سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگنے کے علاوہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم خدا پر ایمان رکھیں۔ ہمیں اس سے ڈرنا چاہیے۔ ہمیں اس کے حکموں پر عمل کرنا چاہیے۔ ہمیں اس پر بھروسہ رکھنا چاہیے ہمیں اس کی پرستش کرنی چاہیے۔ ہمیں اس کا شکر علانیہ اور پوشیدگی میں کرنا چاہیے۔ نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ کاش ہم ہمیشہ خداوند یسوع المسیح کے ساتھ رہ کر

اس زندگی کو پاویں جس کے دینے کا وعدہ خداوند یسوع المسیح نے اپنے بندوں سے کیا ہے۔ (ملخصاً از حقیقی عرفان)

اب چونکہ سطورِ بالا میں یسوع مسیح سے مدد مانگنے کا ذکر آیا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کچھ اشارۃً اس کا ذکر بھی ہوجائے۔ گو کہ مسئلہ استعانت الگ موضوع ہے اور اس کا بیان الگ ہی ہونا چاہیے لیکن سرِراہ ہم اتنا بتلاتے چلیں کہ فیصل آباد میں شیعوں کا ایک "ایمان بنگاڑہ" ہے محلہ ڈھکپورہ میں کوتوالی روڈ پر۔ اس کے شرقی جانب انھوں نے گزشتہ سال ایک مینار تعمیر کیا ہے جس پر انھوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق تمام ائمہ کرام کے نام لکھے ہیں اور اسی طرح تمام مشہور پیغمبروں کے نام بھی لکھے ہیں۔ اور ہر نام کے شروع میں حرفِ ندا یا لکھ کر آخر میں مدد کا لفظ لکھا ہے۔ مثلاً یا آدم مدد، یا شیث مدد، یا نوح مدد، یا ابراہیم مدد یا اسماعیل مدد، یا اسحاق مدد، یا لوط مدد، یا موسیٰ مدد، یا المسیح مدد وغیرہ وغیرہ۔ اور اسی طرح یا علی مدد، یا حسن مدد، یا حسین مدد وغیرہ۔ لیکن ان بدبختوں نے جہاں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہے تو اس کے ساتھ نہ حرفِ ندا یا ہی لگایا اور نہ مدد۔ اور تعجب کی بات ہے کہ آج تک کسی نے اس شر انگیزی و فتنۂ عظیمہ کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔

بہر حال تمام غیور مسلمانوں اور پاکستان کی حکومت کو چاہیے کہ فیصل آباد کے اس "مینارۂ شرک" کے انہدام کا انتظام کیا جائے۔

چونکہ یہاں پر پنج تن سے متعلق بات ہو رہی ہے اس لیے اصل موضوع کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ قدیم اصطلاح ہے۔ مختلف ادوار میں دنیا کی مختلف قوموں کے پنج تن جو ہمیں معلوم ہو سکے ہیں، ان میں سے سب سے پہلے پنج تن تو وہی ہیں جو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرماتے ہیں۔ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ان پنج تنوں کی پرستش قومِ نوح سے شروع ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور تک ہوتی رہی۔
ان پنج تن کے علاوہ بعض دیگر اقوام کے پنج تن ذیل میں درج کیے جاتے ہیں؛

مختلف اقوام کے دیومالائی پنج تن

① قوم سمرین کے پنج تن: ان لیل، ان کی، ننتا، اتو، ماما۔
② قوم اکادی کے پنج تن: ننگے، سوکے، ہیتا، اردکو، ادو۔
③ اہل بابل کے پنج تن: شمس، سنی، نیبو، امرتوک، انی۔
④ اشوریوں کے پنج تن: اشور، انو، بعل، ہیا، ودل۔
⑤ قدیم مصریوں کے پنج تن: ایزیس، ہورس، اسلیس، را، اتیم۔
⑥ چینی قوم کے پنج تن: یانگ، آسمان، سورج، چاند، ہوا۔
⑦ ہندوؤں کے پنج تن: پاربتی، ہری ہرا، برہما، وشنو، مہیش ریشو۔
⑧ رام بھگتیوں کے پنج تن: رام، لچھمن، لوو، کیشو، سیتا۔
⑨ قدیم ایرانیوں کے پنج تن: امورا مزدا، انگرمینو، آتش، آفتاب، زمین۔
⑩ یونانیوں کے پنج تن: زیوس، پوزیدان، ایرش، اپولو، ڈیمٹر۔
⑪ رومیوں کے پنج تن: مرکری، اپالو، سیروفا، بیلی کش، سرنونو۔
⑫ ٹیوٹانیوں کے پنج تن: تھور، وریون، فریج، بالدور، فریر۔
⑬ بالویوں کے پنج تن: پرکوس، ایڈگوسٹ، سوان، دولوس، ڈیمی ودل۔
⑭ بابلی اہل فلکیات کے پنج تن: عطارد، زہرہ، تھرسا، مشتری۔ زحل۔

مذکورہ بالا پنج تنوں میں کچھ انسان مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ دیگر اشیا جن میں چاند، سورج، زمین، آسمان اور ہوا کے علاوہ کچھ سیارے بھی شامل ہیں یہ قومیں ان کو لائق پرستش سمجھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے صرف مِنْ دُوْنِ اللہ کے لفظ سے ان تمام کے معبود اور لائق پرستش ہونے کی نفی فرمادی ہے۔

رسمی مسلمان پنج تن کی پکار کی ترغیب کس طرح دیتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے!

آج کی رات مل کر دعا مانگ لو　　　آج کی رات ہر مدعا مانگ لو
جو بھی مانگو گے مل جائے گا آپ کو　　　وا در پنج تن آج کی رات ہے

آپ کے خیال میں آرہا ہوگا کہ مذکورہ شعر شیعہ کہلانے والے کسی رسمی مسلمان کے ہوں گے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ شعر صوفیوں کے مشہور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے تعلق رکھنے والے پیر صاحب کے ہیں، جو خود کو سُنّی کہلانے کے علاوہ پیر طریقت اور رہبر شریعت بھی کہلاتے ہیں۔ ان کا نام محمد فاروق اقبال ہے اور رحمانی پیر کے عُرفی نام سے معروف ہیں، عام طور پر کوزہ گروں کو رحمانی کہا جاتا ہے جیسا کہ بافندے انصاری کہلاتے ہیں۔ خیر ذات پات میں کیا رکھا ہے۔ ہمیں اس سے کیا مطلب۔ بات تو ہم کر رہے تھے ان رحمانی پیر صاحب کی جو کہ آستانہ عالیہ رحمانیہ فاروقیہ نقشبندیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد کے سرپرست اعلیٰ ہیں۔ عام سادہ لوح مُسلمان ان کی شکل وصُورت اور ان کے نعروں سے اندازہ لگاتا ہے کہ یہ سُنّی مسلمان ہوں گے اور ان کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ شیعہ ہیں اور سادہ لوح سُنّیوں کو پہلے تفضیلیت کا درس دیتے ہیں، کیونکہ تفضیلیت اہلِ سُنّت مسلمانوں کو شیعیت کی طرف لانے کی پہلی سیڑھی کا کام کرتی ہے۔ اور تفضیلیت کے لیے سب سے پہلے پنج تن پاک، اہلِ بیتِ رسول کے مناقب اور کربلا کے جھوٹے سچے واقعات کے ذریعے پھانسا جاتا ہے۔ اور اس قسم کی باتیں اگر کوئی شیعہ اپنی اصل شکل میں بیان کرے تو کام نہیں بنتا، اس لیے ان کو بہروپ دھار کر سنی مُسلمان کی شکل بنانی پڑتی ہے تب کہیں ان کا مقصد پورا ہوتا ہے۔

یہ حضرات بعض اوقات امام مسجد اور پیش نماز بن کر بھی جمہور اہل سُنّت کی مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے اور اس طرح اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ ایک مشہور شیعہ مشنری لقا حیدری بدایونی (ف ۱۹۶۴ء) اپنی خود نوشت سرگزشت میں لکھتے ہیں: رنگون کی مجالس کے سلسلہ میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پہلے دن چاندو صاحب (مہتمم مجالس) نے فرمایا کہ بنگالی مسجد کے امام چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر سے قبل کچھ بیان کریں۔ میں نے

منظور تو کرلیا لیکن یہ اندیشہ ہوا کہ اگر انھوں نے کچھ ہمارے عقیدے (شیعی مسلک) کے خلاف بیان کیا تو مجبوراً جواب دینا پڑے گا۔ بہرحال وہ جناب مجلس میں تشریف لائے۔ ان کا حلیہ یہ تھا، بہت لانبی داڑھی، عبا و قبا و جبہ (دستارے مزین) لاٹھا عصا ہاتھ میں، متعدد رنگ برنگ کی تسبیحیں گلے میں ڈالے۔ لوگ تعظیم کو کھڑے ہوئے، میں نے بھی تعظیم کی دُعا دی۔ چند منٹ کے بعد منبر پر تشریف لے گئے۔ پہلے ایک فارسی قصیدہ حضرت امیرالمومنین (علیؓ) کی شان میں شمس تبریزیا کسی دوسرے نامی صُوفی کا پڑھا۔ پھر چند منٹ کچھ فضائل اہلِ بیت اور خاتمہ پر جناب علی اصغر کی شہادت بیان کی۔ تقریر کے بعد کہنے لگے: میں تقریر کرنے نہیں آیا تھا، صرف حیدری صاحب کا بیان سُننے آیا ہوں۔ وہ منبر سے اترے اور میں نے ایک گھنٹے کے قریب فضائل ومصائب حضرات اہلِ بیتِ اطہار بیان کیے۔ لوگ بے حد متاثر ہوئے۔ ختمِ تقریر کے بعد مجھ سے گلے ملے اور میرے کان میں کہا، نجم الحسن سے کہ دینا کہ علی حسین ملا تھا۔ جب میں نے لکھنؤ پہنچ کر قبلہ وکعبہ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا تو بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ اور فرمایا، یہ مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہٗ کے شاگرد ہیں۔ (سرگزشت از لقا علی حیدری ص ۳۶، ۳۷)

اور یہ بھی یاد رہے کہ شیعیت کا پہلا زینہ تفضیلیت ہے۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کو شیخین السیدین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر من حیث الوجوہ فضیلت دیتے ہیں۔ پنج تن پاک اور چہاردہ معصوم کا عقیدہ رکھتے ہیں، ائمہ طاہرین کا دم بھرتے ہیں۔ اور کسی اہم کام کے ہونے کے لیے کہتے ہیں اللہ اور پنج تن پاک کرے تو ایسا ہو۔ اللہ اور پنج تن پاک کے حکم سے یہ کام ہُوا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول نے چاہا تو ایسے ہوگا۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی نہ بھولیے کہ شیعیت و تفضیلیت کا پرچار جس قدر متصوفین بناوٹی صوفیوں اور پیروں نے کیا ہے اتنا خود شیعوں نے بھی نہیں کیا۔

پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم نے ہندوستان میں مسلم فرقہ واریت ص ۵۶ میں تحریر

فرمایا ہے کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں تفضیلی عقائد کی نشر و اشاعت میں شاہ فخرالدین دہلوی (ف ۱۱۹۹ھ) نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔ وہ باقاعدہ شیعہ حضرات کو بیعت کرتے تھے۔ امام باڑے جاتے، ایک روپیہ نذر کرتے اور پانی کی سبیل لگاتے۔ بلکہ شیعہ لوگ ان کو شیعہ اور سُنّی ان کو سُنّی سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیزؒ نے شیعوں کے بیعت کرنے پر شاہ فخر صاحب پر اعتراض کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ شیعہ اس طرح (یعنی بیعت کرنے سے) سبّ وشتم اور تبرّا سے باز آجاتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات کسی حد تک درست ہو لیکن شیعوں کے دُوسرے معتقدات کی اشاعت بھی عام سُنیوں میں اسی اختلاط کی وجہ سے ہوئی اور عوام اہلِ سُنّت میں پنج تن پاک، ائمہ معصومین، چہاردہ معصومین، بارہ امام، امام ضامن، بی بی کی صحنک، (امام جعفر کے کونڈے) اور دُوسرے شیعہ معتقدات و معمولات نے جڑ پکڑی اور پھر اس کا نقطۂ عروج مراسم محرم اور تعزیہ داری کی شکل میں ظاہر ہُوا۔

ڈاکٹر ذاکر حسین اپنی کتاب "اردو مرثیہ اور شاہی سرپرستی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہندوستان (بشمول پاکستان و بنگلہ دیش) میں جن حضرات نے تصوّف کے پردہ میں تبلیغِ دین فرمائی ان کو تمام تر سُنّی المذہب قرار دینا غلط ہے۔ اس لیے کہ اثنا عشری اور اسماعیلی شیعہ بھی تصوّف کے بھیس میں ایران سے ہندوستان آتے رہے ہیں اور اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ (تصوّف کے بھیس میں سُنّی بن کر اور پیر کہلا کر) کرتے رہے ہیں۔ نزاری اور مستعلی اسماعیلیوں کی تبلیغ تمام تر تصوف کے پردے میں ہوئی ہے چنانچہ نزاریوں کے پیر صدرالدین اور حسن کبیرالدین اس سلسلہ میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ اثنا عشری علماء و مبلغین بھی تصوّف کے پردے میں ہندوستان میں تبلیغ کرتے رہے، جس کا ایک واضح اشارہ ابوالفضل نے بھی آئینِ اکبری میں کیا ہے۔

شیعیت اور تفضیلیت کی اشاعت میں جہاں متصوفین اور مصنوعی پیروں نے بڑھ چڑھ کر کام کیا ہے وہاں سلاطین، نوابوں اور امراء نے بھی اپنے اپنے انداز میں اس

سلسلہ میں نمایاں کردار ادا کیا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ لیکن جہاں ہر طرف اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مٹانے کی کوششیں ہو رہی تھیں؛ وہاں کچھ دلیر اور بہادر و نڈر علماء حق نے بھی توحید کی اشاعت کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ ان علماء حق کی فہرست بھی بڑی طویل ہے۔ یہاں اس کی گنجائش نہیں۔ صرف ایک نڈر اور بے باک عالم دین کا واقعہ لکھا جاتا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح جان ہتھیلی پر رکھ کر حق کی آواز کو بلند کیا۔

شیخ عبداللہ ملتانیؒ کا دہلی میں اعلانِ حق

تاریخ ہندوستان ج ۹ ص ۱۲۱، ۱۲۲ میں شمس العلماء مولوی ذکاء اللہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ فرخ سیر کے دور میں خانِ دوراں خان بخشی کے بھائی خواجہ محمد جعفر ایک متصوف (مصنوعی صوفی و پیر) تھے۔ ان کے حالات میں تحریر ہے کہ ان کے گھر میں ائمہ طاہرین کی منقبت میں قوالیاں گائی جاتی تھیں۔ بعض مریدین و معتقدین سلام کی بجائے زمین بوس آداب کرتے تھے اور ائمہ اثنا عشریہ کی منقبت گاتے تھے۔ ملتان کے ایک واعظ شیخ عبداللہؒ دارالسلطنت دہلی پہنچے تو انھوں نے اس رجحان پر گرفت کی اور کہا کہ: سجدہ سوائے معبودِ برحق (اللہ تعالیٰ) کے کسی کو سزاوار نہیں۔ اور سرود (قوالیوں) کا سننا بھی شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے۔ فقط حمد و منقبت اہلِ بیت کا سننا اور اصحابِ کبار (یعنی شیخین و عثمان وغیرہ رضی اللہ عنہم) کے اسم اور ذکر کا نہ ہونا اسلام کے آئین اور طریقہ سے دور ہے۔

اور شیخ عبداللہ ملتانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ) نے مسجد جامع (دہلی) میں جمعہ کے دن وعظ (کے دوران) کہا کہ: حضرت علیؓ داخل عبا نہیں ہیں۔ اور علوی کو سید نہیں کہہ سکتے۔ اور جن "پنج تن" کو "پاک" کہتے ہیں؛ اہلِ سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ کیا اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) "پاک" نہ تھے۔؟ (ماخوذ از مقدمہ پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم)

پنج تن کی اصطلاح کہاں سے آئی ؟

طبی اصطلاح میں ایک لفظ ہے "پنجانگ" اس کا مطلب ہے کہ کسی پودے کے پانچ انگ یعنی اجزا مثلاً پتے، پھل، پھول، جڑ اور چھال۔ اسی طرح ایک لفظ ہے "پنجپا" اسے "پنج پوڑ" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک پانی کا کیڑا ہے جو کہ شکل میں بچھو کے مشابہ ہوتا ہے اسے کیکڑا یا سرطان بھی کہتے ہیں۔ نیز ایک لفظ ہے "پنج شاخہ" اور اسے "پنجی" بھی کہتے ہیں، اس کی پانچ بتیاں ہوتی ہیں اور اس سے روشنی کا کام لیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک لفظ "پنجیری" ہے جو کہ ایک بھربھرا سا حلوا ہوتا ہے اور اس میں پانچ چیزیں ڈالی جاتی ہیں مثلاً سوجی، گھی، سونٹھ، گوند اور میوہ۔ اسی طرح "پنجمی" چاند کی پانچویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ اور "پنج ند" پاکستان میں وہ مقام جہاں پانچوں دریا باہم مل جاتے ہیں۔ اور "پنج آیت" سورۂ فاتحہ اور چاروں قل کو کہا جاتا ہے۔ "پنج سورہ" پانچ سورتوں کو کہتے ہیں۔ اور "پنج گانہ" پانچوں وقت کی نماز کو کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک لفظ ہے "پنج عیب شرعی" جو چوری، حرامکاری، شراب خوری، جُوا اور جھوٹ کو کہا جاتا ہے۔ اور لفظ "پنج تن" کا مطلب ہے "پانچ جسم" اور جب کہا جائے کہ "پنج تن پاک" تو عموماً اس کا مطلب ہوتا ہے "پانچ پاک اجسام" یعنی جو گناہوں سے پاک و معصوم ہوں لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو "پنج تن پاک" سے جو ہستیاں مراد لی جاتی ہیں تو ان کے علاوہ دُوسری تمام شخصیات کو اگر ناپاک نہیں تو اور کیا کہا جائے گا۔ لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ پاک سے مُراد ہے گناہوں سے معصوم۔ اور واقعی اگر یہ معنی معصوم ہیں تو چودہ معصوموں کا عقیدہ کہاں جائے گا ؟

بہرحال لفظ "پنج تن" پانچ اجسام کے معنوں میں فارسی الفاظ سے بنایا گیا ہے۔ اس کے باوجود ۱۱۴۴ صفحات پر مشتمل ضخیم فارسی لغت کی کتاب فرہنگِ عمید میں یہ لفظ سرے سے لایا ہی نہیں گیا، جبکہ اس کا مصنف

ایک خالص ایرانی شیعہ حسن عمید ہے۔ جس سے صاف پتا چلتا ہے کہ یہ لفظ ایرانی شیعوں کا ایجاد کردہ نہیں ہے۔ البتہ یہ لفظ پاکستان کی مطبوعہ کتب لغت مثلاً فیروز اللغات وغیرہ میں موجود ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لفظ برصغیر پاک و ہند کے ان لوگوں کا ایجاد کردہ ہے جو ہندو مت چھوڑ کر بظاہر مسلمان ہوئے، تو جب انھوں نے مسلمانوں کے ہاں بھگوان (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی دیوی دیوتا نہ پایا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارشی ہو، نہ یہاں رام تھا نہ لچھمن و سیتا، اور نہ برہما نہ وشنو اور پاربتی۔ پھر جب انھوں نے متصوفین اور جعلی پیروں سے اہل بیت کے مناقب و فضائل اور مصائب سُنے تو انھیں اپنے ہاں کے سیتا و رام یاد آگئے اور انھوں نے سمجھ لیا ہماری خواہش کے مطابق بھگوان تک رسائی کے لیے دیوی دیوتا تو یہاں بھی موجود ہیں تو پھر کیا تھا، انہی سے لگے اپنا کام چلانے۔ پھر چلتے چلتے ان پانچوں کے نام کو مختصر کرکے "پنج تن پاک" کرلیا گیا اور پھر جس طرح بھگوان کے ساتھ رام و سیتا کا نام جپنے کی عادت تھی اسی طرح بات بات میں مولا اور پنج تن کہنے لگے۔ اور پھر جس طرح دیوی دیوتاؤں سے مدد مانگتے تھے، اسی طرح پنج تن سے مدد مانگنے لگے، اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چھوڑ ہی دی، جیسا کہ فیصل آباد کے "مینارۂ شرک" کی تحریر سے ظاہر ہے، جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔ اور جب ایرانی شیعوں نے یہ دیکھا کہ ہندوستانی رسمی مسلمانوں نے ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کی جگہ نئے معبود دریافت کرلیے ہیں اور انھیں یہاں مورتیوں کی کمی بھی شدت سے محسوس ہورہی ہے تو ہزارہا سال سے بتوں اور مورتیوں سے مانوس اس قوم کے لیے پنج تن کی تصاویر بناکر پاک و ہند کے رسمی مسلمانوں کے لیے یہاں بھیجنی شروع کردیں۔ یہ رسمی مسلمان اب ان تصاویر کے سامنے مراسم پرستش بجا لاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ لفظ "پنج تن پاک" کی ایجاد کا سہرا برصغیر پاک و ہند کے رسمی مسلمانوں کے سر ہے۔

کیا قرآن میں پنج تن پاک کا ذکر آیا ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۲:۲۵۳) نیز فرمایا: وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ (۱۷:۵۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اللہ پھر ان پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر خصوصیت سے فرمایا ہے، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ فرمایا: وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (۳۳:۷) نیز فرمایا: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ (۴۲:۱۳) تو ان آیات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ پانچ اولوالعزم پیغمبر "پنج تن پاک" ہیں اس لیے کہ تمام انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم اور چھوٹے بڑے سب گناہوں سے پاک ہیں۔ اور یہ پنج تن جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ فرمایا ہے اس بات کے زیادہ اہل ہیں کہ ان کو "پنج تن پاک" کہا جائے۔ اور ان پانچ عظیم الشان پیغمبروں کے بارے میں "پنج تن" کے لفظ کا استعمال حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی عقائد کی کتاب تکمیل الایمان میں فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں: واین "پنج تن" اولوالعزم اند کہ بزرگ ترین و فاضل ترین رسل اند، وصبر و مجاہدۂ ایشان در راہِ حق از ہمہ بیشتر است۔ (تکمیل الایمان فارسی ص ۴۳)

مگر اس کے باوجود ہم ان انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے پنج تن کی اصطلاح کا استعمال نہیں کرتے، کیونکہ اب یہ لفظ شیعوں کا شعار بن چکا ہے اور ارشاد نبوی من تشبہ بقوم فھو منھم بھی آڑے آتا ہے۔

حق چار یار کی اصطلاح بھی مبہم ہے

پنج تن پاک کی طرح "حق چار یار" کا لفظ بھی مبہم اور موہم ہے۔ کیونکہ شیعہ بھی "حق چار یار" کہتے ہیں اور اس سے حضرت علی، حضرت سلمان، حضرت ابوذر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم مراد لیتے ہیں اور مفہوم پر انھوں نے کئی کتب و رسائل لکھے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ان چار کے علاوہ باقی تمام صحابی ناحق تھے۔ تو اگر اہلِ سُنت "حق چار یار" سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم مراد لیتے ہیں تو کیا ان چار کے علاوہ باقی تمام صحابہؓ کو ناحق کہیں گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحابؓ کو جنھوں نے ایمان کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی ہے "صادق اور برحق فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (۲: ۱۷۷) نیز فرمایا: أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (۴۹: ۱۵ و ۵۹: ۸) نیز فرمایا: الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ (۳: ۱۷) پھر فرمایا: إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ الیٰ آخر الآیۃ (۳۳: ۳۵)

ان آیاتِ بینات میں خلفاء کی تخصیص نہیں ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین صادق، مسلم، مومن، صابر وغیرہ اوصافِ حمیدہ کے ساتھ متصف ہیں۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ ہے کہ کل اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم برحق اور سچے ہیں اور کل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے تو غیر مسلموں کے حق میں بھی ترغیب الی التوحید کے طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ اے صحابہؓ کی جماعت! اگر یہ غیر مسلم بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے کہ تم ایمان لائے تو وہ بھی راہِ حق پر آ گئے۔ (۲: ۱۳۶) اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارا امام و پیشوا ہوں تم میری اتباع کرو، لوگ تمہاری اتباع کریں گے۔ بہرحال تمام صحابہؓ ہادی و مہتدی ہے۔ الحاصل "حق چار یار" کی بجائے "حق کل یار" کی اصطلاح کو اپنانا چاہیے۔

وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ (قرآن)

شیطان اور کافر قوموں کی کچھ رذیل عادتیں

مؤلف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت العلامہ مولانا محمد حسین النیلوی

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، حال صدر مدرس ضیاء العلوم سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الذی قال فی کتابہ المجید الذی اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبہم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وہم یعلمون ۔ والصلوٰۃ علی النبی الامی الذی یامرہم بالمعروف و ینہٰہم عن المنکر ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث وعلیٰ آلہٖ وصحبہ الذین اقاموا الدین

اما بعد زمانہ حال کے عوام کو دیکھ کر یہ خیال گزرا کہ گزشتہ اقوام کی رذیل عادات لکھ دی جائیں تاکہ انہیں دیکھ کر شرم کریں اور ایسے کاموں سے باز آئیں، مختصراً اس لیے لکھا تاکہ انہیں ضبط کر کے ان کاموں کو چھوڑیں اور پھر کچھ سبق میں اضافہ کیا جائے گا تاکہ تدریجاً ان بری عادتوں کو ترک کر کے صحیح مسلمان بن جائیں۔

شیطان کے کرتوت

خدا تعالیٰ کے بارے کہنا کہ اس نے مجھے گمراہ کیا

خدا پاک پر افتراء کرنا

سود اور فحشاء کا حکم دینا

دھوکہ دہی

تکبر

سبز باغ دکھانا۔ اغواء کرنا

دل میں وسوسے اور شبہات ڈالنا اور اپنے آپ کو ناصح بتانا

خدا کا نام لے کر جھوٹی قسم کھانا

وقت پڑنے پہ ساتھ چھوڑ دینا

امیدیں دلانا اور جھوٹے وعدے

اللہ تعالیٰ کی پیدائش کو بدلنا

بزرگوں کا نام کر کے جانوروں کے کان چیرانا

بزرگوں کا نام کر کے خود کو پجوانا

اپنا حصہ مال وغیرہ میں مقرر کروانا

سود اور فحشاء کا حکم کرنا

حسد

حرص

خواہشات نفسانیہ کی طرف راغب کرنا۔ حکم خدا کی نافرمانی کرنا اور کروانا۔

عاداتِ قومِ لوطؑ

رستہ میں گذرنے والوں کو کنکریاں مارنا

رستہ میں گذرنے والوں سے مسخری کرنا اور مزاح میں فحش گوئی کرنا

سیٹیاں بجانا

تالیاں بجانا

کبوتر بازی

اغلام بازی

راگ گانا

پیغمبروں اور فرشتوں کی توہین کرنا

مصیبت کے وقت سر پر راکھ ڈالنا

" " کپڑے پھاڑنا

" " چلانا اور رونا

ایک دوسرے پر تھوکنا

ایک دوسرے کے سامنے پاد مارنا اور پھر ہنسنا

محاگ ملنا (مردوں کا)

ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی لگانا

ہاتھ کی انگلیاں دبا کھینچ کر ان میں سے آواز نکالنا

ڈاڑھی منڈوانا

کوٹ کے پیچھے کی طرف چاک کھولنا

بُت پرستی کرنا

حبِ دنیا و مال و دولت

حرص امتداد حیات دنیا

سحر و کہانت

فرعون کی عادات

سیاہ خضاب لگانا

خدائی دعویٰ کرنا

پکی اینٹوں کے مکان تیار کرنا

لوگوں میں پھوٹ ڈالنا

اپنے آپ کو ہادی اور مرشد کہنا

سبطیوں کے نوزائیدہ بچوں کا قتل عام

" کی عورتوں کی عزت لوٹنا

" سے بیگار لینا اور گندے کام لینا

اپنے مخالفین کو بدمذہب، ضال اور کافر کہنا

خدا کے نبیوں کی توہین کرنا اور مجنون کہنا

یہود کی عادتیں

۱ کتمانِ حق
۲ حق و باطل کا گڈمڈ کرنا
۳ آسمانی کتابوں میں لفظی یا معنوی تحریف
۴ عباراتِ کتب کو اپنے مقاصد کے مطابق ڈھالنا
۵ آسمانی کتب میں کمی بیشی اور قطع برید
۶ غلط مسائل اور فتاوٰے لکھنا پیٹ کی خاطر
۷ تقیہ بازی
۸ عہد شکنی
۹ سود خوری
۱۰ رشوت خوری
۱۱ ناحق طریق سے لوگوں کا مال کھانا
۱۲ ریاء کاری
۱۳ قول و فعل میں تضاد
۱۴ سکّہ پر بادشاہ وغیرہ کی تصویر
۱۵ اولیاء و انبیاء کی قبروں کو مزین اور آراستہ کرتے رہنا اور سجانا
۱۶ اکابر اور انبیاء کرام علیہم السلام پر تہمتیں لگانا
۱۷ ان کے علماء کا اپنے آپ کو ربی (شیخ الشیوخ مولانا) کہلانا، ہیکل میں خرید و فروخت کرنا
۱۸ پہلا پھل کاہن (پروہت) کو دینا
۱۹ ہیرودلیس وغیرہ کسی بڑے کی سالگرہ منانا اور عرس کرنا
۲۰ اجنبی عورتوں کا اجنبی مردوں کے سامنے رقص اور ناچ کرنا
۲۱ غلط سلط مشہور کردہ بزرگوں اور واعظوں کی بتائی ہوئی روایات پر عمل کرنا
۲۲ لمبے پائجامے اور لمبے چغے پہننا
۲۳ پوشاک کنارے چوڑے بنانا
۲۴ ریاء کاری سے لمبی لمبی نماز پڑھنا
۲۵ عبادت خانوں میں اعلیٰ درجہ کی کرسیوں پر بیٹھنا
۲۶ ضیافتوں میں صدر نشینی
۲۷ قیامت کا انکار کرنا
۲۸ دہ یکی (عشر) پر زور دینا، ایمان و رحم اور انصاف کا ترک کرنا
۲۹ فروعی مسائل میں غلو کرنا مثلاً بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا حرام ہے
۳۰ خدا تعالیٰ کو عاجز اور بے کس سمجھنا
۳۱ کاہنوں کو حرام کام کرنا جائز ہے

ماتم کرنا ۔ نوحہ کرنا

عورتوں کا چھاتی پیٹنا اور رونا زور کی آواز کے ساتھ

نرسنگا بجا کر عبادت کرنا

گا کر عبادت کرنا

عبادت اور خدا تعالیٰ کی مدح سرائی میں دس تاروں کا ساز سارنگی بربط اور ارغنوں کا استعمال کرنا

عبادتِ ماثورہ میں تبدیلی کرنا

عزیر علیہ السلام کو پکارنا یا عزیر یا عزیز

قبلہ سے رخ ہٹا کر نماز پڑھنا

نماز پڑھتے وقت روشنی کرنا ضروری سمجھنا

نماز میں سدل

مغرب کی نماز دیر سے پڑھنا

پردہ کرنا کسبی عورتوں کا کام ہے

کوکھ پہ ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا

مردوں کا ہاتھوں اور پاؤں پہ مہندی لگانا

مونچھ کے بال لمبے لمبے رکھنا

مونچھیں بڑھانا

خواہشات نفسانیہ کی اتباع

کوئی نصیحت کرے تو قولِ فلاں غلط کہنا۔

جھوٹ اور مغرب مستحبات سے ہے بسا اوقات جھوٹ بولنا مستحب ہو جاتا ہے

جبرائیل علیہ السلام سے عداوت

انبیاء و اولیاء و ناصحین سے عداوت

انبیاء، اولیاء اور ناصحین کو قتل کرنا اور اس قتل کو جائز اور برحق سمجھنا

حق بات سے اعراض کرنا

عذاب جہنم سے نڈر ہونا

حضرت نوح و لوط وغیرہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے یہ کہنا کہ انہوں نے متعہ کیا تھا (نعوذباللہ)

یہ عقیدہ کہ آل داؤد کے بغیر کوئی دوسرا امامت کے لائق نہیں ہے

دجال آنے کے بعد جہاد واجب ہوگا اس سے پہلے ہم پر جہاد واجب نہیں ہے

یوشع حضرت موسیٰ کے وصی ہیں

فرشتوں کو انسانوں پر فضیلت ہے

کئی عیدیں مناتے ہیں عید جشن، عید فصیح، عید غدیر، عید خیام، عید حسین، عید میلاد، عید تجدید

چلنے میں عجب

انگلی کے اشارے سے سلام کرنا

قبر پہ ہاتھ رکھنا

قبر پہ بوسہ دینا

حکم خدا کو حیلے بہانے سے ٹلانا
حکم رسول میں تامل قبول کرنا اور مجبول سمجھنا
معجزے دیکھ کر منہ موڑنا یعنی اعلانیہ مکرنا
اپنے ہم دینوں کو وطن سے نکالنا۔
دیگراں را نصیحت خود را فضیحت
مسلمانوں کو باہم لڑانے کی باوران میں
پھوٹ ڈالنے کی مختلف تدبیریں سوچنا
اور ان پر عمل درآمد کرنا
مسلمانوں کے قلوب میں شبہات ڈال کر
گمراہ کرنے کی سعی (فری میسن)
امانت میں خیانت

لے کر نہ دینا
اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی
بادشاہ صرف خاندانی آدمی اور دولتمند
ہی ہو سکتا ہے
کوئی بشر آسمان پر نہیں جا سکتا
گھر کی صفائی ستھرائی نہ کرنا
تین طلاقیں دی جائیں تو واقع نہیں
رجوع درست ہے
پاکی پلیدی کا خیال نہ رکھنا
عورتوں پر عدت فرض نہیں
ذخیرہ اندوزی

پولوسی مسیحیوں کی عادات

عیسیٰ ؑ خداوند خدا کا اکلوتا پہلوٹا بیٹا
اول مولود ہے
عیسیٰ ؑ نورِ خدا ہے جو انسان کے
روپ میں آیا ہے
عیسیٰ ؑ کے معجزات کو دیکھ کر انہیں
خدا مان لیا
خدا باپ ہے بیٹا باپ بیٹے سے
روح القدس
فرشتوں اور نبیوں کو رب سمجھنا
کوئی بشر آسمان پر نہیں جا سکتا
کھڑے کھڑے پیشاب کرنا

خدا کی (والعیاذ باللہ) بے وقوفی جھوٹ
اور پچھتانا
عقیدۂ تثلیث
غیر نبی کو نبی سمجھنا
پولوس کو نبی سمجھنا اور اس کو معصوم سمجھنا
عقیدۂ کفارہ
انجیل میں لفظی و معنوی تحریف کرنا
تفسیر کا حق پوپ کے سوا کسی کو نہیں
ان کے سربراہ جس چیز کو حلال کہیں وہ حلال
ہے اور جس کو حرام کہیں وہ حرام ہے

نرسنگھ بجانا دائمی وابدی رسم ہے
ترغیب وترہیب کے لیے موضوع
حدیثیں بنانا اور بیان کرنا جائز ہے
پاکوں کے لئے سب کچھ پاک و صاف ہے
مذہبی چندوں کیلئے صرف لاوی کی اولاد مخصوص ہے
عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے الوہیت کا رتبہ عطا فرمایا ہے
ایوبؑ و داؤدؑ کا راکھ میں بیٹھنا
پیر کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عید میلاد منانا
کسی کے استقبال میں درختوں کی ڈالیاں کاٹ کر رستے میں پھیلانا، لگانا۔
نماز کی کتابوں میں سے دیکھ دیکھ کر نماز پڑھنا

آدم علیہ السلام کی مغفرت صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے ہوئی
عقیدۂ صلیب
عیسیٰؑ تمام مخلوق کا حساب کتاب خود لیں گے
عیسیٰؑ خدا کے نائب ہیں
عیسیٰؑ زمین و آسمان کے مختارِ کل ہیں
ابن آدمؑ (عیسیٰؑ) سبت کا مالک ہے
عیسیٰؑ عالم الغیب والشہادۃ ہیں
عیسیٰؑ کا میلاد منانا ضروری ہے
اپنے دین کو رواج دینے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔
امام کے لئے علیحدہ اور اونچی جگہ مقرر کرنا
عبادت کی طرف لوگوں کو بلانے کے لئے گھنٹہ بجانا

مشرکین کی عادات

نائبوں کے تعاون کے بغیر اکیلا خدا یہ دنیا کا تمام نظام نہیں چلا سکتا
ناصحین سے استہزاء۔
ناصحین کو ایذا پہنچانا
سے ناحق کی حجت بازی
تکبر
آبائی رسوم وعقائد باطلہ کو نہ چھوڑنا

کوئی بشر رسول و ہادی من اللہ نہیں ہو سکتا
کوئی بشر آسمان پر نہیں جا سکتا
کوئی رسول ہو کر یوں بازاروں میں کھاتا پیتا چلتا پھرتا نہیں نہ کھاتا پیتا ہے
رسول وہی ہو سکتا ہے جو رئیس کبیر ہو
قیامت کا انکار

اپریل فول

گناہ کبیرہ

مؤلف
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت العلامہ مولانا محمد حسین النیلوی مدظلہ
سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، حال صدر مدرس ضیاء العلوم سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

اما بعد بندہ احقر الفقیر محمد حسین غفر اللہ لہ ولوالدیہ واساتذتہ عرض کرتا ہے کہ ماہ اپریل کے اوائل میں جھوٹ بولنا، لکھنا، شائع کرنا یورپین مذہب میں فقط جائز ہی نہیں۔ بلکہ مستحسن ہے۔ اور یورپ کے اخبار اس پر عامل ہیں۔ ان کے دیکھا دیکھی ہمارے مسلم اخبارات نے بھی ان کی نقل اتارنا عادت سے شروع کر رکھا ہے۔ چونکہ چند روز تک اپریل کا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق ذیل کی معلومات مسلمانوں کے انتباہ کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔

جب سے پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک میں یورپین رسم و رواج اور وضع و تراش کی اشاعت ہوئی اور بہت سے مسلمان اندھا دھند یورپ کی رسوم پر شریعت کی طرح عامل ہو گئے۔ اور جو کام کسی یورپین نے کر لیا وہی مایۂ اعزاز و افتخار بن گیا۔ تجربہ شاہد ہے کہ اسی وقت سے مسلمانوں کا نہ فقط علمی۔ عملی اخلاقی۔ اقتصادی نشو و نما بند ہوا۔ بلکہ ہر قسم کا انحطاط و تنزل شروع ہو گیا۔

اسلامی اصول میں سے ہے کہ مسلمان اپنی طرز و وضع، تراش و خراش اور رسوم و رواج میں ہر غیر مسلم قوم سے ممتاز ہو کر رہے۔ غیر مسلموں کی کوئی وضع خاص یا رسم خاص اگرچہ دنیوی اور معاشی امور ہی میں ہو مسلمان کے لئے اس کا قصد اور اختیار کرنا جائز نہیں جیسا کہ بے شمار نصوص شرعیہ قرآن و حدیث کی اس سلسلہ میں وارد ہیں اور لیکن اگر یہ رسم و رواج غیر مسلموں کے کسی مذہبی عقیدہ یا عبادت سے تعلق رکھتا ہے تو مسلمان کے لئے اس کا اختیار کرنا اور بھی زیادہ شدید ترین مذہبی جرم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی بعض خاص صورتوں میں انسان اپنی عزیز ترین دولت یعنی مذہب اسلام ہی سے محروم ہو جاتا ہے۔ جس کی مثالیں زنار گلے میں ڈالنا۔ بت کو سجدہ کرنا۔ صلیب کے سامنے نصاریٰ کی طرح عبادت کی شکل بنانا وغیرہ تمام کتب فقہ و عقائد میں مشہور و معروف ہیں۔

اپریل فول: اپریل فول کے متعلق میں یہ خیال کرتا تھا کہ یہ بھی یورپ کے انہیں لغو بیہودہ رسوم میں سے ہے۔ جو ان کی عیاشی اور تفریح طبع کے لئے آئے دن ایجاد ہوتی رہتی ہیں۔ یہ سمجھی نہیں کہ یہ یورپ کی ایک تفریحی نمائش ہے بلکہ یہ درحقیقت نصاریٰ کی ایک مذہبی رسم ہے۔ اور مسلمان اپنی ناواقفیت کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو گئے۔

ماہ اپریل مذہب نصاریٰ میں عبادت کا مخصوص مہینہ تھا! سترھویں صدی عیسوی سے پہلے فرانس میں بجائے جنوری کے اپریل ہی سے شمسی سال شروع ہوتا تھا۔ ۱۶۵۴ء میں شاہ فرانس شارل تاسع نے اس کو بدل کر جنوری

کو پہلا مہینہ قرار دیا۔ اہل رومان نے ماہِ اپریل کو بدل کر اپنے معبود (وینس) کے لئے خاص کر رکھا تھا۔ اس میں اس کا جلوس نکالتے اور گاتے بجاتے تھے (دائرۃ المعارف للعلامۃ الفرید الوجدی ج ۱)۔

اپریل فول: اس کی اصل اور حقیقت میں مؤرخین مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں رائج ہوا ہے۔ اور اصل سبب یہ ہے کہ اپریل چونکہ اس زمانہ میں سال کا شروع مہینہ تھا اس کی پہلی تاریخ میں یہ لوگ خوشی اور عید مناتے تھے اور آپس میں ہدایا اور تحفے بھیجتے تھے۔ اس میں بڑھتے بڑھتے ہنسی مزاح جاری ہوا جس کی نوبت دروغ بافی تک پہنچ گئی۔ لیکن لاروس جس نے انیسویں صدی عیسوی میں "دائرۃ المعارف" لکھی ہے، اس کی تحقیق اس معاملہ میں اس کے خلاف ہے۔ اور اسی کو راجح اور صحیح قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ اوائل اپریل میں یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو عذاب و تکلیف دینے کے لئے مختلف محکموں[1] میں منتقل کیا تھا جس کا مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دھکا دینا اور ان کے ساتھ (معاذ اللہ) استہزاء اور تمسخر تھا۔ اب نصاریٰ میں اس قوم کی یادگار کے طور پر اسی تمسخر مزاح و خداع جاری ہوئے جس کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ اس تاریخ میں جھوٹ بولنا اور ٹھگنا جائز کر لیا گیا۔ اور نصاریٰ میں یہ ایک مذہبی رسم بن گئی۔ اور دورِ حاضر میں تو جس قدر زیادہ جھوٹ بولا جائے اسی قدر زیادہ کمال سمجھا جاتا ہے۔ (دائرۃ المعارف ج ۱ ص ۲۲)

انتباہ: نصاریٰ کی اس خرافات کا تو ہم کیا شکوہ کریں کہ انہوں نے جھوٹ بولنے کو مذہبی شعار بنا لیا۔ اور جو کام ان کے پیغمبر مسیح علیہ السلام کے دشمنوں نے کیا تھا۔ وہ آج اس کی نقل اتار کر خود بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کرنے والوں میں داخل ہوتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ حضرت مسیحؑ کے فعل کی نقل اور یادگار ہے۔ یا ان کے دشمنوں کے فعل کی۔ بلکہ ہمیں تو اپنے افعال و اعمال اور یورپ کی جاہلانہ تقلید کا رونا ہے۔ کیونکہ ؎

وردِ سرِ ما ہمیں سرِ ماست — بارے کہ بدوشِ ماست دوش است

آج مسلمان اخبارات و جرائد بھی نصاریٰ کی اس رسم میں پورا حصہ لیتے ہیں اور چند ناعاقبت اندیش لوگوں کی تھوڑی دیر کے لئے تفریح طبع کے واسطے اس گناہ عظیم کو سر رکھ لیتے ہیں۔ کہ اول

---

[1] حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں حکومت دراصل ایک بت پرست قوم کی تھی۔ مگر یہودیوں نے کچھ تغلب کر رکھا تھا یہاں تک کہ اپنی قومی عدالتیں علیحدہ حکومت کی عدالتوں کے علاوہ قائم کی ہوئی تھیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام پر جرم لگا کر آپ کو کبھی ملکی عدالت میں بھیجا اور بغاوت کا الزام ان پر لگایا اور کبھی قومی عدالت میں لایا گیا اور بددینی اور الحاد کے تحت ملزم بنایا گیا۔ اس طرح مختلف عدالتوں میں ان کو پھرایا گیا جس سے ان کا مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑانا اور آپ کے ساتھ تمسخر کرنا تھا۔

جھوٹ بولنا دھوکہ دینا خود کبیرہ گناہ ہے پھر اس خاص جرأت وجسارت سے اس کو شائع کرنا دوسرے مسلمانوں کے لئے گناہ کا سامان مہیا کرنا اور اس سے زیادہ یہ کہ ان مخصوص ایام میں ایسا یہود و نصاریٰ کی مذہبی رسم میں شرکت ہے جو شدید ترین گناہ ہے۔ حدیث میں ایسے کلمات کے متعلق نبی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض کلمات آدمی معمولی سمجھ کر بعض مجلس کو ہنسانے کیلئے بے پروائی سے کہدیتا ہے مگر یہی کلمہ اس کے لئے آخرت کے عذاب شدید کا سبب بن جاتا ہے۔

اس لئے مسلم اخبارات وجرائد سے میری درخواست ہے کہ اس مضمون کو اپنے صحائف میں شائع فرما کر ممنون فرمائیں۔ اور اس گناہ عظیم اور نصاریٰ کی تقلید سے مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کریں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان والسلام مع الاکرام خیر ختام

طالب الخیر فی الکونین محمد حسین صانہ اللہ عن الشین

نیلوی

مدرس ضیاء العلوم پاک شہر ۱۸ سرگودھا

ناشر: ادارہ گلستان اہل سنت سرگودھا
طابع: سید حسن واسطی
مطبع: گلستان پریس جناح مارکیٹ سرگودھا
ہدیہ: دعائے خیر

قال اللہ تعالیٰ

وما یجحد بآیاتنا الا الکافرون

اور ہماری آیات کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں

روافض کے متعلق

شرعی فیصلہ

قرآن، حدیث، اجماع، فقہاء امت کے
فتاویٰ کی روشنی میں

از قلم

شیخ الحدیث والتفسیر حضرۃ مولانا
علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی رحمۃ اللہ علیہ
سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

الاستفتاء

قرآن وسنت اور علماء مجتہدین محققین امردین اولی الامر کا ان لوگوں کے بارے کیا فیصلہ ہے جو اس معروف قرآن مجید کو نہیں مانتے۔ اماموں کا رتبہ نبیوں سے بڑھاتے ہیں صحابہؓ کو مرتد کہتے ہیں اور ان کو سب وشتم اور لعن کرتے ہیں۔ ازواج مطہرات کو سب بکتے ہیں۔ شیخینؓ کو دوزخی بتاتے ہیں۔ علی کو مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ ائمہ اثنا عشر کو عالم الغیب مانتے ہیں۔ موت وحیات کا ان کے اختیار میں ہونا مانتے ہیں۔ تقیہ کو اپنا دین وایمان سمجھتے ہیں۔ متعہ کو حلال بلکہ کار ثواب سمجھتے ہیں اور دبر میں اپنی بیوی کے وطی کرنا جائز سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء کرام اپنے مشن میں ناکام رہے ہیں۔ اور صحابہ رضؓ پر بھی الزام تراشی کرتے ہیں اور ان پر طرح طرح کے جھوٹ بہتان باندھتے ہیں۔ کذاب۔ غدار۔ خائن ظالم وغاصب کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ائمہ کو اپنی موت کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ائمہ کو اختیار ہوتا ہے جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جس چیز کو چاہیں حرام کر دیں

آیا ایسا عقیدہ رکھنے والے قرآن وحدیث صحیح کے رو سے مسلمان ہیں یا دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ سلف صالحین نے ان کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا ہے ائمہ مجتہدین نے ان کے بارے کیا فتویٰ دیا ہے

بینوا بالدلائل والبراهين القاطعة الساطعة توجروا يوم الحساب،

المستفتی: عبدالستار توحیدی

فاروقہ ضلع سرگودھا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ واھل بیتہ وذریاتہ وعترتہ ومحبیہ و ناصریہ ومشیدی دینہ ومؤیدی شرعہ واولیاءہ واحباءہ واعداءہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

امابعد :- الجواب بعون الملک الوھاب

ویسے تو مذہب شیعہ کے بیسیوں فرقے اور گروہ ہوئے ہیں - جن میں سے بعض تو بہت ہی غالی ہوئے - پھر ان غالیوں میں سے کئی تو ایسے ہو گذرے ہیں جنہوں نے اپنے محبوبوں کو الٰہ مانا - چنانچہ ان میں سے ایک فرقہ وہ تھا جو کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت علی بن حسین زین العابدینؒ، حضرت محمد بن علی باقرؒ، وجعفر بن محمد صادق رحمہم اللہ تعالیٰ کو الٰہ مانتا تھا

اور ایک فرقہ وہ تھا جو حضرت محمد بن اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کو الٰہ مانتا تھا -

اور ایک فرقہ ابو سعید حسن بن بہرام جبائی کو الٰہ مانتا تھا

اور ایک فرقہ منصور ابو القاسم نجار کو، اور ایک فرقہ عبید اللہ اور اس کی اولاد کو

اور ایک فرقہ ابو الخطاب محمد بن ابی زینب مولائے بنی اسد الکوفی کو

اور ایک فرقہ معمر حناط کوفی کو، اور ایک فرقہ حسین بن منصور حلاج کو

اور ایک فرقہ محمد بن علی بن الشلمغانی کو، اور ایک فرقہ شباش المضیم بصری کو

اور سبائیہ نے حضرت علی کو، اور راوندیہ نے ابوجعفر منصور کو، اور بعض نے ابومسلم السراج کو، اور بعض نے مقنع، عور قصار کو، اور غربیہ نے عبداللہ بن الحرب الکندی کو الٰہ مانا جو تناسخ ارواح کا قائل تھا۔ اور رات دن میں ۱۹ نمازوں کو فرض کہتا تھا اور ہر نماز کی ۱۵ رکعتیں بتاتا تھا۔

اور غالیوں میں سے بہت سے ایسے ہوئے ہیں جو اپنے اکابر بزرگوں کو نبی اور رسول مانتے۔ چنانچہ ان میں سے بعض وہ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت میں شریک مانتے۔ اور ان میں سے غرابیہ فرقہ تھا جو اصل نبی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام غلطی سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے جاتے رہے ان میں سے بعض کا تو یہ خیال تھا کہ اس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کوئی قصور نہیں وہ معذور ہیں اور ان میں سے بعض وہ تھے جو جبرئیل علیہ السلام کو قصوروار ٹھیراتے اور کہتے کہ معاذ اللہ جبرئیل م کافر ہو گیا۔ اور بعض نے جسارت کر کے یہاں تک بات پہنچا دی کہ یہ سب (معاذ اللہ) محمد صاحب کی غلطی تھی جو آپ ہی نبوۃ سنبھال بیٹھے۔ اور بعض نے کہا کہ مختار ثقفی نبی تھا، بعض نے عمار خداش کو، بعض نے عمیر تبان کو بعض نے معمر حناط کو، بعض بزیغ الحائک کو، بعض نے منصور مستنیر عجلی کسف کو، بعض نے بیان بن سمعان تمیمی کو، بعض نے مغیرہ بن سعید مولی البجلیہ کوفی کو، اور کیسانیہ میں سے ایک گروہ نے حضرت علی وحسن وحسین ومحمد بن الحنفیہ کو نبی مانا، اور بعض نے محمد بن اسماعیل بن جعفر کو نبی مانا اور یہ قرامطہ میں سے ایک گروہ ہے، اور بعض کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی، حسن، حسین، زین العابدین، محمد باقر، جعفر صادق، موسیٰ کاظم، علی بن موسیٰ، محمد بن علی، حسن عسکری، محمد بن حسن

امام غائب منتظر یہ سب کے سب انبیاء ہیں

اور یہ عقیدہ رکھنے والے آج بھی موجود ہیں چنانچہ سید محمد یادر حسین جعفری ناشر ادارہ علوم الاسلام نے اصغری منزل ساندہ کلاں لاہور سے بسلسلہ علوم الاسلام ایک رسالہ "سولہ مسئلے" نمبر ۵۸ لکھا ہے۔ اور اس میں ہے "بہر کیف حضرت علی رسول بھی ہیں، امام بھی ہیں، اور حضرت محمدؐ کے وزیر بھی ہیں، اور صرف یہی نہیں بلکہ بارہ کے بارہ ہی رسول تھے اور امام تھے"

اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اِلٰہ کہنا کسی کو صریح کفر ہے۔ اِلٰہ کہنے والے کے بارے حضرت حق تعالیٰ کا صریح ارشاد ہے وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ یعنی اور جو کوئی ان میں سے یہ کہہ بھی دے کہ میں بھی معبود ہوں اللہ کے سوا، سو ہم اسے جہنم کی سزا دیں گے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اِلٰہ اختیار کر رکھے ہیں؟ آپ فرما دیں تم اپنی دلیل تو پیش کرو۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا اللہ کے ساتھ کوئی اور اِلٰہ نہ بنا۔ ورنہ بیٹھ رہیگا بدحال بے یار و مددگار ہو کر۔

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا اور اللہ کے ساتھ کوئی اور اِلٰہ نہ بنا۔ ورنہ تو جہنم میں ملامت زدہ اور راندہ کر کے جھونک دیا جائے گا۔ (سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۲ و ۳۹۔)

اور حضرت سی

اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ البتہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں یعنی آخری نبی ہیں۔ مطلب یہ ہے

ہے کہ آپؐ کے بعد کسی کو نبوۃ نہیں ملے گی۔ یہ آیت اس مسئلہ پر نص قطعی ہے اور
اس بارہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث بھی وارد ہیں
اور اس پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ اور جو یہ بات نہ مانے گا اس پر امت
مسلمہ کے علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبدالشکور صاحب سالمیؒ
رحمہ اللہ نے کتاب التمہید ص۱۷۳ میں فرمایا ومن یدعی الوحی والنبوۃ لاحد بعد
محمد صلے اللہ علیہ وسلم غیر عیسٰیؑ بن مریم فانہ یصیر کافراً یعنی
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص حضرت عیسٰیؑ بن مریم کے سوا کسی ایک
کے بارے وحی اور نبوت کا عقیدہ رکھیگا سو اس میں شک نہیں کہ وہ کافر ہو جائیگا

اور ان ۳۱ غالی فرقوں کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں شیعہ کے فرقے ہیں۔ اور
یہ یاد رہے کہ شیعہ کے جتنے فرقے ہیں تمام کے تمام قرآن کریم کو تسلیم نہیں کرتے
اور کہتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن مجید نازل ہوا تھا وہ
یار لوگوں نے بدل دیا۔ اس میں وہ باتیں بڑھا دیں جو قرآن مجید میں نہ تھیں اور
اور وہ تو بہت سا حصہ ہے جو قرآن مجید میں سے نکال کر قرآن مجید کو کم کیا گیا جو
اور جو بدل دیا گیا ہے وہ بھی بہت ہے (دیکھو الملل والنحل لابن حزم الاندلسی ص۱۸۴ ج۳)
سید ظفر حسین امروہی شیعہ نے لکھا ہے کہ اصل قرآن جو موافقِ تنزیل حضرت
علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا وہ نسلاً بعد نسلٍ ہمارے ائمہ کے پاس محفوظ رہا،
اب وہ ہمارے بارھویں امام علیہ السلام کے پاس ہے (عقائد الشیعہ ص۳۵)
صاحبِ صافی شارح اصول کافی نے لکھا ہے بسیارے از قرآن ساقط شدہ
و در مصاحفِ مشہورہ نیست (صافی شرح اصول کافی جزء ششم مطبوعہ لکھنؤ ص۷۵)
حسین بن محمد تقی نوری طبرسی نے فصل الخطاب ص۲ میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے،

تورات و انجیل کی طرح قرآن میں بھی تحریف و تغییر واقع ہوئی ہے۔

نمونہ ۲ فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب وہ کتاب ہے جس میں صرف اور صرف یہی مضمون ہے کہ اس موجودہ قرآن مجید میں تغیر و تبدل ہوا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اس قرآن مجید کا تغیر و تبدل احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا والذین کفروا وکذبوا بآیاتنا اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے سو وہی دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ پڑے رہیں گے

اور فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی اس نصیحت نامہ (قرآن مجید) کو ہم نے خود آپ ہی نازل فرمایا ہے اور ہم آپ ہی اس کے محافظ ہیں۔

امام طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من کفر بآیۃ من القرآن فقد کفر (معجم کبیر ج ۲۵۵ - ص ۲۵۶)

یعنی جو شخص قرآن شریف کی ایک آیت کا بھی انکار کرے گا سو وہ کافر ہو جائیگا۔

عبد الوہاب شعرانی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بواسطہ عکرمہ نقل کی ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا من جحد آیۃ من القرآن فقد حل ضرب عنقہ یعنی جو شخص قرآن مجید کی ایک آیت کا بھی انکار کرے گا اس کی گردن مارنا حلال ہے

اسی لیے علماء شریعت حقہ نے متفقہ طور پر یہی فتویٰ دیا ہے چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے من جحد القرآن کلہ او سورۃ منہ او آیۃ کفر۔ یعنی جو قرآن کا انکار کرے سارے کا یا قرآن مجید کی کسی ایک سورۃ کا یا ایک آیہ کا سو وہ کافر ہو گیا۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۵۳)

قاضی عیاض مالکی نے لکھا وکذلک من انکر القرآن او حرفا منہ او غیر

شیئا منہ او زاد فیہ (کتاب الشفاء ص ۲۷۹) یعنی جو شخص قرآن مجید کا انکار کرے یا قرآن مجید کے ایک حرف کا بھی انکار کرے یا قرآن مجید میں سے کچھ بھی تغیر تبدل کرے یا اس میں کچھ بڑھائے تو اسی طرح کافر ہو گیا۔

سیف الدین ابوالمعین النسفی نے لکھا کل من انکر آیۃ من مصحف عثمان رضی اللہ عنہ فانہ یکفر لان مصحف عثمان رضی اللہ عنہ ھو الذی اجمعت علیہ الصحابۃ (بحر الکلام ص ۹۵) یعنی جامع القرآن حضرت عثمانؓ کے مصحف کی ایک آیت کا بھی جو انکار کرے گا یقیناً وہ کافر قرار دیا جائیگا کیونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس مصحف کے قرآن ہونے پر اجماع ہے۔

ابن قدامہ محدث فقیہ حنبلیؒ نے لکھا ہے والردۃ تحصل بجحد ..... کتاب اللہ تعالیٰ او شیٔ منہ (الکافی ص ۱۵۶/۴) اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار کرنے یا اس میں سے ذراسی چیز کا انکار کرنے سے آدمی مرتد ہو جاتا ہے۔

امام ابویحییٰ زکریا انصاریؒ نے اسنی المطالب ص ۱۱۸، ۱۱۹/۴ میں لکھا ہے من ..... جحد آیۃ من المصحف مجمعاً علیہا او زاد فیہ کلمۃ ..... کفر یعنی جو شخص متفق علیہا آیتِ قرآنی کا انکار کرے یا اس میں کوئی کلمہ بڑھائے تو وہ کافر ہو گیا۔

نوٹ: شیعہ کی معتمد علیہ قدیم کتاب کافی کلینی میں بہت سی آیات ایسی لکھی ہیں جن میں اپنی طرف سے اضافہ کیا اور نسبت حضرت جعفر صادق جیسی معتبر ہستی کی طرف کر دی۔ چنانچہ بطور نمونہ کے وہ آیات درج ذیل ہیں۔ زائد کردہ الفاظ پر خط کھینچا جائے گا۔ اخیر میں اصول کافی کا صفحہ درج ہو گا۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی فاتوا ۴۱۷

ولقد عہدنا الی آدم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین والائمۃ من ذریتہم فنسی ولم نجد لہ عزما۔ ۴۱۶

فبدل الذین ظلموا آل محمد حقہم قولاً غیر الذی قیل لہم فانزلنا
علی الذین ظلموا آل محمد حقہم رجزا من السماء
ولو انہم فعلوا ما یوعظون بہ فی علیؑ لکان خیرا لہم ۴۳۴
قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمأمونون ونحن المامونون ۴۳۴
حیات القلوب میں بھی اسی طرح اضافہ کیا چنانچہ مشت نمونہ از خروارے پیش خدمت ہے
فابی اکثر الناس بولایۃ علی بن ابی طالب الا کفورا ۲۱۵
وقل الحق من ربکم فی ولایۃ علی فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا
اعتدنا للظالمین آل محمد نارا

اسی طرح انہوں نے قرآن مجید میں سورۃ الولایۃ کا اضافہ کیا ہے اور وہ یہ ہے

سورۃ الولایۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سبع آیات

یا ایہا الذین آمنوا آمنوا بالنبی و بالولی الذین بعثناہما
یہدیانکم الی صراط مستقیم نبی و ولی بعضہما من بعض
وانا العلیم الخبیر ان الذین یوفون بعہد اللہ لہم جنٰت النعیم
والذین اذا تلیت علیہم آیاتنا کانوا بآیاتنا یکذبون ان لہم
فی جہنم مقاما عظیما اذا نودی لہم یوم القیمۃ این الظالمون
المکذبون للمرسلین ما خلفہم المرسلین الا بالحق وما
کان اللہ لیظہرہم الی اجل قریب وسبح بحمد ربک و
علی من الشاہدین

اور فرقہ زیدیہ کے سوا تمام شیعہ شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو
گالیاں دیتے ہیں اور سب بکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر اور ان کے

نعثلؔ عثمان، ابو عبیدہ وغیرہ دل سے ایمان نہیں لائے تھے۔ صرف حکومت اور اقتدار کی طمع اور ہوس میں انھوں نے بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا اور اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے کو چپکا رکھا تھا (خمینی در کشف الاسرار ص۱۳۱)

نیز لکھا خلفاءِ ثلثہ (ابوبکر۔ عمر۔ عثمان) مرتد ہو گئے (اصول کافی ص۲۶۵)

خلفائے ثلثہ جہنم کے صندوق ہیں (حق الیقین ص۵۰۳)

عبدالمطلب نے صُہَیک سے باندی کے مالک کی اجازت لیے بغیر وطی کی جس سے عباس پیدا ہوئے (روضہ کافی ص۲۶۰)

ابوبکر و عمر پر اللہ کی لعنت۔ بغیر توبہ کے مرے (روضہ کافی ص۱۱۵)

جبت و طاغوت سے مراد فلاں و فلاں ہیں یعنی ابوبکر و عمر (شافی ص۵۷۸)

تیمی، عدوی، بنی امیّہ، ابلیس کے مظہر ہیں (روضہ کافی ص۵۲۴)

شیخین (ابوبکر و عمر) نے مرتے دم تک اپنے جرائم سے توبہ نہیں کی۔ فعلیھما لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین (روضۂ کافی ص۲۳۶)

عمر کافر و زندیق تھا (کشف الاسرار ص۱۱۹ از خمینی)

عمر ایسی بیماری میں مبتلا تھا جو انسانی پیشاب کے بغیر شفا نہیں پاتی (کتاب الزھراء)

چاروں بت یعنی ابوبکر عمر عثمان اور معاویہ (حق الیقین ص۵۱۹)

وفاۃ نبی کے بعد سلمان مقداد اور ابوذر کے سوا سب صحابہ مرتد ہو گئے (روضہ ص۲۴۵)

فرعون و ہامان سے مراد ابوبکر و عمر ہیں (حق الیقین ص۲۱۲)

ہیچ عاقل را مجالِ آں نیست کہ شک کند در کفرِ عمر۔ پس لعنتِ خدا و رسول بر ایشان باد و بر ہر کہ ایشان را مسلمان داند و ہر کہ بر لعن توقف نماید (حق الیقین ص۴۵)

جہنم میں ایک وادی ہے اس وادی میں ایک ایسی آگ ہے جس میں سوائے

بدبخت عمر کے اور کوئی نہیں جائے گا (حق الیقین ص ۳۷۶)

صحابہ بدترین خلائق ہیں (حق الیقین ص ۵۱۹)

دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے برادران اسلامی میں اس سلسلہ میں جو کچھ نزاع ہے وہ صرف اصحاب ثلثہ کے بارے میں ہے۔ اہل سنت ان کو بعد از نبی جو تمام اصحاب امت میں سے افضل جانتے ہیں۔ اور ہم ان کو دولت ایمان و ایقان و اخلاص سے تہی دامن جانتے ہیں...... جناب امیر خلافت ثلثہ کو غاصبانہ و جائرانہ اور خلفاء ثلثہ کو گنہگار، کذاب، غدار، خیانت کار، ظالم، اور غاصب، اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ خلافت نبویہ کا حق دار سمجھتے تھے۔ (تجلیات صداقت مؤلفہ شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو مقام سرگودھا ص ۲۰۹)

عمر اور اس کا باپ ولد الزنا تھے۔ کسی نے قبیلہ بنی عذرا سے ام سعد سے زنا کیا وہ اس نطفۂ زنا سے پیدا ہوا

عبید اللہ بن زیاد ولد الزنا تھا۔ اس کا باپ بھی ولد الزنا تھا۔ اس کی ماں سمیتہ بھی زناکاری مشہور تھی چنانچہ ایک قبیلہ ثقیف کے غلام نے اس سے زنا کیا۔ اور زیاد جو اس نطفۂ زنا سے پیدا ہوا۔ ابو سفیان نے بھی سمیہ سے زنا کیا۔ یزید بن معاویہ بھی کلبی کے نطفہ سے پیدا ہوا تھا اور ولد الزنا تھا۔

شراب خور خلفاء کی خاطر معنے بدل دیا گیا (وفیہ یعصرون پر حاشیہ مقبول ص ۴۷۲)

ان دونوں (عائشہ و حفصہ) منافقات نے اس بارے میں اتفاق کر لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دے کر شہید کر دیا جائے (حق الیقین ص ۳۲۵)

امام مہدی عائشہ کو زندہ کرے گا۔ اس پر حد جاری کرے گا۔ اور فاطمہ کا بدلہ لے گا (حق الیقین ص ۳۴۷)

ابوبکر کو خلیفہ ماننے والے کتے اور ولد الزنا سے بھی بدتر ہیں (روضہ کافی ص ۱۳۵)

ائمہ اثنا عشر کے منکر (سنی مسلمان) خنزیر ہیں (شافی ترجمہ اصول کافی ج۱ ص۴۰)
مہدی کے منکر (سنی مسلمان) امت ملعونہ ہے (" ")
سنی کی نماز زنا کے برابر ہے (روضۂ کافی ص۱۶)
سنی واجب القتل ہیں (" ص۵)
ثم قال لعن الله ابا حنیفة (شافی ص۶۱ ج۱)
حق تعالیٰ نے کتے سے بدتر کوئی مخلوق پیدا نہیں کی۔ اور ناصبی (سنی)
خدا تعالیٰ کے ہاں کتے سے بھی خوار تر ہے (حق الیقین ص۵۱۶)
ہمارے شیعہ کے ماسوا سب کے سب لوگ زناکار عورتوں کی اولاد ہیں
ان الناس کلهم ذریة البغایا ما خلا شیعتنا (روضہ کافی ص۲۸۵ ج۸)

اور ان کے علاوہ اور بے شمار یاوہ گوئیاں ہیں۔ جمع کرنے سے مستقل کتاب بن جائیگی

اور حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت امام اعظم خلیفۂ بلا فصل ابوبکر الصدیق رض رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہے جس کا یارانہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن ہی سے تھا۔ اور بچپن اور جوانی میں بھی بت نہیں پوجے اور بت کو سجدہ بھی نہیں کیا حالانکہ کفر گڑھ میں زندگی گذاری۔ اور ساری عمر آپ رض نے نہ شراب پی نہ زنا کیا نہ شعر کہے لم یعبد صنما قط وکان یعتقد ان الکفر باطل ... ولم یسجد صنما؛ السیوطی عن عائشة رض قالت والله ما قال ابوبکر شعرا قط فی الجاهلیة ولا فی الاسلام ولقد ترك هو و عثمان شرب الخمر فی الجاهلیة (ابن عساکر بسند صحیح ص۲۸۵ نبراس) ونبراس ص۳۲۶)

نیز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر فی الجنة ابوبکر کا مقام جنت ہے
نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وهذا سیدنا بلال حسنة من حسناته

(سیر اعلام النبلاء للامام الذہبی ج۱ ص۲۵۵) یعنی یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک مجسم نیکی ہے۔

اور خود حضرت بلال (مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ ان ناسا یفضلونہ علی ابی بکر رض کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں تو حضرت بلال رض نے یہ سن کر فرمایا کیف یفضلونی علیہ و انما انا حسنۃ من حسناتہ (سیر اعلام النبلاء ج۱ ص۲۵۵) یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر مجھے کیونکر فضیلت دیتے ہیں۔ حالانکہ میں تو ان کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں۔ اور حضرت بلال رض نے یہ بات اس لیے فرمائی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رض کو ان کے ظالم مولیٰ کو خطیر رقم دے کر خرید لیا تھا اور پھر ان کو فی سبیل اللہ آزاد کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا جزاہ اللہ عنا احسن الجزاء و جزاءً موفوراً

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے حضرت زبیر بن العوام، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، عبد الرحمن بن عوف اور سعد رضی اللہ عنہم اجمعین مسلمان ہوئے (سیر اعلام النبلاء ج۱ ص۲۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن مجید کی آیت فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المومنین میں صالح المومنین سے مراد حضرت ابوبکر و عمر ہیں (جامع صغیر ج۱ ص۴۳) اور مراد وحی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود رض نے حضور ص سے یہ مراد سنی ہے۔

حضرت عمر رض نے حضرت ابوبکر صدیق رض سے کہا یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے وہ ذات جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

تمام لوگوں سے بہتر ذات ہے (ازالۃ الخفا از شاہ ولی اللہ ص ۲۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کان ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی ہم سب کے سردار تھے اور ہم سب سے بہتر تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے (مستدرک حاکم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بدر کی لڑائی میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور ابوبکر کو فرمایا کہ تم دونوں میں سے ایک کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور دوسرے کے ساتھ حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں۔ یہ حدیث مسند احمد و بزار میں ہے اور حاکم ابوعبداللہ نے مستدرک میں اس کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے بھی اسے صحیح کہا ہے رجالہ رجال الصحیح اور یہ روایت مسند ابی یعلی ص ۲۸۳ و ص ۲۸۴ میں بھی ہے

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی کا نام اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے صدیق اتارا ہے (طبرانی بسند جید)

سابقین مہاجرین میں سے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت ابوبکر صدیق کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے ماں باپ دونوں مسلمان ہوئے ہوں لم یسلم ابوا احد من السابقین المہاجرین سوے عمار وابی بکر (سیر اعلام النبلاء ص ۲۹۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان اللہ یکرہ فوق سماءہ ان یخطأ ابوبکر (معجم طبرانی کبیر ص ۳۵)

حضرت علی اور حضرت ہر دو نے فرمایا مااستبقنا الی خیر قط الاسبقنا ابوبکر (طبرانی معجم اوسط) یعنی ہم جس نیکی کی طرف جھپٹے اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سے سبقت لے گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وحی مجھ پر نازل فرمائی گئی میں

لے اس کو ابوبکر کے سینہ میں چھوڑ دیا (الریاض النضرۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارحم امتی بامتی ابوبکر (جامع ترمذی و مسند احمد)

میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکرؓ ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی الہیٰ ابوبکرؓ کو قیامت کے دن جنت میں میرے ہی درجہ میں جگہ دینا (مستدرک حاکم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ ہم نے نہ دیا ہو۔ مگر ابوبکرؓ کہ اُن کا جو احسان ہمارے ذمے ہے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دے گا۔ اور کبھی کسی کے مال نے وہ نفع مجھ کو نہیں دیا جو ابوبکر رضؓ کے مال نے دیا (جامع ترمذی)

نیز فرمایا اگر تم مجھ کو نہ پاؤ تو (مسائل دریافت کرنے کے لیے) ابوبکرؓ کے پاس آجانا (بخاری)

مرضِ وفات میں آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکر کو کہو کہ امامت کرائیں (بخاری)

باوجودیکہ پاس ہی عمرؓ، علیؓ، عباس بیٹھے تھے (شرح معانی الآثار للطحاوی)

نیز فرمایا سوائے انبیاء کرامؑ کے ابوبکر تمام آدمیوں سے بہتر ہیں (طبرانی)

نیز فرمایا ابوبکر میرے رفیقِ حوضِ (کوثر) اور رفیقِ غارِ (ثور) ہیں (ترمذی)

نیز فرمایا میں نے کسی کو اسلام کی دعوت نہیں مگر اس کی طرف سے ایک گونہ تردد اور فکر پائی۔ مگر ابوبکرؓ سے جب میں نے اسلام کا ذکر کیا تو اس نے بلاتوقف و تردد اس کو قبول کیا (ابن اسحاق)

سبائی عالم دین باب الابواب سید حمید الدین اپنی مہتم بالشان کتاب "راحۃ العقل" میں فرماتے ہیں کہ یا ایہا المدثر قم فانذر کی سورت اترتے ہی آں حضرتِ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے کہا کہ تم لا الٰہ الا اللہ محمد

رسول اللہ کہو۔ حضرت خدیجہؓ نے ایسا ہی کیا۔ یہ پیر کے دن کا واقعہ ہے۔ منگل کے دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مولانا علیؓ کو اسلام کی دعوت دی، اور فرمایا کہ تم بھی لا الٰہ الا اللہ کہو۔ مولانا علیؓ نے ایسا ہی کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا محمد رسول اللہ بھی کہو۔ مولانا علیؓ نے فرمایا کہ اچھا! مہلت دیجیے! کہ میں اپنے والد سے مشورہ کر لوں" (بحوالہ ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام ص۹۶)

سیدنا حمید الدین کرمانی اپنی کتاب تنبیہ الہادی والمستہدی کے صفحہ ۱۸۳ و ص۱۸۶ پر لکھتے ہیں کہ مولانا ابو طالب باوجود اپنی فضیلت اور عقل کے انتقال کے وقت جب ان سے ایمان لانے اور کلمۂ شہادت پڑھنے کے لیے کہا گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر لوگوں کے کہنے کا خوف نہ ہوتا کہ میں موت سے ڈر گیا تو ضرور میں ایمان لاتا اور کلمۂ شہادت پڑھتا (ص۱۸۶) ابو طالب نے کہا اے برادر زادے! جو تمہارے جی میں آئے کہو اور کرو۔ لیکن میں بخدا کبھی ایمان نہ لاؤں گا۔ اور نہ اپنے آبائی دین کو ترک کروں گا (تاریخ ابن خلدون مترجم ق۲۰) (بشکریہ ادبیاتِ صدیق ص۲)

شب معراج واپسی پر جب آپؐ مقام ذی طوی پر پہنچے تو آپؐ نے فرمایا "اے جبرائیل! میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی" حضرت جبرائیلؑ نے کہا "آپؐ کی تصدیق ابو بکر کریں گے۔ وہ صدیق ہیں (بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء ص۳۱)

حضرت علیؓ نے فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر و عمر سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔ میری محبت اور ابو بکر و عمر کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے (طبرانی)

ابو بکر کی وفات کی خبر سن کر فرمایا "الیوم انقطعت خلافۃ النبوۃ" آج نبوۃ کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا (سیرۃ الصدیق ص۱۳۰، خلفائے راشدین ص۵۵)

میں اس وقت ایمان لایا جب ابوبکر ایمان لا چکے تھے (۔ ص۱۵۸)

ابوبکر چار باتوں کی طرف سبقت لے گئے جو مجھے حاصل نہیں ۱۔ انہوں نے مجھ سے پہلے اسلام آشکارا کیا ۲۔ مجھ سے پہلے ہجرت کی ۳۔ نبی کے یار غار ہوئے ۴۔ نماز قائم کی جب کہ میں گھروں میں تھا ۵۔ وہ اپنا اسلام ظاہر کرتے رہے تھے اور میں چھپاتا تھا (تنزیہ المکانیۃ الحیدریہ ص۴۲)

سب سے زیادہ اجر قرآن مجید کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق کو ملے گا کیونکہ اول آپ ہی وہ شخص ہیں جس نے قرآن مجید کو کتابی صورت میں کیا (مسند ابی یعلی)

محمد بن حنفیہ، محمد باقر، زین العابدین، جعفر صادق سب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خوبیاں بیان کرتے ہیں

ابوبکر پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے گھر کے سامنے مسجد بنائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد از وفاتِ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پریشان دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ نکاح میں دے دی۔ ۲۷ غزوات میں حضورؐ پاک کے ہم سفر رہے۔ نبی کریمؐ نے مرض موت میں ابوبکر ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ ۱۷ نمازیں نبیؐ کی زندگی میں ابوبکر نے پڑھائیں۔ ۱۱ لاکھ مربع میل پر خلافت کی۔ مسیلمۃ الکذاب کو شکست دی۔ مانعین زکوٰۃ کے ساتھ جہاد کیا۔ منکرین کی سرکوبی کی۔ دمشق اور شام کے علاقے مکمل طور پر اسلام کے زیر نگین آگئے۔ بیت المال میں سے صرف قُوت لایموت لیتے۔ کفن کے لیے وصیت کی کہ نئے کپڑے نہ خریدنا۔ میرے انہی تن کے کپڑوں میں کفنا کر مجھے دفن کر دینا۔ وفات کے وقت ان کے گھر کوئی چیز نہ تھی

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر فی الجنۃ (جامع صغیر ص۵۹ ج۲ ۔ صحیح) حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا صحبتَ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم وھو عنك راض آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے
اور وہ آپؓ سے راضی تھے (معجم کبیر للطبرانی ۱۲ ص ۲۰۳) آپ کے ہی مطالبہ پر شراب جیسی
نجس چیز حرام ہوئی (کتب تفسیر) آپ ہی کے مطالبہ پر آپ کی رائے کے مطابق ۱۸
احکام اترے (الحاوی للفتاوی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ تعالی جعل
الحق علی لسان عمر نیز فرمایا عمر بن الخطاب سراج اهل الجنة (جامع صغیر ۲ ص ۶۵)
نیز فرمایا عمر معی وانا مع عمر والحق بعدی مع عمر حیث کان (۔) نیز فرمایا فان
یك فی امتی احد منهم محدثین فهو عمر بن الخطاب (۔ ص ۱۴ صحیح) نیز فرمایا ارفق
امتی لامتی عمر بن الخطاب (معجم صغیر طبرانی ص ۲۱)

آپ مکہ میں ۶ سال اور مدینہ میں ۱۰ سال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
رہے۔ ۲۷ غزوات میں نبی کریم ؐ کے ہم سفر رہے۔ خانہ کعبہ میں اسلام کا نام سب سے
پہلے انہوں نے بلند کیا۔ ۲۲ لاکھ مربع میل پر خلافت کی۔ آپ کے دور میں
۱۰۳۶ علاقے فتح ہوئے ۹۰۰ جامع مسجدیں ۴۰۰۰ عام مساجد تعمیر ہوئیں۔
۴۰۰۰ گنیسے ویران کیے۔ قیصر و کسریٰ کی دو عظیم سلطنتیں ختم کیں۔ عراق، ایران،
روم، ترکستان و دیگر بلادِ عجم پر اسلامی عدل کا پرچم لہرایا۔ فوجی ڈسپلن قائم
کی۔ لشکر بنائے۔ قیصر و کسریٰ کی ہیبت اور رعب جو لوگوں کے سینوں میں تھی،
اسے دور کیا۔ آپ کے بعد جو خلفاء نے جہاد کیے اور ممالک فتح کیے۔ وہ سب فاروقی
قائم کردہ بنیادوں پر ہی ہو سکے۔ وہ حضرت عمرؓ ہی تھے جنہوں نے سنہ ہجری لکھنے
کا رواج ڈالا۔ بیت المال مقرر کیا۔ دفتر قائم کیے۔ لشکریوں کے وظائف مقرر
کیے۔ مصر اور مدینہ میں غلہ کی درآمد کی۔ حدود و تعزیرات قائم کرنے کے لیے درّہ
استعمال کیا۔ ہجو گوئی کو جرم قرار دیا۔ ہرمزشاہ اہواز حضرت عمرؓ کے ہاتھ پہ
مسلمان ہوا۔ دمشق۔ بعلبک۔ حمص۔ انطاکیہ۔ اہواز۔ موصل۔ طوس۔ تستر۔

مصر۔ آذربائیجان۔ نہاوند۔ دینور۔ ہمدان۔ طرابلس۔ جرجان۔ حلب۔ اصفہان۔ کوفہ اصطخر وغیرہ ممالک فتح ہوئے۔ ۱۹۰۰ منبر خطبۂ جمعہ کے لیے رکھے۔

سوادِ عراق پر جزیہ وخراج ڈالا۔ مسلمانوں میں بلحاظ مراتب کے عطایا بانٹے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ غیور یحب الغیور وان عمر غیور (جامع صغیر ۸۶) اللہ غیور ہے غیور کو محبوب رکھتا ہے عمر بھی بڑا غیرت مند ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان فی الجنۃ (جامع صغیر ۵۹/۲ صحیح) وابن عساکر عن جابر صحیح جامع صغیر ۵۹/۲) نیز فرمایا عثمان حیی تستحیی منہ الملائکۃ (ابن عساکر عن ابی ہریرۃ۔ جامع صغیر ۵۹) عثمان اس قدر باحیا ہے کہ فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں۔ نیز فرمایا عثمان احیی امتی واکرمھا (عن ابن عمر۔ جامع صغیر ۱۲۳/۲) اصدق امتی حیاء عثمان (معجم صغیر ۱/۲)

جنگ بدر کے سوا آپ سب غزوات میں نبی ؐ کے ہمسفر تھے۔ بدر میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت میں نبی ؐ کے حکم واذن سے مصروف رہے۔ ۴۴ لاکھ مربع میل پر خلافت کی۔ بیر رومہ رقم خطیر کے ساتھ یہود سے خرید کر مسلمین کے لیے وقف کر دیا۔ مسجد نبوی کی توسیع کے لیے مزید زمین خرید کر وقف کر دی۔ قرآن مجید کی اشاعت تمام صوبوں میں کی۔ ان میں جذبۂ اشاعتِ اسلام بہت تھا۔ مسلمانوں میں خوشحالی پیدا کی۔ قرآن وحدیث کی رعایت میں اور صفات حلم وحیا وسخا میں حصۂ وافر رکھتے تھے اور مناسک میں بڑے ماہر تھے۔ آدمؑ سے اب تک کسی کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں سوائے عثمانؓ کے نہیں رہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اول اول حضرت عثمانؓ نے مع اہل وعیال کے ہجرت کی ہجرت حبشہ کے بارے یہ ارشاد ہوا۔

خراسان، طوس، نیشاپور، ہرات، شیراز، اور ایران کے دیگر باقی ماندہ

علاقے، اسکندریہ، اذربیجان، افریقی ممالک، جزیرۂ قبرص، اور کئی بڑی بڑی حکومتیں اسلام کے سامنے میں آگئیں۔ سواحل روم تا قسطنطنیہ بلاد ارمینیہ

اب اسلام کے ایسے اعلام اور ستونوں کو سب بکنا اور اس کو کارِ ثواب سمجھنا یہ مسلمان کا شیوہ نہیں بلکہ مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ (پارہ ۸ آخر رکوع) غیر اللہ کو پکارنے والے مشرکوں کو بھی گالی نہ دو اور ان کے باطل معبودوں کو بھی گالی نہ دو۔ نیز نبی ؐ نے فرمایا لا تسبوا الشیطٰن و تعوذوا باللہ من شرہ یعنی شیطان کو بھی گالی نہ دو بلکہ کہو کہ اس کے شر سے ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں (جامع صغیر ص ۱۹۹ ج ۲ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)۔

نیز فرمایا لا تسبوا ماعزا (طبرانی۔ جامع صغیر ص ۱۹۹ ج ۲ عن ابی الطفیل) یعنی ماعز اسلمی کو بھی گالی مت دو جن سے زنا کا صدور ہو گیا تھا۔

نیز فرمایا لا تسبوا الاموات (معجم طبرانی اوسط ص ۱۱۰ ج ۲ و جامع صغیر ص ۱۹۹ ج ۲ عن المغیرۃ بن شعبہ) یعنی مُرے ہوؤں کو گالی مت دو۔ زید بن ارقم سے بھی اور اسی طرح جابر بن عبداللہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے (جامع صغیر ص ۱۹۹ ج ۲)

نیز فرمایا من سب العرب فاولئک ہم المشرکین (بیہقی فی شعب الایمان جامع صغیر ص ۱۸۰ ج ۲ عن عمر رض) جو عرب مسلمین کو گالی دیں وہ مشرک ہیں۔

نیز آپ نے جابر بن سلیم الہجیمی رض کو وصیت فرمائی تھی لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا (مشکوٰۃ ص ۱۶۹) یعنی کسی ایک کو گالی نہ دینا

نیز فرمایا سباب الموتی کالمشرف علی الھلکۃ (طبرانی۔ جامع صغیر ص ۲۹ ج ۲ عن عبداللہ بن عمرو رض) مرے ہوئے لوگوں کو گالی دینا ہلاکت کو جھانکنا ہے۔

نیز فرمایا لا تسبوا اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (عقیدہ طحاویہ ص۵۲۹ عن ابن عباس رضہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کو سب مت کرو۔

نیز فرمایا لا تسبوا اصحابی (معجم اوسط طبرانی ص۱/۳۹۳ عن ابی ہریرۃ رضہ) یعنی میرے اصحاب رضہ کو گالی مت دو۔

نیز حضرت ابن عباس رضہ کو خطاب کر کے آپؐ نے فرمایا یا غلام ایاك و سب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (معجم کبیر ص۱۱/۳۰۹) اے لڑکے! اپنے آپ کو اصحاب رسول اللہؐ کو سب کرنے سے بچا۔

نیز فرمایا لعن اللہ من سبّ اصحابی (طبرانی جامع صغیر ص۲/۹۹ عن ابن عمرؓ) اللہ تعالیٰ لعنت (اپنی رحمت سے دور) کرتا ہے ہر اس شخص کو جو میرے اصحابؓ کو سب کرتا ہے۔

نیز فرمایا لا تسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ (بخاری ومسلم ص۲/۳۱۰ والعقیدۃ الطحاویہ مع شرحہا ص۵۲۹) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ

نیز فرمایا اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم (ترمذی ص۲/۲۲۶ مشکوٰۃ ص۵۵۴ وجامع صغیر ص۱/۲۶ عن ابن عمرؓ) جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو سب کرتے ہوں تو تم کہو تمہارے شر پر لعنۃ اللہ ہو۔

نیز فرمایا فلا تسبوھم لعن اللہ من سبّھم (مسند ابی یعلیٰ ص۳/۱۳۳ عن جابر بن عبد اللہ رضہ) پس ان (اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالی مت دو۔ جو ان کو گالی دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرتا ہے۔

نیز فرمایا حب ابی بکر وعمر من الایمان وبغضھما کفر وحب الانصار من الایمان وبغضھما کفر وحب العرب من الایمان وبغضھا کفر ومن سبّ اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ الخ (ابن عساکر عن جابر رضہ) ابوبکر وعمر کے ساتھ پیار رکھنا ایمان کی جزء ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے اور انصار

کے ساتھ پیار رکھنا بھی ایمان کی جزو ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے۔
اور ان عرب مسلمین کے ساتھ پیار رکھنا بھی ایمان کی جز ہے اور ان کے ساتھ بغض کفر ہے
اور جو میرے اصحاب کو سب کرے گا سو اس پر اللہ کی لعنت

نیز فرمایا من سَبَّ عَلِیًّا فقد سَبَّنِی ومن سبنی فقد سَبَّ الله (مسند احمد۔ حاکم۔ جامع صغیر ص۱۷۲) من ام سلمۃ رضی اللہ عنہا یعنی جس نے حضرت علی رض کو گالی دی اس نے دراصل مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔

مسند ابی یعلی ص۳۴۲ کے حاشیہ میں ہے ھو حدیث متواتر کہ یہ متواتر حدیث ہے۔ اور صحابہ کرام رض کو گالی دینے والے اور گالی دینے کو بجائے جرم کے کار ثواب سمجھنے والے کو علماء کرام نے کافر کہا ہے

چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا من شتم احدًا من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابابکر او عمر او عثمان او معاویۃ او عمرو بن العاص فان قال کانوا علی کفر و ضلال قُتِلَ (نبراس شرح شرح العقائد النسفیۃ ص۵۵۱) اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر یا عمر یا عثمان یا معاویہ یا عمرو بن العاص وغیرہ میں سے کسی ایک کو بھی سب و شتم کرے پھر اگر یوں کہے کہ یہ صحابہ کفر اور گمراہی پر تھے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

قاضی عیاض مالکیؒ نے لکھا ہے نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل بہ الی تضلیل الامۃ و تکفیر جمیع الصحابۃ (کتاب الشفاء ص۲۸۶/۲) یعنی ہم ہر اس قائل کو قطعی کافر کہتے ہیں جو ایسی بات کہتا ہے جس سے ساری امت محمدیہ کی تضلیل یا تمام صحابہؓ کی تکفیر لازم آئے۔

محمد بن یوسف فریابی سے سوال ہوا کہ جو شخص حضرت صدیق اکبر ابو بکر رضی اللہ عنہ

کوشش کرے وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کافر ہے۔ پھر سوال ہوا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے یا نہ؟ تو فرمایا نہ! (الصارم المسلول ص۵۷۵)

قاضی ابویعلیٰ نے فرمایا تمام فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ صحابہ کرامؓ کو جائز سمجھ کر گالی دینے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے (۶)

امام ابوزرعہؒ نے لکھا ہے: جب تو دیکھے کہ کوئی شخص اصحاب رسولؐ میں سے کسی ایک کی تنقیص بیان کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ وہ زندیق اور بے دین ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید برحق ہے اور رسول بھی برحق ہیں۔ اور جو کچھ بھی وہ لائے ہیں وہ بھی برحق ہے۔ اور یہ سارے کا سارا ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوا کسی نے نہیں پہنچایا۔ تو جو شخص ان کی جرح کرتا ہے تو اس کا اصل مطلب ہے قرآن و سنت کو باطل قرار دینا۔ تو ایسا شخص اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اس کی جرح کی جائے اور اس پر زندقہ اور گمراہی کا حکم لگایا جائے اذا رأیت الرجل ینتقص احداً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ زندیق وذلک ان القرآن حق والرسول حق وما جاء بہ حق وما ادّی ذلک الینا کلہ الا الصحابۃ رضی اللہ عنہم فمن جرحہم انما اراد ابطال الکتاب والسنۃ فیکون الجرح بہ الیق والحکم علیہ بالزندقۃ والضلالۃ اقوم واحق (فتح المغیث ص۳۷۵ و مظاہر حق ص۵۶۸)

شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اس شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان نہیں جو اُن کے اصحاب کی توقیر و تعظیم نہیں کرتا ما اٰمن برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یوقر اصحابہٗ (مکتوبات امام ربانی ج۳ ص۴۶ مکتوب ۲۴، نسیم الریاض ج۳ ص۵۰۰)

اسی طرح سہل بن عبداللہ تستریؒ نے فرمایا

خلیفہ عباسی ہارون الرشید رحمہ کی بات کا جواب دیتے ہوئے عمرو بن حبیب نے فرمایا کہ اس کلام میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے تمام اس پیغام (قرآن وسنت) کی توہین ہے جو آپ (خدا پاک کی طرف سے ہم تک) لے کر آئے ہیں۔ جب آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کذاب اور جھوٹے ہوئے تو شریعت سب ہی باطل ہوئی اور فرائض اور نماز روزہ طلاق نکاح اور حدود کے سب احکام مردود و نا مقبول ٹھہرے۔ فیہ ازدراء علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ما جاء بہ ، اذا کان اصحابہ کذابین فالشریعۃ باطلۃ والفرائض والاحکام فی الصلوٰۃ والصیام والطلاق والنکاح والحدود کلہ مردود غیر مقبول (تفسیر قرطبی ص ۲۹۹ ج ۱۶)

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ جو کسی صحابی کو جھوٹا کہتا ہے تو وہ شریعت (دین اسلام) سے خارج ہے۔ قرآن کو باطل قرار دینے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنے والا ہے فمن نسبہ او واحدا من الصحابۃ الی الکذب فھو خارج عن الشریعۃ مبطل للقرآن طاعن علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تفسیر قرطبی ص ۲۹۸ ج ۱۶)

علامہ تفتازانی نے لکھا ہے : صحابہ کو گالی دینا اور ان کو مطعون کرنا کفر ہے الطعن فیھم ان کان مما یخالف الادلۃ القطعیۃ فکفر (شرح العقائد النسفیہ ص ۱۲۶)

امام ربانی نے فرمایا اس میں شک نہیں کہ شیخین (ابوبکر و عمر) اکابر صحابہ میں سے ہیں بلکہ ان سب سے افضل ہیں پس ان کی تکفیر بلکہ تنقیص موجب کفر و ضلالت دیتی ہے۔ وشک نیست کہ شیخین از اکابر صحابہ اند بلکہ افضل ایشان۔ پس تکفیر بلکہ تنقیص ایشان موجب کفر و زندقہ و ضلالت باشد کما لا یخفی (مکتوبات ص ۳۱)

مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمہ نے لکھا ہے (شیعہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر و عمر اور جملہ اصحاب مرتد ہو گئے، یہ صریح کفر ہے اور شیعہ

آیاتِ قرآن کا انکار جو کہ صریح ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا خاتمہ بالخیر ہوا از ترجمہ سیف المسلول
مالابد منہ ص ۱۲۴ میں لکھا از سبِّ شیخین کافر شود۔

مصنف اتحاف نے لکھا جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی کو گالی دے
اور شیخین یا ان میں سے ایک کو سب کہے وہ کافر ہے اس کی توبہ دنیا و آخرت
میں مقبول نہیں کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والآخرۃ الاجماعۃ
الکافر بسب النبیّ و سائر الانبیاء و بسب الشیخین او احدھما ص ۱۸۶
اتحاف البصائر والابصار مطبوعہ مصر

شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ عزی تمر تاشی رح نے بھی یہی فتویٰ دیا اور
فتویٰ خیریہ مطبوعہ مصر ص ۱۰۴ و ص ۹۵ میں بھی یہی مسئلہ ہے
نظم الفرائد منظومہ علامہ ابن وہبان مع حاشیہ مطبوعہ مصر ص ۳۶ میں ہے
" ومن لعن الشیخین او سبّ ، کافر "
علامہ شرنبلالی رح نے تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ کی کتاب السیر میں لکھا ہے
الرافضی اذا سبّ ابابکر وعمر ولعنھما یکون کافرا ۔ اور اسی طرح
طحطاوی نے حاشیہ درمختار مطبوعہ مصر ص ۲۴۴ میں لکھا
ابن نجیم نے اشباہ والنظائر فن ثانی کتاب السیر ص ۲۶۳ مطبوعہ ہند میں لکھا ہے
سبّ الشیخین ولعنھما کفر......
تنویر الابصار متن درمختار مطبوعہ مطبع ہاشمی ص ۳۱۹ میں ہے کل مسلم ارتد
فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسبّ النبی او الشیخین او احدھا۔
عقود الدریہ مطبوعہ مصر ص ۹۲ میں الروافض کفرۃ جمعوا بین اصناف
الکفر منھا انھم ینکرون خلافۃ الشیخین ومنھا انھم یسبّون الشیخین
سود اللہ وجوھھم فی الدارین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور

فہو کافر رافضی کافر ہیں ان میں کفر کے کئی اصناف جمع ہیں ایک تو وہ شیخین کی خلافت کے منکر ہیں دوسرے شیخین کو سب بکتے ہیں دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ ان کے چہرے سیاہ کرے تو جس شخص میں ان باتوں میں سے ایک بات بھی پائی گئی تو وہ کافر ہے۔

صدر الشہید نے بھی یہی لکھا: من سبّ الشیخین او لعنهما کفر۔

اسی طرح جو اُن کی خلافت کا انکار کرے اس پر علماء نے فتویٰ لگایا مثلاً علامہ احمد شلبیؒ نے حاشیۃ التبیین مطبوعہ مصر ص ۱۳۵ میں لکھا ہے وان انکر خلافة الصدیق او عمرؓ فهو کافر

امام کردریؒ نے الوجیز مطبوعہ مصر ص ۳۱۸ میں لکھا من انکر خلافة ابی بکر فهو کافر فی الصحیح ومن انکر خلافة عمرؓ فهو کافر فی الاصح

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۱۰۵ میں ہے وان انکر خلافة الصدیق فهو کافر نیز ص ۶۳۱ میں ہے یکفر بانکاره صحبة ابی بکرؓ وبانکاره امامته رضی اللہ عنہ علی الصحیح وبانکاره صحبة عمرؓ علی الاصح

بحر الرائق مطبوعہ مصر ص ۱۳۱ میں بھی بعینہ یہی عبارت مرقوم ہے

مراقی الفلاح مطبوعہ مصر ص ۱۹۸ کے حاشیہ میں طحطاویؒ نے لکھا ہے ان انکر خلافة الصدیق کفر۔

طحطاوی نے حاشیہ درمختار مطبوعہ مصر ص ۲۴۴ میں بھی یہی لکھا اور درمختار مطبوعہ ہاشمی ص ۶۳ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ اور خزانۃ المفتین میں بھی یہی عبارت ہے۔

علامہ کمال ابن ہمام رح نے بھی فتح القدیر ص ۳۰۴ میں بھی اسی طرح لکھا۔

خلاصۃ الفتاوی ص ۳۸۱ میں بھی یہی لکھا الرافضی ان کان یسب الشیخین

ویلعنهما (العیاذ باللہ) فهو کافر

فتاوٰی بزازیہ میں بھی یہی عبارت ہے۔

فتاوٰی غرائب قلمی ورق ۱۳۳ میں بھی یہی عبارت ہے

فتاوٰی عالمگیری کے ۵۰۰ مؤلفین علماء عہد سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے یہی عبارت لکھ کر اس پر مہر تصدیق وتصویب ثبت فرمائی۔

تحفۃ الاخوان ص۵۲ میں بھی یہی عبارت لکھی۔

علامہ سید ابن عابدین شامیؒ نے لکھا نعم لاشک فی تکفیر من...... انکر صحبۃ الصدیق (رد المحتار ص۲۹۴ ج۴)

ابن حجر ہیثمیؒ نے لکھا ہے صحابہ کرام کو کافر کہنا بھی کفر کی انواع میں سے ایک نوع ہے من انواع الکفر.... تکفیر الصحابۃ (کتاب الزواجر ص۲۲۳ ج۲)

امام ابوجعفر طحاویؒ نے فرمایا صحابہ کرام کے ساتھ بغض رکھنا کفر ونفاق و طغیان ہے وبغضهم کفر ونفاق وطغیان (العقیدۃ الطحاویۃ مع شرحها ص۵۲۸)

التنویر کے حوالے سے تحفۃ الاخوان ص۵۲ میں لکھا ہے ان الکافر بسب الشیخین او احدهما لاتقبل توبتہ

علامہ دبوسی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے

اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے یہی فرمایا

اور واقعات المفتیین میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

فتاوٰی بزازیہ میں ص۱۶ ج۱ ہے پس سب شان کفر باشد۔

حاشیہ تحفۃ الاخوان ص۵۳ میں ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ سب صحابہ کرامؓ مباح ہے یا اس پہ ثواب مرتب ہوتا ہے یا یہ عقیدہ رکھے کہ صحابہ کرامؓ نے کفر کیا

...... تو ایسا شخص بالاتفاق کافر ہے اذا اعتقد انه (سب الشیخین) مباح کما علیه بعض الشیعة واصحابهم او یترتب علیه ثواب کما هو دأب کلامهم او اعتقد کفر الصحابة..... فانه کافر بالاجماع ولا یلتفت الی خلاف مخالفیهم فی مقام النزاع۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ "فتاویٰ بدیعیہ میں ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی امامت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔..... اسی طرح جو حضرت عمر رضؓ کی خلافت کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے۔ وفی الفتاوی البدیعیة من انکر امامة ابی بکر رضؓ فهو کافر....... وکذلك من انکر خلافة عمر رضؓ (تحفۃ الاخوان ص۳۹)

امام ابو یحییٰ زکریا الانصاری الشافعی رحمہ اللہ نے شرح روض الطالب من اسنی المطالب ص۱۱۹ ج۴ میں لکھا ہے کہ جو صحابہ کرامؓ کو کافر کہے وہ کافر ہے، فمن...... کفّر الصحابة...... کفر۔

عبداللہ بن عبدالعزیز العنقری الحنبلی نے الروض المربع کی شرح ص۳۳۱ میں لکھا جو تمام صحابہ کرام رضؓ کو یا ان میں سے کسی ایک کو سبّ کرے..... تو اس کے کفر میں کچھ شک نہیں ہے بلکہ جو شخص اس کے کافر کہنے میں توقّف کرے تو اس کے کفر میں بھی کچھ شک نہیں (ومن سبّ الصحابة او واحداً منهم.......... فلا شكّ فی کفر هذا۔ بل لا شك فی کفر من توقّف فی تکفیره۔

حضرت شاہ اہل اللہ برادر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "چہار باب" ص۸ میں لکھا ہے" نہے حماقت فرقہ ہائے ضالہ کہ سبّ اصحابؓ ولعن احبابؓ را کیش خود قرار دادہ امید وار اجر جبیل می باشند۔ وعداوت احباء رسولﷺ را موجب ثواب جبیل می شناسند۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص میں لکھا ہے رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ اکثر صحابہؓ کافر تھے اس لیے وہ سب بالاجماع کافر ہیں۔ اس میں کسی کا کوئی نزاع نہیں ہے۔

نیز یہ لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو گالی دیتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ مجتہد محمد حسین ڈھکو مقیم سرگودھا نے اپنی کتاب تجلیاتِ صداقت ص ۲۷۸ میں لکھا ہے: "باقی رہا مؤلف کا یہ کہنا کہ عائشہ مومنوں کی ماں ہے۔ ہم نے ان کے ماں ہونے کا انکار کب کیا ہے؟ مگر اس سے ان کا مومنہ ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔ ماں ہونا اور ہے اور مومنہ ہونا اور ہے۔

شیعہ محقق باقر مجلسی نے حق الیقین ص ۵۰۰ میں لکھا ہے ان دونوں (عائشہ و حفصہ) منافقات نے اس بارے میں اتفاق کیا کہ حضورؐ کو زہر دے کر شہید کر دیا جائے۔ اور ص ۳۴۷ میں ہے کہ "امام مہدی عائشہ کو زندہ کرے گا اس پر حد جاری کریگا اور فاطمہ کا بدلہ لے گا۔ نوٹ: مارنا جلانا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت مختص ہے)

حیات القلوب ص ۸۷۰ میں ہے عائشہ و حفصہ آں حضرت را بہ زہر شہید کردند

تذکرۃ الائمہ ص ۶۹ میں لکھا "عائشہ غدارہ"

حیات القلوب میں لکھا "آن دو منافقہ۔ عائشہ ملعونہ۔

ضمیمہ حاشیہ ترجمہ مقبول احمد پارہ ص ۳ آل عمران ص ۱۳۲ میں ہے کہ خدا ان (عائشہ و حفصہ) پر اور ان کے باپوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) پر لعنت کرے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پارہ ۲۱ سورۂ احزاب رکوع ۱ میں فرمایا وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں وجوبِ تعظیم و احترام کے لحاظ سے مومنوں کی مائیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الجنۃ تحت اقدام امہاتکم جنت تو تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ ماں کی

خدمت ہی سے جنت ملتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما ان (والدین) سے بھول بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب کے ساتھ بات چیت کرنا واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا اور ان کے سامنے محبت سے انکسار کے ساتھ جھکے رہنا اور کہتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر رحمت فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پرورش کیا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَلْعُونٌ مَنْ سَبَّ أَبَاهُ مَلْعُونٌ مَنْ سَبَّ أُمَّهُ (جامع صغیر ص۱۵۵ ج۲ عن ابن عباس رض) اپنے باپ کو جو گالی دے وہ بھی ملعون اور جو اپنی ماں کو گالی دے وہ بھی ملعون ہے

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الذين يرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا في الدنيا والآخرة ولهم عذاب عظيم جو لوگ تہمت لگاتے ہیں پاکدامن بے خبر ایمان والیوں کو اُن پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اور اس آیت کا مصداق اولاً و بالذات حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و دیگر امہات المؤمنات و المؤمنین ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا اور ضحاک، ابوالجوزاء، سلمۃ بن نشیط، عوفی نے بھی یہی فرمایا۔ ویسے لفظ کے اعتبار سے سب عفیفہ صالحہ مومنہ کو شامل ہے اور

حضرت ابوہریرہ رض نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجتنبوا السبع الموبقات (بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۱۷) مہلک سات چیزوں سے بچو شرک باللہ۔ جادو۔ کسی جان کو ناحق مارنا۔ سود خوری۔ یتیم کا مال کھانا۔ لڑائی کے دن کافروں سے پیٹھ پھیرنا۔ اور محصنہ غافلہ مومنہ عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا (مسلم۔ بخاری)

حضرت حذیفہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محصنہ

عورت کو قذف کرنا ننانوے برس کے اعمال کو ڈھا دیتا ہے (طبرانی)

اسی لیے علماء کرام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے والے کو کافر کہا۔ چنانچہ

ردالمحتار صفحہ ۲۹۳ / صفحہ ۳۲ میں ہے نعم لاشك فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ ہاں بیشک حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان باندھنے والے کے کفر میں کچھ شک نہیں ہے۔

شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۱۳۶ اور

نبراس صفحہ ۵۵ میں ہے صحابہ کو گالی دینا اور مطعون کرنا کفر ہے جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو قذف کرنا

اسی طرح فتاویٰ برہنہ صفحہ ۲ میں ہے

فتاویٰ غرائب صفحہ ۲ ورق ۲۳۸ قلمی میں ہے قذف نسوۃ النبی صلی اللہ علیہ یستحق اللعنۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو قذف کرنے والا لعنت کا مستحق ہے

اسنی المطالب صفحہ ۱۱۹ میں ابو یحییٰ زکریا انصاری شافعی نے لکھا ہے او قذف عائشۃ رض کفر یا حضرت عائشہ رض کو گالی دی تو کافر ہوگیا

ابن حجر ہیثمی نے کتاب الزواجر صفحہ ۲۳ و ۲۴ میں لکھا من انواع الکفر ...

.... قذف عائشۃ کفر کے اقسام میں سے ایک قذف عائشہ ہے۔

ملا احمد اللہ پشاوری نے تحفۃ الاخوان فی التفرقۃ بین الکفر و بین الایمان صفحہ ۵۳ میں لکھا ہے لاشك فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رض۔

فتاویٰ بزازیہ صفحہ ۳۱۹ میں ہے یجب اکفارھم باکفار عثمان وعلی وطلحۃ والزبیر وعائشۃ رافضیوں کو عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عائشہ کو کافر کہنے کی وجہ

سے کافر کہنا واجب اور ضروری ہے۔

ابراہیم حلبی کبیری نے غنیہ شرح منیہ مطبوعہ قسطنطینیہ ص۵۱۵ میں لکھا ہے وکذا

من یقذف الصدیقۃ اسی طرح کافر ہے جو حضرت صدیقہ کو قذف کرے

طحطاوی نے مراقی الفلاح مطبوعہ مصر کے حاشیہ ص۱۹۵ میں لکھا ہوا

لیقذف الصدیقۃ یا حضرت صدیقہ کو قذف کرے تو وہ بھی کافر ہے۔

انوکھی بات

آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان پڑھ لیا ہے کہ حضرت علیؓ کو جس نے سب کیا درحقیقت اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کیا اور جس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کیا اس نے اللہ کو سب کیا

اب آئیے شیعوں کے مذہب کی معتمد علیہ کتاب کافی کلینی کا ص۲۱۹ ج۲ مطبوعہ ایران پڑھ کر دیکھیں۔ اور فیصلہ خود کریں۔ عبارت یہ ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پہ کھڑے ہو کر فرمایا۔

یا ایھا الناس انکم ستدعون الیٰ سبی، فسبونی ثم تدعون الی البراءۃ منی فلا تبرأوا منی۔ یعنی لوگو! تمہیں کہا جائیگا کہ مجھے گالی دو۔ تو تم مجھے گالی دے دینا۔ پھر تمہیں مجھ سے تبرا کرنے کو کہا جائے گا تو تم تبرا نہ کرنا۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ وہ حالت نہیں جو حضرت عمار بن یاسر والی بیان کی گئی ہے جس سے اضطراری اور بے بسی کی حالت سمجھی جائے۔ صرف اتنا ہے کہ اگر تمہیں گالی دینے کو کہا جائے تو بیشک مجھے گالی دے لیا کرو

اِدھر اہلِ سنت وجماعت جن کو اہلِ بیت کا دشمن کہا جاتا ہے ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے ادنیٰ سے ادنیٰ فرد کی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ خاکم بدہن اگر کوئی بے ایمان کہہ دے کہ علی مرتضیٰ کو سب کر تو اس کی زبان کٹ تو سکتی ہے جل کر

رکھ تو ہو سکتی ہے مگر حضرت امام و خلیفہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے گستاخانہ لفظ نہیں کہہ سکتا۔ یہ تو شیعانِ علی کا ہی دل گردہ ہے جو تقیہ کی آڑ لے کر حضرت علی جیسی عظیم ہستی کو بھی اپنے سب و شتم کرنے کا جواز نکال لیتے ہیں۔

نیز ان کا عقیدہ ہے کہ ائمہ پر بلکہ حضرت فاطمۃ الزھراء پر بھی وحی ہوتی رہی۔ چنانچہ بمطلق الدہل والکفر فی نفز بحات الخمینی الاخیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاۃ کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ بلکہ جبریلؑ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لاتے تھے اور ان کو آئندہ کے واقعات کا علم پہنچاتے تھے۔ حضرت علیؓ اس وحیِ فاطمہؓ کے کاتب تھے جس طرح کہ حضورؐ کی وحی لکھتے تھے۔
نیز لکھا ہے کہ حضرت جبریلؑ نے حضرت فاطمہؓ کو ایران کے حالات کے بارے میں بھی وحی کی۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی منقطع کردی ہے۔ چنانچہ بعد از وفاتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ حضرت ام ایمنؓ کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ وہ رو رہی تھیں۔ صحابہ کرامؓ کے استفسار پر فرمایا قد علمت ان ما عند الله خير لرسول الله صلى الله عليه وسلم ولكن ابكي على ان خبر السماء قد انقطع (کنز العمال ۲۴۳) یعنی میں بھی یہ بات سمجھتی ہوں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ مقام عالی شان بہت بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ مگر میں روتی اس بات پر ہوں کہ آسمان سے خیر و برکت کی جو خبریں آیا کرتی تھیں ان کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہے۔
اسی لیے علماءِ اہلِ حق نے لکھا ہے کہ جو یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر وحی اترتی ہے وہ کافر ہو گیا۔ چنانچہ

ابن حجر ہیثمی نے کتاب الزواجر ص۲۳ میں لکھا ہے من انواع الکفر والشرک ان ..... یقول ..... انہ یوحی الیہ وان لم یدع النبوۃ یعنی کفر و شرک کے انواع میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے اگرچہ نبوۃ کا دعویٰ نہ بھی کرے۔ پھر بھی کافر ہو جاتا ہے۔

اسی طرح الاعلام بقواطع الاسلام ص۱۳۲/۲ میں بھی مرقوم ہے۔

فتاویٰ ابن حجر مکی شافعی میں ہے من اعتقد وحیا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفر باجماع المسلمین جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر وحی آنے کا عقیدہ رکھے تو تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ وہ کافر ہے

ابن حجر کنانی عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں ابو یعلیٰ کے حوالے سے حضرت انس رض کی روایت نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا نبی ولا رسول بعدی رسالۃ اور نبوت کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہے اس لیے میرے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول۔

نسائی ۔ الریاض النضرۃ ص۹۵ و تاریخ الخلفاء ص۹۴ میں حضرت خلیفہ بلا فصل امام اعظم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان منقول ہے آپ رض نے فرمایا قد انقطع الوحی و تم الدین اینقص وانا حی وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور دین تمام اور مکمل ہو چکا۔ بھلا میرے جیتے جی اس میں نقصان آسکتا ہے؟

بخاری ص۳۶۰/۱ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ منقول ہے آپ رض نے فرمایا ان اناسا کانوا یاخذون بالوحی فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان الوحی قد انقطع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تو لوگ حضور ص سے وحی اخذ کر لیا کرتے تھے اور اب تو وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔

کنز العمال ص۵/۴ میں ابو اسماعیل ہروی محدث کی کتاب دلائل التوحید

کے حوالے سے لکھا الیوم فقدنا الوحی و من عند اللہ الکلام آج کل تو ہم نے وحی کو مفقود پایا اور کلام تو خدا کے پاس سے ہمارے ہاں موجود ہی ہے۔

المواہب اللدنیہ ص ۲۵۹ میں قرطبی کا قول نقل ہے لان بموت النبی انقطع الوحی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوتے ہی وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا،

نیز ان کا عقیدہ ہے کہ ائمہ معصوم ہیں اور ائمہ کو رسولوں سے بڑا درجہ دیتے ہیں چنانچہ الولایۃ التکوینیہ ص ۵۲ میں خمینی نے لکھا ہے وان من ضروریات مذھبنا ان لائمتنا مقاما لا یبلغہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یعنی ہم شیعہ کا بنیادی عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ کے مقام کو نہ تو کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی نہ رسول

اصول کافی ص ۱۳ ج ۲۲ میں ہے الامام المطھر من الذنوب والمبرأ من العیوب یعنی امام ہر طرح کے گناہوں اور عیوب سے پاک اور مبرأ ہوتا ہے۔

نیز لکھا فھو معصوم مؤید موفق مسدد قد امن من الخلل والزلل العثار یخصہ اللہ بذلک لیکون حجۃ علی عبادہ وشاھدا علی خلقہ وہ معصوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و توفیق اس کے ساتھ ہوتی ہے اللہ اس کو سیدھا رکھتا ہے۔ وہ غلطی بھول چوک اور لغزش سے محفوظ و مامون ہوتا ہے اللہ تعالیٰ معصومیت کی اس نعمت کے ساتھ اس کو مخصوص کرتا ہے تاکہ وہ اس کے بندوں پر اس کی حجت ہو اور اس کی مخلوق پر شاہد ہو۔

حیات القلوب ص ۳ میں ہے امامت بالاتر از مرتبۂ پیغمبری است۔

حالانکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو تمام جہان والوں پر اللہ تعالیٰ نے فضیلت بخشی ہے جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر (پارہ ۷ رکوع) فرماکر فرمایا

وکلا فضلنا علی العالمین ہم نے ان سب انبیاء کرام میں سے ہر ایک کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔

نیز فرمایا انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا یعنی آخرت ہی کے ذکر اور بحث ہی کے لیے ان کو مخصوص کیا اور یہ بندے بے شک ہمارے ہاں منتخب اور سب اچھے اور نیک لوگوں میں ہیں۔ ف یعنی اللہ نے ان کو ازل ہی سے نیک بندوں میں برگزیدہ فرمایا۔

امام رازی و دیگر علماء محققین نے کہا ہے کہ اس آیت میں صریح دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں (مواہب الرحمٰن ص ۱۹۲/۲۳)

اور عبدالشکور سالمیؒ نے کتاب التمہید ص ۱۶۳ میں لکھا ہے وجوب العصمۃ من خصائص اوصاف النبوۃ عصمت نبوۃ کا خاصہ ہے

اسی طرح ہامش مسامرہ ص ۳۲۱ میں ہے العصمۃ من خواص النبوۃ عصمت نبوۃ کا خاصہ ہے اور خاصہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ (حاشیہ الیساغوجی) یعنی صرف اسی چیز میں موجود ہو جس کا وہ خاصہ ہے۔ اس کے سوا کسی دوسری چیز میں موجود نہ ہو۔

اب اگر کافی کلینی کی بات مانیں کہ ائمہ اثنا عشر معصوم ہیں تو ان کو نبی ماننا پڑے گا حالانکہ قرآن پاک کی نص ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور ختم نبوۃ کا منکر کافر ہے کتاب التمہید ص ۱۷۲ میں عبدالشکور سالمی نے لکھا ہے من یری الوحی و النبوۃ لاحد بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیر عیسٰی بن مریم فانہ یصیر کافرا جس کا عقیدہ ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے عیسٰیؑ بن مریم کسی کے بارے میں

وحی اترنے یا نبی ہونے کا، تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

اور یہ بھی کہا کہ اللہ یا جبرئیل کی طرف سے امام کا لوگوں کو تعلیم دینا امام کے حق میں نبوۃ ثابت کرتا ہے کیونکہ اللہ یا جبرئیل کی تعلیم ہی تو وحی کہلاتی ہے تعليم الامام من الله او من جبرئيل يوجب النبوة لان تعليم الله او تعليم جبرئيل يكون وحيًا؛

اور اس بات پر سب امت کا اجماع ہے کہ انبیاء افضل ہیں اولیاء سے دیکھو شرح مقاصد علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کی تالیف ص $\frac{135}{2}$

اسی طرح علامہ برکوی رحمہ اللہ نے طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے

اور علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے شرح عقائد نسفیہ میں اسی طرح لکھا ہے

اور علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ ولی افضل ہوتا ہے نبی سے وہ کافر ہے۔ چنانچہ

منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر مطبع حنفی ہند ص ۱۲۴ میں ہے "ما نقل عن بعض الكرامية من جواز كون الولى افضل من النبي كفر و ضلالة والحاد وجهالة بعض کرامیہ سے جو منقول ہے کہ نبی سے ولی افضل ہو سکتا ہے یہ کفر اور گمراہی ہے اور بے دینی اور جہالت ہے

طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ ص ۲۱۵ میں ہے تفضيل الولى على النبي مرسلاً كان اولا كفر و ضلال كيف وهو تحقير النبي بالنسبة الى الولى وخرق للاجماع حيث اجمع المسلمون على فضيلة النبي على الولى یعنی ولی کو نبی پر فضیلت دینا خواہ وہ نبی رسول ہو یا رسول نہ ہو، کفر اور گمراہی ہے۔ یہ عقیدہ کیونکر کفر اور گمراہی نہ ہو جب کہ ولی کو نبی پر فضیلت دینے میں، نبی کی توہین ہے۔ پھر ولی کا نبی پر فضیلت دینے کا عقیدہ اجماع امت

کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کو ولی وغیرہ سب پر فضیلت ہے۔

ارشاد الباری شرح صحیح البخاری ص۱۴۵ج۱ میں ہے النبیؐ افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ۔ ولی سے نبی افضل ہوتا ہے اور یہ عقیدہ قطعی اور یقینی ہے۔ اور جو شخص اس عقیدہ کے مخالف عقیدہ رکھتا ہے وہ کافر ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ تو شریعت کا بدیہی معلوم اور یقینی ہے

شرح الشفاء مطبوعہ قسطنطنیہ ص۵۲۶ج۲ میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے

قولھم (غلاۃ الرفضۃ) ان الائمۃ افضل من الانبیاء ھذا کفر صریح

غالی رافضیوں کا کہنا کہ ائمہ انبیاء سے افضل ہیں یہ صریح کفر ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۲۷۳ج۱۱ میں بھی ملا علی قاریؒ نے اسی طرح لکھا ہے۔

اور الاعلام بقواطع الاسلام ص۱۳۳ج۲ میں ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ نے لکھا ہے

او قال: الائمۃ افضل من الانبیاء۔ یعنی ائمہ کو انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل کہنے سے بھی بندہ کافر ہو جاتا ہے۔

نیز ان شیعہ کا عقیدہ ہے کہ ائمہ تمام ما کان وما یکون (جو کچھ ہو چکا، اور جو کچھ آئندہ ہوگا) کا علم رکھتے ہیں چنانچہ

کافی کلینی ص۲۶۱ج۱ میں باب منعقد کیا باب ان الائمۃ علیھم السلام یعلمون ما کان وما یکون وانہ لا یخفی علیھم شئ صلوات اللہ علیھم

یعنی اس باب میں بیان ہے اس بات کا کہ ائمہ علیہم السلام تمام وہ کچھ جانتے

ہیں جو ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا نیز اس بات کا بیان ہے کہ ان ائمہ علیہم السلام پر کوئی ایک چیز بھی مخفی نہیں ہے۔

پھر حضرت سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جعفر صادق نے کہا انی اعلم منھما یعنی حضرت موسیٰ ؑ اور خضر ان دونوں سے میں زیادہ جانتا ہوں

پھر ص۲۵۵ میں باب منعقد کیا باب ان الائمۃ یعلمون جمیع العلوم التی خرجت الی الملئکۃ والانبیاء والرسل علیہم السلام یعنی ائمہ علیہم السلام ان تمام علوم کے عالم ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں اور انبیاء و رسل علیہم السلام کو عطاء ہوئے ہیں

اسی طرح اور بہت سے دعاوی ہیں جن کا ذکر موجب طوالت رسالہ ہے

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے للہ غیب السموٰت والارض۔ انما الغیب للہ۔ قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ ۔ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو ۔ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون وغیر ذلک من الآیات

ان کا خلاصہ یہ ہے کہ علم غیب خاصہ ہے اللہ تعالیٰ کا

اور مالابد منہ کے مصنف قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے ارشاد الطالبین ص۱۹ میں لکھا ہے علم غیب مراولیا ورا گفتن کفر ست

شرح فقہ اکبر ص۱۸۵ میں ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے العلم بالغیب امر تفرد بہ سبحنہ ولا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ والھام بطریقۃ المعجزۃ او الکرامۃ علم غیب خاصہ خدا تعالیٰ کا ہے بندوں کا علم غیب تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہیں ہے بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ بطور معجزہ یا کرامت کے اپنے ہاں سے اس کو جتلا دے اور اس کے دل میں ڈال دے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ

کی طرف سے اس کو مل جائے گی تو پھر وہ غیب نہ رہیگا۔ جیسا کہ
فتاوٰی بزازیہ ص میں لکھا ہے لم یبق بعد الاطلاع غیبا یعنی جو
بات اطلاع پانے سے پہلے غیب تھی اب اطلاع پانے کے بعد غیب نہ رہی
کیونکہ غیب کی تعریف یہ ہے الخفی الذی لایدرکہ الحس ولا یقتضیہ
بداھۃ العقل خلاصہ یہ کہ جو چیز حواس خمسہ اور عقل سے باہر ہو۔ پھر جب
وہ چیز حس میں آگئی یا سمجھ میں آگئی اب وہ غیب نہ رہی بلکہ وہ شہادت ہو
گئی۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ کی صفت ہے عالم الغیب والشہادۃ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار ص۱۳ میں لکھا ہمہ دان غیر
علام الغیوب کسے نیست

مولٰنا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے مجموعہ تصوف ص۲۴ میں لکھا ہے
علم غیب اللہ تعالیٰ کو ہے اور کسی کو نہیں

اشباہ والنظائر مع شرح حموی الفن الثانی کتاب السیر والردۃ طبع ہند
ص۲۶۵ میں ہے ویکفر بادعاء علم الغیب علم غیب کا دعوٰی کرنے سے انسان
کافر ہو جاتا ہے

مسامرہ و شرح فقہ اکبر ص۱۸۵ میں ہے ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا
المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ احیانًا۔ و ذکر الحنفیۃ تصریحًا
بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ
قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ

تفسیر مظہری ج۳ میں ہے ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عالما بجمیع
اللغات۔

فتاوی قاضی خان ص۳۴۲ میں ہے۔ بغیر گواہوں کے ایک آدمی ایک عورت

سے نکاح کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے خدا اور رسول کو گواہ کر لیا ہے۔ علماء نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے کیونکہ عقیدہ اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہیں حالانکہ جب آپ دنیا کے اندر زندوں میں تھے غیب دان نہ تھے پھر وفات کے بعد آپ غیب دان کیسے؟

علامہ مفسر حقانی رحمتہ تعبیر الرحمٰن ص۱۳۷ میں ہے ولکن الرسل لا یطلعون علیٰ جمیع الغیوب لیبقیٰ الاختصاص الالٰہی بحالہٖ لیکن رسول تمام امور غیب پر مطلع نہیں کیے جاتے تاکہ خصوصی صفت اللہ تعالیٰ کی برحال رہے۔ اس علاوہ بھی بے شمار حوالے ہیں

نیز ان کا عقیدہ ہے کہ ائمہ اپنی موت کا وقت بھی جانتے ہیں۔ اور ان کی ان کے اپنے اختیار میں ہوتی ہے۔ چنانچہ

اصول کافی مطبوعہ تہران ص۲۵۱ میں باب منعقد کیا باب ان الائمۃ یعلمون متی یموتون. وانہم لا یموتون الا باختیار منہم یعنی ائمہ علیہم السلام جانتے ہیں کہ ان کی وفات کب ہوگی اور ان کی وفات ان کے اختیار ہی سے ہوتی ہے

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا یملکون لانفسہم ضرا ولا نفعا و لا یملکون موتا و لا حیوٰۃ ولا نشورا یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ انہوں نے جن جن کو سفارشی سمجھ رکھا ہے وہ خود اپنے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع کا اور نہ کسی کی موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کی زندگی کا اور نہ کسی کے دوبارہ اٹھانے کا

نیز دوسری جگہ فرمایا وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس

باقی ارض تموت اور کوئی بھی نہیں جان سکتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا۔ اور نہ کوئی یہ جان سکتا ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا ان اللہ علیم خبیر بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے علم والا سب کی خبر رکھنے والا ہے

تو قرآن کی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے وما یجحد بآیاتنا الا الکافرون یعنی ہماری آیتوں کے بجز کٹے کافروں کے اور کوئی بھی منکر نہیں ہوتا۔

نیز ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا امام کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی چنانچہ کافی کلینی ص۱۰۴ میں ہے عن ابی حمزۃ قال قلت لابی عبد اللہ تبقی الارض بغیر امام؟ قال لو بقیت الارض بغیر امام لساخت یعنی ابو حمزہ نے جعفر صادق سے پوچھا کہ زمین بغیر امام کے بھی باقی رہ سکتی ہے؟ تو جعفر صادق نے جواب دیا کہ اگر بغیر امام کے زمین رہتی تو رہ جاتی دھنس جاتی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ان اللہ یمسك السموٰت والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکهما من احد من بعدہ - یعنی بے شک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹلنے لگیں بھی تو پھر اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں تھام نہ سکے گا۔

دوسری جگہ فرمایا و یمسك السماء ان تقع علی الارض الا باذنه اور وہی آسمان کو اس سے روکے ہوئے ہے کہ وہ زمین پر گرے۔ مگر ہاں کہ اسی کا حکم ہو جائے۔

اب اماموں کے بارے ایسا عقیدہ رکھنا قرآن مجید کا انکار کرنا ہے جو بلا شک کفر ہے۔

نیز ان کا عقیدہ ہے کہ تمام دنیا و آخرت کے مالک ائمہ ہیں وہ جس کو چاہیں دے دیں اور بخش دیں۔ چنانچہ
اصول کافی کتاب الحجہ ص ۲۴۰ میں ایک باب بایں عنوان منعقد کیا ہے
باب ان الارض کلہا للامام...... اما علمت ان الدنیا والاخرۃ للامام یضعہا حیث شاء ویدفعہا الیٰ من شاء۔ یعنی امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ دنیا اور آخرت سب امام ع کے ملک میں ہے وہ جس کو چاہیں دے دیں اور بخش دیں۔
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ بیشک یہ زمین صرف اللہ ہی کی ہے وہ جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے اس کا مالک بنا دے۔
نیز فرمایا فللّٰہ الاٰخرۃ والاولیٰ دنیا و آخرت کی سب چیزیں صرف اللہ کی ہیں۔
نیز فرمایا الحمد للہ الذی لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ولہ الحمد فی الاخرۃ ساری حمد اللہ ہی کے لیے ہے کہ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اسی کی حمد ہے آخرت میں۔
نیز فرمایا کہ اللہ کے بندے یوں دعا کرتے ہیں اللّٰھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیء قدیر اے اللہ اے سارے ملک کے مالک! تو جس کو چاہے سلطنت دیوے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو ہی ہے جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے۔ صرف تیرے ہاتھ میں

ہے ہر بھلائی۔ تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔
اور جو شخص صریح قرآن کی مخالفت اور انکار کرے تو اس کے کفر میں کیا شک ہے۔

نیز ان کا عقیدہ ہے کہ ائمہ معصومین کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال یا حرام قرار دیں چنانچہ

اصول کافی کتاب الحجہ باب مولد النبی علیہ السلام ص ۴۴۱ میں ہے......

ثم خلق جمیع الاشیاء فاشھدھم خلقھا واجری طاعتھم علیھا وفوّض امورھا الیھم، فھم یحلون مایشاءون ویحرمون مایشاءون ولن یشاءوا الا ان یشاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔ اس کے بعد پھر اللہ نے دنیا کی تمام چیزوں کو پیدا کیا پھر ان مخلوقات کی تخلیق پر ان ائمہ کو شاہد بنایا اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری ہر ان تمام مخلوقات پر فرض کی۔ اور ان کے تمام معاملات ان کے سپرد کر دیئے۔ تو اب یہ حضرات ائمہ جس چیز کو چاہتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں حرام کرتے ہیں حلال کر دیتے ہیں۔ اور چیز کو چاہتے ہیں۔ اور یہ نہیں چاہتے مگر وہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ چاہتا ہے۔

پھر الصافی شرح اصول کافی جزء سوم حصہ دوم ص ۱۴۹ میں تشریح سے قزوینی نے لکھا کہ یہاں محمد وعلی وفاطمہ سے مراد یہ تینوں اور ان کی نسل سے پیدا ہونے والے تمام ائمہ ہیں

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تحلیل وتحریم کا اختیار صرف اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار نہیں دیا چنانچہ ارشاد فرمایا یاایھا النبی لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اے نبی! آپ کے لیے جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہے وہ آپ اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو۔

اسی لیے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لا احل ماحرمہ اللہ ولا احرم ما احلہ اللہ عہ (بخاری و مسلم)

عہ یعنی اللہ کی حرام کردہ چیز کو میں حلال نہیں کہہ سکتا اور اس کی حلال کردہ کو حرام نہیں کہہ سکتا

مسلم ۲۰۹ میں ہے قال علیہ السلام یا ایھا الناس انہ لیس لی تحریم ما احل اللہ لی اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنا میرا کام نہیں ہے

جامع صغیر ۳ میں ہے ما احللت الا ما احلہ اللہ وما حرمت الا ما حرمہ اللہ

حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اسی چیز کو حلال بتاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہو۔ اور اسی چیز کو حرام بتاتا ہوں جسے اللہ نے حرام کیا ہو

ابوداؤد ۲۰۹ میں ہے وانی لست احرم حلالا و لا احل حراما یعنی میں حلال چیز کو حرام نہیں کہہ سکتا اور حرام چیز کو حلال کہہ سکتا نہیں ہوں

معجم کبیر ۳ و ۳۲ میں امام طبرانی نے حضرت سلمان فارسی کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحلال ما احلہ اللہ فی کتابہ والحرام ما حرمہ اللہ وما سکت عنہ فھو ما عفا عنہ حلال وہی چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا ہے اور حرام وہی چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا ہے اور جن سے کتاب اللہ خاموش ہے وہ معفو ہے

نوٹ :۔ حدیث شرح ہے قرآن مجید کی اس لیے حدیث شریف میں جن حرام شیائ کا ذکر ہے وہ کتاب اللہ کی حرام کردہ چیزوں میں ہی داخل ہے۔

اب یہ عقیدہ رکھنا کہ ائمہ کو حلال حرام کرنے کا اختیار ہے قرآن اور حدیث کا انکار ہے۔ اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بھی ہے کہ نبی کو تو تحلیل و تحریم کا اختیار نہیں۔ مگر ائمہ کو اختیار ہے اور اس میں ائمہ کو الوہیت کا مقام دینا ہے جو صریح شرک و کفر ہے۔

نیز ان کا عقیدہ ہے کہ متعہ کرنا حلال ہے۔ بلکہ کارِ ثواب ہے چنانچہ
عجالہ نافعہ ص۱۲ میں ہے "حضرت سید عالم نے فرمایا ہے کہ جس نے زنِ مومنہ
سے متعہ کیا گویا اس نے ۷۰ مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت کی۔
تفسیر منہج الصادقین ص۱۷۶ پارہ ۵ میں ہے جو ایک دفعہ متعہ کرے گا
وہ امام حسینؓ کا درجہ پائے گا۔ اور جو دو دفعہ متعہ کرے گا وہ امام حسنؓ کا درجہ
پائے گا اور جو تین دفعہ متعہ کرے گا وہ امام علیؓ کا درجہ پائے گا اور جو چار دفعہ
متعہ کرے گا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ پائے گا۔
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا قد افلح المومنون الذین
...... هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم
فانهم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلك فاولئك هم العادون یعنی اپنی
مراد کو پہنچ گئے ایمان والے .... جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے
ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنی لونڈیوں پر۔ کیونکہ ان دونوں میں ان پر کچھ
ملامت نہیں پھر جو کوئی طلب کرے اس کے علاوہ تو وہی لوگ ہیں حد سے
تجاوز کرنے والے یعنی فاسق و فاجر ہیں
پس اس آیت میں صریح دلالت ہے کہ ماسوا ان دونوں کے جو فروج
سے شہوت رانی کے طریقے ہیں وہ سب حرام ہیں۔ پس زنا، لواطت،
جانوروں سے وطی، مشت زنی، اغلام بازی، اور متعہ یہ سب حرام ہیں
اور حضرت عائشہ صدیقہؓ و قاسم محمد تابعیؒ نے حرمت متعہ پر اسی آیت سے
استدلال کیا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات پر جہاں جہاں
علاقے فتح ہوتے گئے ان کے اس غلط کاری کی تردید فرماتے رہے چنانچہ

ترمذی ص۱۳۵ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح ہونے کے بعد حرمتِ متعہ کا اعلان عام فرمایا تھا نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن متعۃ النساء - پھر فرمایا کہ سبرۃ الجہنی اور ابوہریرہ سے حرمت متعہ کے بارے میں مرفوعاً روایت ہے۔

اور یہ روایتیں مؤطا امام مالک ص۱۹۶ و ابوداؤد ص۲۹ و ابن ماجہ ص۱۴۲ و نسائی ص۸۹ و معجم طبرانی کبیر ص۳۰۹ و مسند حمیدی ص۲۹۴ و مسند دارمی ص۲۸۲

اور محدث بیہقی رہ نے ص۲۰۲ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتناعی فرمان متعہ کے بارے میں نقل کیا

اور پھر ص۲۰۶ پر حضرت عائشہ صدیقہ رض سے مرفوعاً روایت کی

اور پھر ص۲۰۷ پر حضرت ابوذر غفاری اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت نقل کی

اور صحیح ابن حبان ص۱۰۹ میں حضرت سلمۃ بن الاکوع سے مرفوعاً روایت ہے

اور معجم کبیر للطبرانی ص۳۰۹ میں حضرت حارث بن غزیہ سے مرفوعاً روایت ہے

اور اس میں واقعہ فتح مکہ کا ہے جیسے سبرہ جہنی مکہ کے فتح کے سال کا واقعہ بتاتے ہیں

اور معجم کبیر للطبرانی ص۲۹۳ میں زید بن خالد جہنی رض سے روایت ہے

اور بیہقی ص۲۰۷ میں حضرت جعفر صادق کا ارشاد منقول ہے کہ آپ رح نے متعہ کے بات سن کر فرمایا ذٰلک الزنا - وہ تو زنا ہے۔

نیز ان کا عقیدہ ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کرنا جائز ہے چنانچہ الاستبصار ص۲۴۳ میں شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن ابی یعفور نے کہا سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل

یاتی المرأۃ فی دبرھا ؟ قال لا باس بہ یعنی میں نے حضرت جعفر صادق سے پوچھا کہ آدمی عورت کی دبر میں وطی کر سکتا ہے ؟ تو فرمایا اس کا کچھ حرج نہیں
تحریر الوسیلہ ۲/۲۴۱ میں خمینی صاحب نے لکھا ہے مشہور اور قوی مذہب یہ ہے کہ اپنی بیوی سے لواطت کرنا جائز ہے
حالانکہ آیت قرآنیہ جو پہلے گزر چکی ہے فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون اس کے ضمن میں اس کی حرمت بھی آجاتی ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا فأتوا حرثکم انی شئتم (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں یعنی کھیتی کرنے کا محل ہیں کہ فرزند حاصل ہوں) سو تم صرف اپنے کھیت میں آؤ جیسے چاہو (کھڑے بیٹھے، چت وکروٹ سے)
اور ظاہر ہے کہ دبر گندہ کا مقام ہے۔ کھیتی کا مقام نہیں۔
دیکھو بیہقی ۷/۱۹۶ میں خزیمہ بن ثابت سے اور ۷/۱۹۸ میں عمرؓ وابن عمرؓ وابی ہریرہؓ سے اور ۷/۱۹۹ میں علی بن طلق وعلیؓ وابن عباسؓ وابو الدرداءؓ سے اس کی حرمت صراحۃ مذکور ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بھی مرفوعاً حرمت ثابت ہے۔
حسن بن عرفہ نے حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ شرم رکھو اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے شرم نہیں فرماتا عورتوں کی دبر میں کبھی جماع نہ کرو۔
ابو بکر اثرم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ محاش النساء یعنی عورتوں کے دبر حرام ہیں
دارمی نے کہا سعید بن یسار نے ابن عمرؓ سے کہا ما تقول فی الجواری یتحمض لھن ؟ تم باندیوں کے بارے کیا کہتے ہو ؟ کیا ان سے تحمیض کی

جائے ؟ تو فرمایا تحمیض کیا چیز ہے ؟ تو عرض کیا کہ دبر میں وطی کرنا ! تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا : کیا مسلمانوں میں کوئی ایسا بھی کرتا ہے ؟

امام ثوریؒ نے فرمایا کہ کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ عورت کی دبر میں وطی کرنا جائز ہے ؟ تو آپؓ نے فرمایا تُو نیچے گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ تجھے نیچے گرا دے ارے کیا تُو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سُنا اتأتون الفاحشة ما سبقکم بها من احد من العالمین الآیہ تم تو ایسا بے حیائی کا کام کرتے ہو۔ سو تم سے پہلے اسے دنیا جہاں والوں میں سے کسی نہ کیا

معن بن عیسٰی نے حضرت امام مالکؒ سے پوچھا کہ عورتوں سے وطی کرنے کے بارے میں آپؒ نے فرمایا عورتوں سے دبر میں وطی کرنا حرام ہے

ابوبکر بن زیاد نیشاپوری نے اسرائیل بن روح سے روایت کی ہے کہ میں نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ عورتوں سے دبر میں وطی کرنے کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں ۔ تو فرمایا کہ تم لوگ نرے گنوار قوم ہو۔ بھلا حرث موضعِ زراعت کے بغیر کوئی اور ہوتا ہے ؟ کبھی فرج سے تجاوز نہ کرو ! میں نے عرض کی کہ بعض کہتے ہیں کہ آپ اس کے جواز کے قائل ہیں ۔ فرمایا معاذ اللہ لوگوں نے مجھ پر جھوٹ بہتان باندھا ہے

امام شافعیؒ نے اس کی حرمت پر اپنی چھ کتابوں میں نص فرمائی۔ اور یہی قول ہے سعید بن المسیب ، ابوسلمہ ، عکرمہ ، طاؤس ، عطاء ، سعید بن جبیر ، عروۃ بن زبیر ، مجاہد ، حسن ، احمد بن حنبل اور تمام سلف وخلف اور علمائے مجتہدین ومحدثین ومفسرین وقدیم وجدید فقہاء حنفیہ و مالکیہ وحنابلہ وشوافع کا۔

نیزان کا عقیدہ ہے کہ جس طرح دوسری چیزیں ایک دوسرے کو عاریۃً یعنی مانگے کے طور پر دے سکتے ہیں، اسی طرح اپنی بیوی بھی دوسرے مرد کو جماع کرنے کے لیے دے سکتے ہیں چنانچہ

الاستبصار ج۳ ص۱۳۶ میں شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی نے لکھا ہے کہ محمد بن مضارب کو حضرت جعفر صادق نے کہا یہ (میری) جاریہ (باندی) لے جا۔ یہ تیری خدمت کرے گی تو اس سے جماع کر سکتا ہے پھر جب تو جانے لگیگا تو یہ جاریہ ہمیں واپس کر دینا

اسی طرح اور کئی روایات اس بارے میں شیخ الطائفہ نے نقل کی ہیں۔ حالانکہ یہ صریح زنا ہے اور دو چیزوں میں سے نہیں جن کی اجازت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی ہے۔

نیزان کا عقیدہ ہے کہ تقیہ کا نام رکھ کر جھوٹ (خلافِ واقع کے خبر دینا) جائز ہے۔ صرف جائز ہی نہیں بلکہ ثواب ہے بلکہ دین کا ۹/۱۰ حصہ ہے اور فرض واجب ہے چنانچہ

اصول کافی ج۲ ص۲۱۷ میں ہے جعفر صادق نے ابو عمر اعجمی کو خطاب کرتے ہوئے کہا ان تسعة اعشار فی التقیة ولا دین لمن لاتقیة لهٗ دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں۔ اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے

اسی صفحہ پہ جعفر صادق کا قول ہے کہ کوئی چیز بھی مجھے تقیہ سے زیادہ محبوب نہیں پھر کہا جو تقیہ کریگا اللہ اس کو بلند کریگا اور جو تقیہ نہ کریگا اللہ اس کو پستی میں گرائیگا؛

حالانکہ جو واقع کے خلاف بات ہو وہ جھوٹ کہلاتا ہے اور کوئی مذہب

(آسمانی ہو یا غیر آسمانی) ایسا نہیں جس میں جھوٹ جائز ہو بلکہ جزو دین اور کار ثواب ہو۔ مکہ کے مشرک ہندو سکھ بھی جھوٹ کو برا جانتے تھے اور جھوٹ بہت منحوس اور بدبودار چیز ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اذا کذب العبد تباعد عنہ الملک میلا من نتن ما جاء بہ رواہ ترمذی عن ابن عمرؓ (مشکوٰۃ ص۴۱۳) جھوٹ بولنے سے فرشتہ میل دور چلا جاتا ہے اس بدبو کی وجہ سے جو جھوٹ سے آتی ہے۔

نیز ان لوگوں کا کام ہے نیک لوگوں پر بہتان باندھنا چنانچہ
کشف الاسرار ص۱۱۹ میں لکھا عمر نے رسول اللہ کی شان میں گستاخی کی جس سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو انتہائی صدمہ ہوا ہے
سہم مسموم ص۲۲۵ تا ص۲۳۳ میں ہے عمر شراب پیتا تھا۔ اس کی آخری غذا بھی
شراب تھی۔
کلید ص۲۳ میں ہے عمر تمام عمر کھڑے کھڑے پیشاب کرتا تھا
نیز لکھا کہ عمر جنابت کی حالت میں نماز پڑھ لیا کرتا تھا
عائشہ وحفصہ نے نبی علیہ السلام کو زہر دے کر مارا

حالانکہ حق تعالیٰ نے غیبت سے بھی روکا۔ اور بہتان تو غیبت سے بھی زیادہ سنگین ترین جرم ہے۔ غیبت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ یعنی ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو۔ کیا تم میں سے کسی کو پسند آتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت ایسے حال میں نوچ کھائے کہ وہ مر چکا ہو۔ پس تم خود ہی اس کو مکروہ جانوگے۔ اور اس سے نفرت کروگے۔ تو جیسے مردے کا گوشت کھانا نفرت کی چیز ہے اسی

طرح غیبت کو بھی مکروہ اور نفرت کی چیز سمجھو

ابوداؤد میں مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مسلمان کی غیبت کا ایک نوالہ بھی کھایا تو اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کو ایسا ہی نوالہ کھلائے گا۔

اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب مجھے معراج میں لے گئے تو میرا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے ناخن لوہے کے تھے جن سے وہ اپنے منہ نوچتے تھے اور اپنے کھسوٹتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیلؑ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے اور ان کی آبرو ریزی کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کی یا رسول اللہ! غیبت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے مسلمان بھائی کا حال اس طرح بیان کرنا جس کو وہ ناگوار سمجھے۔ عرض کی گئی کہ اگر ہمارے بھائی میں وہ بات موجود ہو جو ذکر کی جاتی ہے۔ تو کیا اب بھی وہ غیبت ہی ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تیرے بھائی میں وہ بات موجود ہے جو تو بیان کرتا ہے تب تو یہ غیبت ہے (یہی پر اتنا وعید ہے) اور اگر اس میں یہ بات موجود ہی نہ ہو جو تو بیان کرتا ہے تب تو تو نے اس پر بہتان باندھا اور یہ بہتان، غیبت سے ڈبل گناہ ہوا (یعنی جھوٹ + غیبت)

امامنا و الخلیفۃ الرابع حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک ایسے آدمی پر بہتان باندھنا جو اس عیب سے بری ہو آسمانوں سے بھی زیادہ وزنی جرم ہے البھتان علی البریٔ اثقل من السماوات (کنز العمال ص۸۳۶ از حکیم ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری و حضرت جابرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے۔ اب تم لگاؤ اندازہ کہ بہتان کا

تو اور بھی زیادہ گناہ ہوا

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دو آدمیوں نے جو روزے سے تھے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ فراغت کے بعد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوبارہ وضوء بھی کرو اور یہ نماز بھی دُہراؤ اور یہ روزہ تو پورا کرو۔ اور پھر ایک دن اس کی قضا کرنا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم نے فلاں آدمی کی غیبت کی ہے (مشکوٰۃ ص۴۱۵)

مفسر ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ علماء امت کا اجماع ہے کہ غیبت حرام ہے۔ تو اب بتائیے کہ بہتان کی حرمت کتنی ہوگی۔ بالخصوص بہتان بھی ان پاک طینت ہستیوں پر جن کی بدولت ہمیں نعمتِ ایمان نصیب ہوئی۔ جیسی قرآن مجید جیسی جادوانی نعمت ملی۔ ہمیں انہیں صحابہؓ کی سعی بلیغ کی بدولت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ کا علم حاصل ہوا۔ جس ذات باری تعالیٰ کی پہچان ہوئی۔ ہم نے جو کہا ہے کہ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ پہ بہتان باندھا گیا ہے کہ عمرؓ نے رسول اللہ کی شان میں گستاخی کی۔

اگر اس سے مراد وہی واقعۂ قرطاس ہے تو عمرؓ کا حسبنا کتاب اللہ کہنے میں کیا گستاخی ہے جب خود اللہ پاک نے ارشاد فرما دیا ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾

پھر باتفاقِ فریقین حضرت علیؓ کاتب وحی تھے انہیں کے پاس کاغذ اور قلم دوات موجود تھے صلح نامہ حدیبیہ بھی حضرت علیؓ نے تحریر فرمایا تھا۔ اور حضرت علیؓ کا گھر بھی دور نہ تھا اور حکم خاص کسی ایک آدمی کو تو نہ تھا۔ ہر وہ شخص جو کاغذ قلم دوات لانے پر قادر تھا اس کا فرض تھا کہ بھاگ کر کاغذ اور قلم دوات لے آتا۔ کیوں نہ اس وقت کوئی اٹھا۔ کیا عمرؓ کے صرف حسبنا

کتاب اللہ کہنے پر حضرت علیؓ جو بزعم شما فاتح خیبر تھے خیبر کے قلعہ کا دروازہ اکیلے اکھیڑ کر میلوں دور پھینک دیا جو اسد اللہ اور شجاعت میں ضرب المثل تھے اور قاتل المشرکین تھے، چپ سادھ کیوں بیٹھے رہے۔ کیوں نہ وہاں بیٹھے ہوئے منافق لوگوں کو بیک جنبشِ تلوار فی النار کر کے کاغذ قلم دوات فوراً لاکر خلافت نامہ لکھوا لیتے۔ مگر ایسا نہ ہوا معلوم ہوا معاملہ کچھ اور تھا سبائی پارٹی نے اسے غلط رنگ دے کر عوام کو دھوکا دیا۔ اور اب تک بہت بڑی چالاکی کے ساتھ پروپگنڈا کی آگ میں تیل ڈالتے آرہے ہیں اعاذنا اللہ۔

اور یہ جو کہتے ہیں کہ عمر شراب پیتا تھا یہ بھی بہتان ہے کیونکہ شراب کی حرمت تو عمرؓ کے مطالبہ اور بار بار کے مطالبہ کے بعد ہوئی ہے جیسے کتب تعلیل الآیات سے واضح ہے۔ بھلا شراب کا عادی بندشِ شراب کا مطالبہ کر بھی سکتا ہے؟

اور یہ جو کہتے ہیں کہ عمر تمام عمر کھڑے کھڑے پیشاب کرتا تھا یہ بات تو بالکل بہتان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جاہلیت کے دور میں مشرک لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو عیب نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ عورتیں بیٹھ کر پیشاب کرتی ہیں۔ جب حضرت عمرؓ مشرف باسلام ہوئے تو اپنے اسے پرانے دستور کے مطابق کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو فرمایا یا عمر لاتبل قائماً اے عمر کھڑے کھڑے پیشاب مت کر۔ بس وہ دن تھا۔ اس کے بعد عمرؓ نے فرمایا فما بلت قائماً بعدُ پھر اس کے بعد میں نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا (دیکھو جامع ترمذی ص۹)

پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف صلوٰۃ وتحیہ میں سب وشتم (گالی گلوچ) لعن طعن، قذف وتہمت، متعہ، تقیہ، لواطت، بہتان تراشی، اپنی بچی زیرِ بچاریہ (بطور مانگے کے) کسی کو دینا، اور بدگمانی، بدظنی جو کہ سب کے سب حرام قطعی حرام ہیں۔ ان کو جائز ومباح سمجھنے بلکہ حلال ہونے کا عقیدہ رکھنا بلکہ ان کو جزوِ دین اور موجبِ ثواب سمجھنا کفر ہے۔ کیونکہ علمائے اسلام نے لکھا ہے کہ ایمان کی سات شرطیں ہیں ۱۔ غیب پر ایمان رکھنا (جو الذین یؤمنون بالغیب سے ماخوذ ہے) ۲۔ علمِ غیب خاصہ اللہ تعالیٰ کا جاننا (جو انما الغیب للہ سے ماخوذ ہے) ۳۔ اپنے اختیار سے ایمان لانا (جو لا اکراہ فی الدین سے ماخوذ ہے) ۴۔ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حلال سمجھنا (جو یا ایہا الذین اٰمنوا لا تحرموا طیبٰت ما احل اللہ لکم سے ماخوذ ہے) ۵۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھنا (جو یا ایہا الذین اٰمنوا لا تحلوا شعائر اللہ سے ماخوذ ہے) ۶۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہنا (جو انہ لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون سے ماخوذ ہے) ۷۔ اللہ تعالیٰ کے قہر اور غضب سے ڈرتے رہنا (جو انہ لا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون سے ماخوذ ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اگر شرط نہ پائی جائے تو اس چیز کا وجود نہیں ہو سکتا جس کی وہ چیز شرط ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ نماز کی شرطیں ہیں جسم کا پاک ہونا جامہ کا پاک ہونا۔ جگہ کا پاک ہونا۔ وقت پہچاننا۔ ستر عورت۔ نیت کرنا۔ قبلہ رُخ ہونا۔

۲ جَ جَ سْ نُ نَ قَ

[illegible]

اگر ان میں سے ایک شرط نہ ہو باقی شرطیں سب موجود ہوں تو نماز نہیں ہوگی۔
اسی طرح ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط نہ ہو اور باقی سب شرطیں موجود ہوں تو ایمان نہ ہوگا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا لاتحرموا طیبٰت ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا مومنو! پاکیزہ اور لذیذ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری خاطر حلال فرمائی ہیں وہ اپنے اوپر حرام نہ کرو

اور فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا لاتحلوا شعائر اللہ مومنو! جو امور اللہ تعالیٰ نے حرام کیے ہیں ان کو حلال مت کرو۔

اور مشکوٰۃ ص ۱۹۱ میں بحوالہ ترمذی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما اٰمن بالقراٰن من استحل محارمہ کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھا، اس کا قرآن مجید ہی پر ایمان نہیں ہے

اور مذکورہ بالا چیزیں نص قطعی کے ساتھ حرام ہیں اب جو بھی ان کو حلال سمجھیگا تو شرط ایمان کی مفقود ہونے کی وجہ سے اس کا ایمان بھی مفقود ہوگا۔

اور حرام چیزوں کو حلال سمجھنے کے بارے پیش گوئی موجود ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان امتی یشربون الخمر فی اٰخر الزمان یسمونہا بغیر اسمہا آخر زمانہ میں میری امت (دین میں ہونے کا دعویٰ کرنے والے) نام بدل کر شراب پییں گے (عن ابن عباس وحجر بن عدی بن ادبر الکندی وعبادۃ بن الصامت وعائشہ صدیقہ وابو مالک اشعری وعبد اللہ بن عمر ورجل من الصحابہ (کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۶)

نیز عمران بن حصین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار فتنے ہوں گے جنمیں سے ایک فتنہ وہ ہوگا جس میں لوگ خون حلال سمجھینگے

اور ایک فتنہ وہ ہوگا جس میں لوگ خون کو بھی حلال سمجھیں گے اور مال کو بھی

اور ایک وہ فتنہ ہوگا جیس لوگ خون، مال، اور فرج کو بھی حلال سمجھیں گے

بہرحال یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمثیلاً بیان کی ہیں۔

کہ ان کے علاوہ بھی بہت سی حرام چیزیں ہیں جن کو لوگ نام بدل کر حلال سمجھتے ہوئے کرتے ہیں مثلاً

زنا کا نام متعہ رکھ کر اس کو حلال بلکہ کارِ ثواب سمجھ کر مزے اڑاتے ہیں

جھوٹ کا نام تقیہ رکھ کر اس کو حلال اور جزوِ ایمان سمجھتے ہیں

سود کا نام منافع رکھ کر اس کو حلال سمجھ کر غیر قوموں کو فائدہ دے رہے ہیں

رشوت کا نام حق خدمت رکھ کر اس کو حلال سمجھ کر خوب پیٹ بھرتے ہیں

شرک کا نام تعظیمِ اولیاء اللہ رکھ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں

ما اہل بہ لغیر اللہ کو ایصالِ ثواب کا نام دے کر نذرِ غیر اللہ کو جائز کہتے ہیں

بدعت کو سنت کا نام دے کر لوگوں کو بدعت کا خوگر بناتے ہیں

ریشم کا نام بدل کر اس کو حلال سمجھتے اور پہنتے ہیں

رسالت کا نام امامت رکھ کر ائمہ کو معصوم واجب الاطاعت قرار دیتے ہیں

ہمارے پاکستان میں شیعہ کا ایک فرقہ شیخیہ کے نام سے موسوم ہے اور اس کو احسائی اور احقاقی بھی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد بھی عجیب و غریب اور مشرکانہ ہیں چنانچہ کہتے ہیں

۱۔ خدا سے صرف ایک چیز صادر ہوئی (عقل اول یا حضرات محمدؐ و آلِ محمدؐ) باقی تمام چیزیں انہوں نے پیدا کیں

۲۔ موت و حیات، رزق و تدبیر کائنات خدا کی طرف سے نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ آلِ محمدؐ کی طرف سے ہے (وہی خالق و رازق و مدبر کائنات ہیں)

۳۔ جہان کی علتِ فاعلی خدا نہیں۔ بلکہ آلِ محمد ہیں (یعنی کائنات کے خالق یہی بزرگوار آلِ محمد ہیں

۴۔ بلا واسطہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی صرف محمد و آلِ محمد ہیں باقی سب مخلوق ان کی پیدا کردہ ہے

۵۔ نیکیاں اور بدیاں آلِ محمد اور رکنِ رابع کی دوستی کی موجودگی میں کوئی نقصان دہ نہیں۔ لہذا دعائے محبت کے ساتھ بدیوں سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں

۶۔ عالم کی علت صوری و مادی آلِ محمدؐ ہیں

۷۔ آلِ محمد ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں

۸۔ آلِ محمدؐ ہر چیز کے بالفعل عالم ہیں۔

۹۔ آلِ محمدؐ ایجادِ خلق کے آلے ہیں (اللہ جو کچھ کرتا ہے ان کے ذریعہ سے کرتا ہے)

۱۰۔ اہلِ بیت کا علم حضوری ہے (ہر چیز کا ان کو اس طرح علم ہے کہ ان کو ارادہ اور توجہ کی بھی ضرورت نہیں)

۱۱۔ انبیاء سابقین کی مدد محمد رسول اللہ کی طرف سے کی جاتی تھی

۱۲۔ آلِ محمد بشر نہ تھے بلکہ صرف جامۂ بشری میں ملبوس تھے

۱۳۔ تمام نبی اپنی اپنی شکل میں علیؑ ہی تھے

۱۴۔ علی بیک وقت متعدد مقام (مکان) رکھتے ہیں

۱۵۔ ایاک نعبد وایاک نستعین میں خطاب آلِ محمدؐ کو ہے اور نماز میں پڑھتے وقت ائمۂ طاہرین کا قصد کرنا چاہیے۔ (توضیح حق ص۱۰۲)

۱۶۔ شیخ احمد احسائی کو وحی ہوتی تھی (شرح زیارت ص۲۷ و ص۳۶)

۱۷۔ مروان بن حکم کی شکل بن کر علیؑ نے طلحہ کو تیر مارا تھا (شرح زیارۃ جامع ص۳۶۹)

۱۸۔ محمد وآل محمد ہی نفس ملکوتیہ الٰہیہ ہیں

۱۹۔ اللہ تعالیٰ ازل سے عالم نہ تھا

۲۰۔ ائمۂ طاہرین امہات المؤمنین ہیں، نبیؐ کی ازواج مطہرات ہیں۔

۲۱۔ مدینۃ العلم آسمان پر ہے جو حقیقۂ محمدیہ ہے۔

۲۲۔ ائمۂ معصومین ذات اللہ العلیا ہیں

۲۳۔ ائمۂ معصومین شجرۂ طوبیٰ وسدرۃ المنتہیٰ ہیں

۲۴۔ ائمۂ معصومین نے شیعہ کے گناہ اپنے گردن میں لے لیے۔

۲۵۔ انبیاء کے معجزے آلِ محمد کی طرف سے تھے یعنی معجزوں کے فاعل حقیقی یہی بزرگوار ہستیاں ہیں۔

۲۶۔ فرشتوں کی حرکت اور اُن کا سکون اماموں کے حکم کے تحت ہے۔

۲۷۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت اہلِ بیت کی مرضی اور مشیت سے متحد ہے۔

۲۸۔ سب اہلِ بیت کی جان ایک ہے جو مختلف بدنوں میں بدلتی رہتی ہے۔

۲۹۔ آلِ محمد اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔

۳۰۔ اللہ تعالیٰ کی صفات حضرت محمدؐ کی صفات ہیں۔

۳۱۔ پیغمبر خدا تمام حیاتِ ابدی کی کان ہیں

ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے "اتحاد و یک جہتی امام خمینی کی نظر میں"
اس رسالہ کے ۱۵ میں لکھا ہے

"جو نبی بھی آئے وہ انصاف کے نفاذ کے لیے آئے۔ ان کا مقصد بھی یہی تھا کہ تمام دنیا میں انصاف کا نفاذ کریں لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ختم المرسلین (ص) جو انسان کی اصلاح کے لئے آئے تھے اور انصاف کا نفاذ کرنے کے لیے آئے تھے، انسان کی تربیت کے لیے آئے تھے، لیکن وہ اپنے زمانے میں کامیاب نہیں ہوئے

وہ آدمی جو اس معنے میں کامیاب ہوگا اور تمام دنیا میں انصاف کا نفاذ کرے گا وہ اپنے اس انصاف کو نہیں جسے عام لوگ سمجھتے ہیں کہ زمین میں انصاف کا معاملہ صرف لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے ہو بلکہ یہ انصاف انسانیت کے تمام مراتب میں ہو وہ چیز جس میں انبیاء کامیاب نہیں ہوئے، باوجود اس کے کہ وہ اس خدمت کے لیے آئے تھے

یہ ایک تقریر کی کاپی ہے جسے ان کے مزعوم امام خمینی نے نیمہ شعبان ۱۴۰۰ھ میں کی تھی۔ اور نیشنل ٹیلیویژن ایران کے افتتاح کے موقعہ پر ہوئی۔ جس کو "تہران ٹائمز" نے شائع کیا

یہ سوچنے کی بات ہے کہ ختم المرسلین سید الرسل افضل الانبیاء رحمۃ للعلمین جن پر آخری سال حجۃ الوداع میں عرفات کے میدان میں آیۃ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لیے پسند کیا اسلام کو دین) اتری تھی وہ ابھی لیے اتری تھی اور

دنیا کو یہ بات بتلانے کے لیے اتری تھی کہ میرا آخری پیارا پیغمبر اپنے مشن
میں فیل ہو چکا ہے اور تیئیس سالہ زندگی اس کی ناکامی کے ساتھ گزری
ہے اس لیے اے دنیا کے رہنے والو! میری طرف سے آخری بار مژدہ
جان فزا سُن لو الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام
دینا

کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ قرآن شریف پر ان کا مزعومہ امام ہاتھ
بھی صاف کرتا جا رہا ہے پھر بھی پکا مسلمان حامی دین واسلام اور جید
اور ماہر عالم قرآن وحدیث ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مشرق کی طرف سے فتن کثیرہ
اٹھیں گے۔ ہم نے آپ کی پیش گوئی کو جو وحی منزل من اللہ تھی اور اس پر ہمارا
ایمان بالغیب تھا اور اب اس دور (پندرھویں صدی ہجری) میں اپنی آنکھوں
سے مشاہدہ بھی کر لیا کہ ایران جو مدینہ منورہ سے مشرق کی طرف ہے
فتنۂ عظمیٰ اٹھا اور فساد عظیم برپا کیا۔

قرآن، حدیث، رسول، صحابہ، سلف، خلف کوئی ایک بھی نہیں ایسا
بچا جو اس کی گرفت اور جرح سے مجروح نہ ہوا ہو اور دشمنانِ دین کی مدح
سرائی کی گئی۔ ائمہ کو نبیوں سے بڑھایا گیا نبیوں کو ائمہ سے نیچے گرایا گیا
اور ان کی ساری زندگی کی کوشش کو ناکام بتایا گیا اور اپنی تعلی کی جنہوں
نے ممالک میں جہاد کر کے اسلام کا جھنڈا گاڑا ان کو مرتد بتایا اور مفسدین
کو مصلحین کے زمرے میں شمار کیا اور یارانِ نبی کو مرتد کہا اور ان پر طرح
طرح کے الزام لگائے اور قرآن کریم کی تکذیب کی اور دعویٰ یہ کہ ہم مومن بالقرآن
ہیں، تو ایسے لوگوں کو مومن کیوں کر کہا جا سکتا ہے۔ نعوذ باللہ منہم اجمعین

بقیہ سب و شتم

مقبول احمد شیعی ترجمہ قرآن مجید کے ضمیمہ ص ۵۹۰ میں لکھا ہے۔

خدا تعالیٰ نے تو اُس سسرے کا نام گمراہ کرنے والی فہرست میں داخل فرمایا...... اسی سسرے کے ہمسر خسر اوّل میاں ابوبکر.....

ضمیمہ ص ۶۳۸ : زمانۂ رجعت میں وہ پاخانہ کھائیں گے

ضمیمہ ص ۶۴۴ : اس شیطان نے اپنے دونوں ایجنٹ ابوبکر و عمر بھیج دیے

ضمیمہ ص ۱۰۱۴ : ان سب (منافقوں) کا سرگروہ عمر بن الخطاب ہیں۔

ضمیمہ ص ۱۰۱۵ : الشیطان سول لکم شیطان سے مراد ثانی ہیں۔

ضمیمہ ص ۱۱۹ : زید ہو یا عمر یا بکر کہ ان پر دوامی لعنت ہوتی رہے گی۔

ضمیمہ ص ۸۴۴ : جنگ جمل میں بصرہ کی جنرل کمانڈنگ حضرت عائشہ اس آیت کی رُو سے فاحشۃ مبینہ کی مرتکب ہوئیں۔

ضمیمہ ص ۵۱۳ : تفسیر قمی و عیاشی میں ہے قرآن میں شیطان جہاں بھی آیا ہے وہیں ثانی مراد ہے۔

آغاخانیت ص ۳۳ : جھوٹے سنّی کتے بھی روئیں گے

تاریخ نواصب طرد اوّل ص ۷ : معاویہ تو شراب فروشی کا کاروبار بھی کرتا تھا

〃 〃 〃 ص ۱۰۳ معاویہ خود عمر کو خلیفۂ برحق نہیں مانتا تھا

اصول کافی ص ۲۳۶ مطبوعہ طہران میں ہے ھٰذہ الامۃ اشباہ الخنازیر یہ امت خنزیروں کی مشابہ ہے

اور اسی کتاب کے ص ۲۴۳ میں ہے ھٰذہ الامۃ الملعونۃ یہ ملعون امت

اب اگر یہ لوگ از روئے تقیہ یہ کہیں کہ ہم ان لوگوں کو مسلمان نہیں سمجھتے جنھوں نے ایسی ایسی باتیں کہیں تو

ہمیں بھی اجازت ہو اور ہمیں سرکاری عدالت سے گرفت نہ ہونی چاہیے جبکہ ان کے اکابر ہمارے نبی کے ایسے سوقیانہ الفاظ استعمال کریں جیسے اسول نے صحابہ، ازواج مطہرات، ابوحنیفہ، امت محمدیہ کے بارے استعمال کیے ہیں ہمارے اکابر ہمارے جسمانی ماں باپ سے زیادہ عزیز ہیں۔ اگر ہمارے ماں باپ کے متعلق کوئی کہہ دے کہ تیری ماں ایسی تیسی تھی، تیرا باپ ایسا تیسا تھا تو ہم آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور برداشت نہیں کر سکتے۔ پستول رائفلیں بندوقیں اور چھرے نکل آئیں گے تو اُن روحانی ماں باپ کے متعلق گستاخیاں اور سوقیانہ الفاظ سن کر ہم کیوں کر خاموش رہ سکتے ہیں جب کہ ان کی قدر و منزلت اپنے جسمانی ماں باپ سے ہماری دلوں میں کہیں بڑھ کر ہے۔ ہماری جان جا سکتی ہے مگر اکابر کا تقدس ہمارے دلوں سے نہیں نکل سکتا۔ اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی بات برداشت کر سکتے ہیں۔

والسلام خیر ختام مع الاکرام

طالب الخیر فی الکونین محمد حسین عفا اللہ عن الشین
خادم جامعہ ضیاء العلوم بلاک ۱۸ سرگودھا
پاکستان

احسن التفسیر

تفسیر
تبیین القرآن

مرآۃ القرآن

۱۷۹۰، کلاں محل، دریا گنج نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ (انڈیا)